

سلسلہ مقالاتِ جمیل

اسلام اور حدود و تعزیرات

www.KitaboSunnat.com

از افادات

فقہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

ترتیب و تدوین

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

ناشر

ادارہ اشرف التخیلی جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِیْقِ الْإِسْلَامِیِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

سلسلہ مقالاتِ جمیل

اسلام اور حدود و تعزیرات

از افادات

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہ

ترتیب و تدوین

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

www.KitaboSunnat.com

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ للہو

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
<p style="text-align: center;">فہرست</p> <p style="text-align: center;">”اسلام اور حدود و تعزیرات“</p>		
	مقالات	
	(پہلا مقالہ) اسلام کیا ہے	
۱	ضرورت اور مذہب	۲۹
۲	ثبوت مذہب	۲۹
۳	تعلیمات اسلام	۳۲
۴	خدا کی ذات و صفات پر ایمان	۳۳
۵	عام آسمانی کتابوں پر ایمان	۳۶
۶	تمام انبیاء و فرشتوں پر ایمان	۳۷
۷	دوسری زندگی پر ایمان	۳۸
۸	ایک شبہ کا جواب	۴۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۹	عبادت	۴۶
۱۰	نماز	۴۹
۱۱	اوقات نماز	۵۰
۱۲	پاکی و پاکیزگی	۵۲
۱۳	ڈسپلن	۵۲
۱۴	روزہ	۵۳
۱۵	زکوٰۃ	۵۵
۱۶	حج	۵۶
۱۷	نیکی کا حکم بدی سے روک	۵۸
۱۸	کامل عبادت	۵۸
۱۹	معاملات	۵۹
۲۰	اخلاق	۶۱
۱۲	حقوق	۶۲
۲۲	بڑے بڑے جرم	۶۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۳	سزائیں	۶۶
۲۴	سیاست	۶۸
۲۵	جہاد	۶۸
	(دوسرا مقالہ) النواہی	
۲۵	انسانی خواص	۷۳
۲۶	خواص انسانی سے پیدا ہونے والی صفات	۷۴
۲۷	وحی کی ضرورت	۷۶
۲۸	گناہوں کی اقسام	۷۶
۲۹	شرک کا معنی	۷۷
۳۰	شرک سب سے بڑا گناہ ہے	۷۸
۳۱	کفر و شرک میں فرق	۷۹
۳۲	شرک سب افعال کو ضائع کر دیتا ہے	۷۹
۳۳	ممنوع کام	۸۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۳۴	شرک کے نقصانات	۸۳
۳۵	حرام کام	۸۴
۳۶	کفر	۸۶
۳۷	آیتوں کا مذاق اڑانا کفر ہے	۸۹
۳۸	غیر اللہ کو خدا قرار دینا کفر ہے	۸۹
۳۹	ناحق قتل کرنا	۹۸
۴۰	زنا	۱۰۱
۴۱	زنا کی تہمت	۱۰۵
۴۲	حرام حیوانات	۱۰۵
۴۳	شراب اور جوا	۱۰۶
۴۴	سود	۱۰۸
۴۵	رشوت	۱۰۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
	(تیسرا مقالہ) غلامی اور اسلام	
۴۶	غلامی کی حقیقت	۱۱۴
۴۷	جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی وجہ	۱۱۵
۴۸	غلام کے ساتھ حسن سلوک	۱۱۷
۴۹	غلام کی تجارت کی وجہ	۱۱۸
۵۰	غلام گھر کا فرد ہے	۱۱۹
۵۱	غلامی ذریعہ ہر امت	۱۲۱
۵۲	باندی سے ازدواجی تعلق کے جوار کی وجہ	۱۲۲
۵۳	عورت کا اپنے غلام سے ازدواجی تعلق ممنوع ہونے کی وجہ	۱۲۳
۵۴	آزادی کی صورتیں	۱۲۴
۵۵	اسلام میں غلامی ختم کرنے کی تدابیر	۱۲۵
۵۶	کافر کو غلام کیوں بنایا جاتا ہے؟	۱۲۸
	(چوتھا مقالہ) اسلامی سزائیں	

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۷	سزا کی ضرورت	۱۳۱
۵۸	سزاؤں کی اقسام	۱۳۲
۵۹	کیا اسلامی سزائیں سخت ہیں؟	۱۳۶
۶۰	چوری کی سزا	۱۳۹
۶۱	چوری کی وجہ سے ہونے والے عظیم نقصانات	۱۴۰
۶۲	بطور سزا دانا ہنا ہاتھ کاٹنے کی وجہ	۱۴۲
۶۳	اسلامی سزاؤں کے نفاذ کی مخالفت کی وجہ	۱۴۸
۶۴	اسلامی سزاؤں میں رعایت حقوق	۱۴۹
۶۵	ڈاکو کی سزا سخت ہونے کی وجہ	۱۵۲
۶۶	ڈاکوؤں کی چار سزائیں	۱۵۵
۶۷	جس دوام کی سزا کی وجہ	۱۵۷
۶۸	ایک ہاتھ ایک پیر کاٹنے کی وجہ	۱۵۹
۶۹	ڈاکے میں قتل کی صورت میں قتل کی صورت	۱۶۰
۷۰	قتل و سولی کی سزا کی وجہ	۱۶۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۱	نتیجہ	۱۶۲
۷۲	زنا کی سزا	۱۶۳
۷۳	دلائل فرضیت رجم	۱۶۴
۷۴	فرضیت رجم پر اجماع ہے	۱۶۷
۷۵	ایک شبہ کا ازالہ	۱۶۹
۷۶	جرم کا ثبوت	۱۷۱
۷۷	جرم کی قباحت شدیدہ	۱۷۲
۷۸	سزا کی موزونیت	۱۸۱
۷۹	شبہ کا ازالہ	۱۸۵
۸۰	ثبوت زنا کیلئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں	۱۸۶
۸۱	نظیر	۱۸۸
۸۲	اسباب جرم	۱۸۸
۸۳	عذر لنگ	۱۸۹
۸۴	زنا کی تہمت کی سزا	۱۹۱

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۸۵	جرم کی شدت	۱۹۶
۸۶	سزا کا مناسب ہونا	۲۰۱
۸۷	سزا اور جرم میں مناسبت	۲۰۲
۸۸	چار گواہ نہ ہونے پر حد قذف جاری کرنے کی وجہ	۲۰۳
۸۹	محدود القذف کے مردود الشہادت	۲۰۵
۹۰	حد قذف کے جاری کرنے میں عقل و بلوغ ہونے کی شرائط	۲۰۶
۹۱	مہتمم میں عقل و بلوغ کی شرائط کی وجہ	۲۰۷
۹۲	شراب نوشی کی سزا	۲۰۸
۹۳	شرابوں کا حرام ہونا	۲۰۸
۹۴	حد والی شراب	۲۱۲
۹۵	اقسام شراب و شرائط حد	۲۱۴
۹۶	شرائط کے دلائل	۲۱۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۹۷	(پانچواں مقالہ) کیا سنگساری اسلامی سزا ہے	۲۴۰
	(چھٹا مقالہ) عورت کی نصف دیت	
۹۸	تمہید	۲۵۳
۹۹	قرآن شریف سے عورت کی نصف دیت کا اثبات	۲۵۶
۱۰۰	مردوں کا درجہ عورتوں سے بلند ہے	۲۵۶
۱۰۱	عورت اور مرد میں فرق	۲۵۷
۱۰۲	مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور ابطال مساوات	۲۵۹
۱۰۳	شوہر بیوی کو تنہا مار سکتا ہے	۲۶۲
۱۰۴	بغیر مرد تنہا عورت کی گواہی عام معاملات میں معتبر نہیں	۲۶۴
۱۰۵	جوابات شبہات	۲۶۶
۱۰۵	دوسرا شبہ	۲۶۷
۱۰۶	شریعت میں مرد کا حصہ عورت سے دو گنا ہونا اس کی دلیل ہے کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے	۲۷۰
۱۰۷	مرد کا حصہ دو گنا ہونے کی وجہ	۲۷۵

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۰۸	بعض صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہونے کی وجہ	۲۷۵
۱۰۹	احادیث رسول بھی وحی الہی ہیں	۲۷۷
۱۱۰	حجیت حدیث کے دلائل	۲۷۹
۱۱۱	حجیت اجماع و قیاس	۲۸۰
۱۱۲	احادیث نبویؐ	۲۸۱
۱۱۳	حدیث ضعیف کی افادیت اور اہمیت	۲۸۲
۱۱۴	نعمت عظمیٰ	۲۸۴
۱۱۵	احادیث سے عورت کی نصف دیت کا اثبات	۲۸۵
۱۱۶	سند کی تحقیق	۲۸۷
۱۱۷	ائمہ مجتہدین کے اقوال سے عورت کی نصف دیت کا ثبوت	۲۸۹
۱۱۸	عورت کی نصف دیت پر صحابہ کا اجماع	۲۹۲
۱۱۹	متعدد احادیث سے عورت کی نصف دیت کا ثبوت	۲۹۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۲۰	غور کیجیے	۳۰۰
۱۲۱	عورت کی نصف دیت ہونے پر اجماع امت کے دلائل	۳۰۱
۱۲۲	عورت کی نصف دیت ہونے پر قیاس شرعی	۳۰۲
۱۲۳	نصف دیت پر عقلی دلائل	۳۰۶
۱۲۴	تمہ	۳۰۸
۱۲۵	احادیث شیعہ	۳۰۸
۱۲۶	غیر مسلم عورتوں کی دیت	۳۰۹
	(ساتواں مقالہ) عورت کا فرض	
۱۲۷	ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض	۳۱۳
۱۲۸	ماں ہونے کی حیثیت سے عورت کا فرض	۳۱۴
۱۲۹	عورت کمال ایمان کا ذریعہ ہے	۳۱۶
۱۳۰	عورت بہترین اتالیق ہے	۳۱۸
۱۳۱	عورت بحیثیت مُرشد	۳۱۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۳۲	عورت کی بُرائی کا اثر اس کی اولاد میں	۳۲۰
۱۳۳	تمام عورتوں کو نصیحت	۳۲۱
	(آٹھواں مقالہ) توپین رسالت اور اس کی سزا	
۱۳۴	عرض مرتب	۳۲۵
۱۳۵	سلمان رشدی کی گستاخیوں سے متعلق برطانیہ سے استفتاء	۳۲۹
۱۳۶	الجواب	۳۳۲
۱۳۷	قرآن شریف کی بائیس آیات	۳۳۲
۱۳۸	چالیس احادیث مبارکہ	۳۳۵
۱۳۹	گستاخی کی سزا سے متعلق علمائے امت کا اجماع۔ دس حوالے	۳۶۴
۱۴۰	قیاس شرعی اور عقل کی روشنی میں سات وجوہات	۳۸۰
۱۴۱	فقہاء کرامؒ کے دس حوالہ جات	۳۸۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱۴۲	قتل مرتد کے طریقہ پر فقہ حنفی کی تین عبارات	۳۹۷
۱۴۳	معافی ایک دھوکہ ہے	۳۹۹
۱۴۴	خلاصہ (چھ نکات)	۴۰۱
۱۴۵	سچی توبہ سے قتل معاف ہونے کے قائل دو علماء کی عبارات	۴۰۳
۱۴۶	سچی توبہ کا طریقہ	۴۰۶
۱۴۷	ضمیمہ ۱ قائد ایران کے مثالی اقدامات (سات نکات)	۴۰۸
۱۴۸	ضمیمہ ۲ اسرائیل کا دنیا بھر کو الٹی میٹم (سات نکات)	۴۱۰
۱۴۹	استفتاء کے نمبر وار جوابات	۴۱۲
۱۵۰	فہرست آیات	

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى والصلوة والسلام على خاتم الانبياء - اما بعد
مقالات جمیل کے سلسلہ کی ایک اور کڑی ”اسلام اور حدود و تعزیرات“ آپ کے ہاتھوں
میں ہے۔ یہ والد ماجد حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے
جنہیں حضرت اقدس مفتی صاحب نے اسلام کے ادا و نواہی اور اسکے نظام حدود و تعزیرات پر سیر
حاصل بحث کی ہے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ اسلامی سزاؤں کو قرآن و حدیث اور اجماع شرعی سے
ثابت کیا ہے بلکہ انکی افادیت پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلامی سزاؤں
کے نفاذ ہی سے احوال امت کی اصلاح ممکن ہے۔ نیز مغرب زدہ معترضین کی جانب سے حدود
و تعزیرات پر کئے گئے قدیم و جدید اعتراضات کا کافی ثانی جواب بھی مرحمت فرمایا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین اور عنوانات و حواشی کا سہرا بھی حسب سابق برادر عزیزم ڈاکٹر
خلیل احمد تھانوی کے سر ہے جو اس سے قبل بھی اسی سلسلہ یعنی مقالات جمیل کی چار کتابوں اور احکام
القرآن کی چار جلدوں کو اپنے حواشی سے مزین کر کے مصنف شہود پر لاکھے ہیں۔ نیز انہوں نے حال
ہی میں جمیل الفتاویٰ کے نام سے حضرت مفتی صاحب کے فتاویٰ پر مقالہ لکھ کر کراچی یونیورسٹی سے پی
ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اسی طرح دین کی خدمت میں مشغول رکھیں
اور اس کتاب کو اور ادارہ لہذا سے شائع شدہ تمام کتب کو ذخیرہ آخرت بنائیں۔ آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین
مشرف علی تھانوی

عرض مرتب

الحمد لله رب العلمین

الحمد لله رب العلمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین.

اما بعد:

فقہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ قدس سرہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ نے ۳۵ سال مظاہر العلوم سہارنپور میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دئے۔ اس دوران ہزاروں طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۶۱ھ سے ۱۳۶۳ھ تک آپ امداد العلوم تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ قدس سرہ کی زیر سرپرستی فتاویٰ نویسی کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے مدرسہ میں آمدہ استفتاءات کے جوابات کے علاوہ حکیم الامت کے حکم سے احکام القرآن کی منزل ثالث و رابع کی تالیف شروع کی تیسری منزل قیام تھانہ بھون میں مکمل کی۔ اور چوتھی منزل ادارہ اشرف التحقیق میں مکمل فرمائی

تیسری منزل کو ادارہ اشرف التحقیق نے تین ضخیم جلدوں میں طبع کیا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ پاکستان تشریف لائے اور آپ ۱۹۵۲ء سے تا وفات ۱۹۹۴ء جامعہ اشرفیہ کی مسند افتاء پر فائز رہے۔ اور درس و تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائے اور سینکڑوں طلباء نے آپ سے حدیث و تفسیر کے علوم حاصل کئے۔ آپ اکثر دینی رسائل میں وقتی ضرورت کے تحت تفصیلی مضامین قلم بند فرماتے رہتے تھے۔ جس سے عوام و خواص مستفید ہوتے رہتے تھے ۱۹۸۷ء میں آپ نے جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے ادارہ اشرف التحقیق کی سرپرستی قبول فرمائی اور ہفتہ میں تین روز یہاں بیٹھ کر احکام القرآن کی منزل رابع کی تالیف شروع فرمائی، بحمد اللہ آپ نے اپنی آخر عمر میں اس تالیف کو مکمل فرمایا جو آج کل زیر طبع ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ نے احقر کو حکم دیا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے متفرق کام کو جمع کرو! چنانچہ اس پر کام شروع کیا گیا۔ اب تک الحمد للہ ادارہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کی تحقیقات پر مشتمل حسب ذیل کتب پیش کی جا چکی ہیں، احکام القرآن منزل ثالث عربی (تین جلد) دلائل وجوب

قربانی، مقالات القرآن، مقالات سیرت، مختصر قواعد میراث، نماز کے اہم مسائل، ان کے علاوہ جمیل الفتاویٰ (قیام تھانہ بھون میں لکھے گئے فتاویٰ) اور القصائد العربی (عربی قصائد) پر بھی کام مکمل ہو چکا ہے جو عنقریب پیش کیا جائے گا۔

اور اب آپ کی خدمت میں مفتی صاحبؒ کے آٹھ مقالات کا ایک مجموعہ (اسلام اور حدود و تعزیرات) کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔

پہلا مقالہ: ”اسلام کیا ہے“ کے نام سے خدام الدین جولائی/۱۹۶۵ء میں طبع ہوا تھا جس میں مفتی صاحبؒ نے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ پوری دنیا میں صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اپنی اصل شکل و صورت میں آج بھی موجود ہے اور جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ پاک نے اٹھائی ہے جو عین دین فطرت ہے اس کے تمام احکام و عبادات فطرت کے عین مطابق ہیں اس لئے نجات صرف اسلام پر عمل کرنے ہی میں ہے۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحبؒ کی ایک مستقل تصنیف خصوصیات اسلام بھی ہے جو کوکتب خانہ جمیلی نے طبع کیا ہے۔

دوسرا مقالہ: ”النواہی“ کے عنوان سے ہے آپ نے یہ مقالہ ۱۹۶۰ء میں لکھا جس کو محکمہ اوقاف پاکستان نے طبع کیا اس مقالے میں ان باتوں کا ذکر کیا گیا

ہے جن سے شریعت نے منع کیا ہے مثلاً شرک، کفر، قتل ناحق، خودکشی، زنا، زنا کی تہمت، حرام حیوانات، شراب، جوا، سود، رشوت وغیرہ، ان تمام ممنوعات کے منع ہونے کی وجہ اور ان کی بُرائی کو خوب واضح کیا ہے، اور ان کے ارتکاب سے پیش آنے والے نقصانات کو ذکر کر کے قرآن و حدیث سے ان کاموں کے منع ہونے پر دلائل بھی پیش کئے گئے ہیں۔

تیسرا مقالہ: ”غلامی اور اسلام“ اسلام کے ارکان میں سے جہاد ایک رکن اعظم ہے۔ دوران جہاد جو قیدی آتے ہیں ان کو غلام بنایا جاتا ہے اس پر بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام جیسے عظیم مذہب میں غلامی کا تصور ہے، مفتی صاحب نے اس مقالہ میں بتایا ہے کہ اسلام میں جو غلامی ہے وہ صرف نام کی غلامی ہے اس کی حقیقت تو آقا بنانا اور راحت و آرام پہنچانا ہے اسلامی غلامی کو زمانہ جاہلیت کی غلامی پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اس مقالہ میں اسلام میں غلامی کی حقیقت کو خوب واضح کیا گیا ہے۔

چوتھا مقالہ: ”اسلامی سزائیں“ یہ مقالہ ۱۳۹۲ھ البلاغ میں چھ قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالہ میں مفتی صاحبؒ نے اسلامی سزاؤں کے بارے میں لوگوں کے اس تاثر کو غلط ثابت کیا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں اور ان کا اجراء ظلم ہے۔ آپ نے ثابت کیا ہے کہ جس جرم کی جو سزا اسلام نے تجویز

کی ہے وہ عین اس جرم کے موافق ہے لوگ اصل میں ان جرائم کو ہلکا سمجھتے ہیں اس لئے ان پردی جانے والی سزاؤں کو سخت کہتے ہیں مفتی صاحبؒ نے ان جرائم کی حقیقت سے پردہ اٹھا کر بتایا ہے کہ ان جرائم پر جو سزائیں اسلام نے دی ہیں وہ عین عدل و انصاف پر مبنی ہیں اور ان کے اجراء سے معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

پانچواں مقالہ ”کیا سنگساری اسلامی سزا ہے؟“ مفتی صاحبؒ سے ایک صاحب نے استفتاء کیا کہ کیا سنگساری اسلامی سزا ہے اور اگر ہے تو یہ حد ہے یا تعزیر قرآن و حدیث اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے کہ نہیں؟۔

مفتی صاحبؒ نے اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے نہ صرف اس کا شرعی سزا ہونا ثابت کیا بلکہ بتایا کہ یہ حد شرعی ہے اس کا انکار کفر ہے۔ اور اس کو تعزیر کہنا غیر اسلامی کام ہے، (۱۹۸۱ء) میں ہفت روزہ خدام الدین نے اس کو ایک مقالہ کی صورت میں شائع کیا۔ اس موضوع پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی ایک مفصل تصنیف ”فرضیت رجم“ بھی ہے جو کتب خانہ جمیلی کا مران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن نے طبع کیا ہے۔ جو لوگ اس موضوع پر تفصیلی مباحث کا مطالعہ کرنا چاہیں وہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔

چھٹا مقالہ: ”عورت کی نصف دیت“ بعض حضرات نے عورت کی دیت کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی تھی تو اس کے جواب میں مفتی صاحبؒ نے ماہنامہ الخیر ۱۹۸۵ء میں عورت کی نصف دیت کے عنوان سے ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا جس میں قرآن پاک کی ۲۰ آیات، چالیس احادیث، اجماع صحابہؓ اور عقلی نقلی دلائل سے اس بات کو ثابت کیا کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے یہ انتہائی محققانہ مضمون ہے۔

ساتواں مقالہ: ”عورت کا فرض“ اس عنوان سے یہ مضمون اکتوبر ۱۹۵۶ء خدام الدین میں طبع ہوا تھا اس میں مفتی صاحبؒ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ عورت کے فرائض کیا ہیں کیونکہ عورت ہی وہ مکتب ہے جہاں سے نقش اول انسان کے دل پر ثبت ہوتا ہے لہذا اس کا دیندار ہونا ضروری ہے۔ اور علوم دینیہ سے واقف ہونا بھی اس لئے کہ اگر وہ خود علوم سے واقف ہوگی تو اس کی تربیت میں چلنے والے بچے بھی بلند مراتب حاصل کریں گے۔ اور اگر وہ خود ناواقف دین اور بد اخلاق ہوگی تو بچوں پر بھی اس کا اثر پڑیگا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج

تاثر یا می رود دیوار کج

آٹھواں مقالہ: ”توہین رسالت اور اس کی سزا“ سلمان رشدی ملعون

نے جب اپنی مغلطات ایک انگریزی ناول کی شکل میں شائع کیں جس میں انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخی کی گئی تھی تو اس کی سزاء کے متعلق ایک بحث چل نکلی اور مفتی صاحبؒ کی خدمت میں برطانیہ سے اس سلسلہ میں ایک استفتاء آیا آپ نے اس کا مفصل جواب لکھنے کے لئے مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب کو حکم دیا کہ اس سلسلہ میں قرآنی آیات و احادیث کو جمع کیا جائے۔ انہوں نے آیات و احادیث جمع کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیں۔ تو تیس آیات چالیس احادیث اجماع امت اور عقلی و شرعی قیاس کی روشنی میں آپ نے گستاخ رسول کی سزاء کے متعلق ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا جو ماہنامہ الحسن کی ۱۴۰۹ھ کی خصوصی اشاعت میں شائع ہوا بعد میں مولانا محمود اشرف صاحب عثمانی نے اس کو جدید عنوانات سے توہین رسالت اور اس کی سزاء کے عنوان سے کتابی شکل میں ادارہ اسلامیات سے طبع کرایا۔ اس موضوع پر یہ انتہائی محققانہ مضمون ہے۔

احقر نے اس کتاب میں حضرت اقدس مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کے ان مقالات کو یکجا کر دیا ہے جن میں مفتی صاحبؒ نے مذہب اسلام کی حقانیت، اور اس کے اوامر و نواہی کی افادیت کو بیان کیا ہے نیز حدود و تعزیرات کے سلسلے میں قرآن و حدیث میں جو احکام بیان کئے گئے

ہیں وہی عین عدل و انصاف ہیں ان کا نفاذ ہی ایک فلاحی اسلامی مملکت کے قیام کا باعث ہو سکتا ہے اس لئے جن مقالات میں مفتی صاحبؒ نے اسلامی سزاؤں کو بیان کیا تھا وہ اس کتاب جمع کردئے گئے ہیں۔ مفتی صاحبؒ کے مقالات کے مسودات چونکہ موجود نہیں ہیں۔ یہ مقالات مختلف رسائل کی ورق گردانی کے بعد جمع کئے گئے ہیں ممکن ہے اس موضوع پر مفتی صاحبؒ کے کچھ اور مقالات بھی ہوں جو احقر کی نظر سے نہ گذرے ہوں۔ اس لئے اگر کسی صاحب کے پاس کوئی اور مضمون ہو تو وہ بندے کو ارسال کر دیں آئندہ ایڈیشن میں شامل اشاعت کر لیا جائے گا۔ احقر نے ان مقالات کو مرتب کیا ان پر عنوانات کا اضافہ کرنے کے ساتھ پیرا گرافی بھی کی اور بعض مشکل الفاظ پر حواشی لکھ کر عام قاری کے لئے اس کو آسان سے آسان تر کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس میں مذکور آیات و احادیث کی ایک فہرست بھی کتاب کے آخر میں درج کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائیں میرے لئے اس کو ذخیرہ آخرت بنائیں اور مفتی صاحبؒ کے لئے بلندی درجات کا باعث بنائیں۔

مقالات جمیل کے سلسلہ کی یہ پانچویں کتاب ہے۔ اس کے بعد ایک چھٹی کتاب انشاء اللہ مقالات فقہیہ پڑنی پیش کی جائیگی۔ قارئین سے درخواست

ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ احقر کو اس سلسلہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور احکام القرآن کا جو کام باقی رہ گیا ہے اس کو بھی جلد مکمل کرائے۔ نیز مفتی صاحب کی سوانح اور جمیل الفتاویٰ کی بھی جلد تکمیل کر کے ہدیہ قارئین کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس سلسلے میں پیش آمدہ مشکلات تو دور فرمائیں۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

خادم: ادارہ اشرف للتحقیق والبحاث الاسلامیہ

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ۔ لاہور

۱۴ شعبان ۱۴۲۴ھ



اسلام کیا ہے؟

ضرورت مذہب

ہر آدمی میں جو روح و جسم کا مجموعہ ہے دو قوتیں ہیں۔ روح میں فرشتوں والی اور جسم میں جانوروں والی یا یہ کہئے نیکی اور بدی کی یا شرافت اور ذلت کی اور ہر عقل کی فطری خواہش یہی ہے کہ نیکی و شرافت کو بالادستی حاصل ہو اس کے لئے کسی ضابطہ کی ضرورت ہے، وہ خدائی ہو یا انسانی مگر دونوں میں وہی فرق ہوگا جو دونوں ضابطہ والوں کا فرق ہے خدا اور انسان کا۔

پھر آدمی کو اپنی ان قوتوں سے کام لینے کے دو راستے ہیں ایک وہ تعلق جو خالق و مخلوق میں ہے دوسرا وہ جو مخلوق و مخلوق میں ہے اور ہر قوت کے درجے بھی ہوں گے ان سب کے لئے بھی خدائی آئین درکار ہے۔ یہی آئین مذہب ہے جو خدائی ہوگا صحیح ہوگا دوسرا ہوگا تو صحیح نہ ہوگا۔

ثبوت مذہب

تمام دنیا میں خدائی قانون وحی الہی حرف حرف بعینہ کہیں محفوظ نہیں رہا سوائے اسلام کے کہ یہاں آج تک حرف حرف حرکت حرکت محفوظ

ہے۔ اس لئے انسانی شرافت و نیکی اور ان کے تعلقات و درجات کے خدائی قانون صرف اسلام ہی رکھتا ہے۔ دوسری کوئی قوم نہ اصل رکھتی ہے نہ حرف حرف نہ معتبر طریقہ سے محفوظ بلکہ ملی جلی یا کوئی غیر اصلی یا بے ثبوت۔ اس لئے اسلام کے سوا کوئی اور صحیح قانون ہو ہی نہیں سکتا، جو انسان کو انسان یعنی شرافت و نیکی کا پتلا بنا سکے اور جانوروں کی خباثتوں سے بچا سکے۔ اگر آدمی کو کامل انسان بننا ہے تو اسلام ہی کے دامن میں آنا ہوگا۔

اگر ان ملی جلی باتوں (۱) میں کہیں کوئی وحی الہی کا جملہ بھی آجائے گو کسی جملہ پر یہ یقین نہیں کہ وہ وحی کا ہے یا دوسرا مگر پھر بھی اس کی تشریح کی ضرورت ہے۔ اس کی تشریح صحیح و قوی وہی ذات کر سکتی ہے جس پر وہ وحی نازل ہوئی اور اس کو سمجھا سمجھا کر بتائی گئی ہے۔ اس کا قول، فعل، حالات، برتاؤ، اخلاق، معاشرت، سیاست، وحی الہی کی تشریح بن سکتی ہے۔ پورے عالم پر نظر ڈال کر دیکھ لیا جائے تو اول تو صاحب وحی سے پوری طرح یہ تشریحات قولیہ و عملیہ دستیاب نہیں ہوتیں اور اگر کچھ ہوتی ہیں تو ان کے نقل کا کوئی ذریعہ قابل بھروسہ کے نہیں۔

یہ صرف اسلام کو ہی فخر حاصل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات و انعال و احوال طور طریق اور اندر باہر تک کے حالات جو وحی الہی (۱) غیر مسلموں کے پاس جو آسمانی کتابیں ہیں تو ریت و انجیل وغیرہ۔

کی مکمل تشریحات ہیں آج تک موجود ہیں۔ اور پھر تاریخوں کی طرح بے ثبوت نہیں کہ نقل کرنے والوں کا پتہ ہی نہ ہو یا ہو تو ان کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو بلکہ اسلام میں اس وقت سے لے کر حضور ﷺ تک پوری سند اور نقل کی ہر کڑی پر راوی کے معتبر و غیر معتبر ہونے کے پورے حالات (۱) موجود ہیں اور مسلمانوں نے اس کے لئے پورا فن کا فن بنا رکھا ہے جس سے معتبر اور دوسرا درجہ (۲) کی معتبر اور نامعتبر (۳) الگ الگ چھان پچھوڑ کر رکھ رکھی ہیں۔ یہی فن علم حدیث ہے۔

اسلام کا کوئی نظریہ (۴) ایسا نہیں ہے جو نہایت معتبر ذریعہ سے وحی الہی یا وحی الہی کی تشریح (۵) سے نہ ہو، اب کس قدر محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس قدر پختہ ثبوت سے خدائی آئین ہوتے ہوئے دوسری کوئی تجویز اپنی گردن کا طوق بناتے اور واقعی و حقیقی قانون سے محروم رہتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ جانوروں کے طریقہ سے نکل کر پورا انسان بننے کے اصلی و واقعی

(۱) چنانچہ اس فن کو اسماء الرجال کہتے ہیں جس میں راویوں کے حالات بیان کئے جائیں (۲) مطلب یہ ہے کہ معتبر تو ہے لیکن درجہ دوم میں مطلب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اگر اس کے مقابل یا معارض کوئی حدیث صحیح ہو تو اس کو ترک کیا جائے گا ورنہ اسی پر عمل ہوگا۔ یا اول درجہ کی حدیث تو وہ ہے جو متواتر ہے کہ اس سے فرضیت و وجوب ثابت ہوتا ہے اور دوم درجہ کی معتبر ہے کہ خبر واحد ہو کہ اس سے سلیت و استحباب ثابت ہوتا ہے (۳) یعنی موضوع احادیث (من گھڑت) کو معتبر احادیث سے الگ محدث نے لکھ دیا ہے (۴) عقیدہ (۵) قرآن یا حدیث متواترہ سے ثابت نہ ہو۔

قاعدوں سے محروم ہیں۔

خدائی وحی نقلی چیز ہے جو نقل در نقل ہو کر بعد کے لوگوں کو پہنچتی ہے اور کوئی نقلی بات یقینی طور سے کس دلیل سے ہو سکتی۔ اس کی دلیل ساری دنیا میں فقط ایک ہی دلیل ہے کہ اول سے آخر تک اس کو دیکھ سن کر نقل کرنے والے اس قدر زیادہ ہوں کہ عقل ان کے جھوٹا ہونے کو محال سمجھے۔ جیسے ہر شخص بہت سے ملکوں، آبادیوں، حکومتوں، دریاؤں وغیرہ وغیرہ کے موجود ہونے کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے نقل کرنے والے ہر زمانہ میں اتنے رہے ہیں کہ عقل ان سب کو جھوٹا نہیں کہہ سکتی۔ یہی صرف ایک دلیل ہے کسی نقلی (۱) چیز یا بات کے یقینی ہونے کی اسی طرح وہ وحی الہی یقینی ثابت ہوگی جو اس طرح سے نقل ہوگی۔ جس میں ذرا خلل ہے وہ بے ثبوت ہے۔ اسلام میں وحی الہی اسی طرح ہے اور دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس لئے ثبوت کے درجہ میں اسلام کی تعلیمات ہی صحیح ترین خدائی تعلیمات ہیں۔

تعلیمات اسلام

پھر جب ہم تعلیمات کا تجزیہ کرتے ہیں تو وہ تمام دنیا کی تعلیمات

(۱) جو بات اوپر سے نقل ہو کر آرہی ہے عقل سے سمجھ میں نہ آ سکے اور واقعات سب کے سب نقلی ہیں جن کے ثبوت کے لئے ایسی ہی دلیل کی ضرورت ہے۔ اسلام کے تمام احکام اور عقائد ایسی ہی دلیلوں سے ثابت ہیں اس لئے دوسروں کے مقابلہ میں بہت معتبر ہیں۔

سے فوقیت لئے ہوئے ملتی ہیں کہ کوئی اور تعلیم ان کے قریب بھی نہیں پہنچتی گو یقینی ثبوت کے بعد اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی، کیونکہ جب یقینی طور سے دنیا بھر میں کسی کا خدائی تعلیم ہونا ثابت ہے اور دوسری تعلیمات یقینی نہیں ہیں انسانی آمیزش کا احتمال رکھتی ہیں تو ضرور ہے کہ خدائی تعلیم غیر خدائی سے بدرجہا اعلیٰ ہوگی اگر کوئی عقل اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے تو یہ قصور اس عقل کے ناقص ہونے کا ہوگا نہ تعلیم کا۔ اگر ثبوت مل جائے کہ سورج طلوع کئے ہوئے ہے اور کسی کو ضعف بصر^(۱) یا اندھے پن سے روشنی نظر نہ آئے تو قصور اس کی نظر کا ہوگا نہ کہ سورج کا۔

خدا کی ذات و صفات پر ایمان

خالق کے ساتھ جو تعلق ہے اس کا سب سے پہلا مرحلہ اس کی ذات کے وجود پر اور اس کی صفات پر ایمان لانا ہے۔ یہ اسلام کی تعلیمات کا پہلا جز ہے۔ بالکل کھلی بات ہے کہ یہ سارا کارخانہ عالم لامحالہ کسی کے موجود کرنے سے موجود ہو سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والی کوئی ذات ہو اور پھر اس کو تمام عمدہ صفات میں سب سے بے انتہا بالا ماننا ضروری ہے کہ اس کے قریب تک بھی کوئی نہ پہنچ سکتا ہو۔ چہ جائیکہ

(۱) نگاہ کی کمزوری۔

مشابہت یا کسی بات میں شرکت رکھ سکے۔ ورنہ پھر وہ ذات سب سے اعلیٰ نہ ہوئی اور یہ ایک تو ہین بن گئی اور اعلیٰ نہ ہوئی تو سب کو وجود بخشنے والی بھی نہ ہوئی۔

یوں گمان کر لینا کہ جب تک ہم دیکھ نہ لیں نہیں مان سکتے صرف بچوں والی ہٹ (۱) سے زیادہ درجہ نہیں رکھ سکتی کیونکہ دیکھ تو اس کو سکتے ہیں جو دیکھی جانے والی چیز ہو اور جو چیز ایسی نہیں ہے اس کا بھی علم ہر شخص کو ہوتا ہے گو دیکھ نہیں سکتا یعنی کسی چیز کا علم ہونے کے لئے دیکھنا ہی ضروری نہیں۔ علم کے ذرائع اور بھی ہیں اگر ان سے علم ہو جائے تو دیکھ نہ سکنے کی وجہ سے ان کا انکار نہیں ہو سکتا اور یہ غلطی عظیم ہوگی۔ خوشبو بد بو آنکھ سے نظر نہیں آ سکتی۔ میٹھا کڑوا، کھٹا ہونا دیکھا نہیں جاسکتا۔ کسی چیز کا ٹھنڈا گرم ہونا نظر سے محسوس نہیں ہو سکتا۔ آواز کا سخت و نرم ہونا الفاظ وغیرہ بھی آنکھ سے نظر نہیں آ سکتے تمام عقلی قاعدے کلی مفہومات ان میں سے کسی ذریعہ سے بھی نہیں معلوم ہو سکتے آنکھ سے دیکھنا درکنار اور خود یہ کسی کا دیکھ سکتا بھی دوسرے کو نظر نہیں آ سکتا مگر سب ان چیزوں کو مانتے ہیں کیونکہ اپنے اپنے ذریعوں سے ہر ایک کا علم ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ ان چیزوں کو ہم دیکھ لیں تو مانیں غلطی ہی غلطی ہے ہر قوت خواہ کسی چیز کی ہو نظر نہیں آتی۔ صرف ان چیزوں کے آثار (۲) نظر

(۱) بچوں کی ضد (۲) اور ان آثار ہی سے اس کے وجود پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔

آتے ہیں ان سے دلیل لے کر اس کا یقین ضروری ہے اور انکار کرنا غلطی ہے۔

تمام ممکنات نہ خود بخود موجود ہو سکتی ہیں نہ معدوم^(۱) کیونکہ ممکن ہے ہی وہ جس کے لئے نہ وجود لازمی ہو نہ عدم اس لئے لامحالہ اس کے لئے کوئی وجود میں لانے اور معدوم کرنے والی ذات کی ضرورت ہے ورنہ وہ نہ موجود ہو سکے گی نہ معدوم۔ پھر وہ بات اگر ممکن ہی مانی جائے گی تو اس کا بھی یہی حال ہوگا کہ نہ خود موجود ہو سکے گی نہ معدوم۔ پھر اس کے لئے کسی اور ذات کی ضرورت ہوگی آخر یہ سلسلہ کسی ایسی ذات پر ختم ہونا ضروری ہے جو خود بخود لازمی وجود سے ہو یہی ذات خدا ہے۔

ابتدائے دنیا سے آج تک ہر قوم میں ایسی ذات کا وجود تسلیم ہوتا رہا ہے اور عقلاً بھی ضروری ہے مگر حقیقی تعلیم سے ہٹ جانے کی وجہ سے لوگ بہک بہک گئے ہیں حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیج بھیج کر ہمیشہ رہنمائی فرمائی ہے اور ہمیشہ ہر آسمانی دین کا اصل اصول^(۲) بے مثال ذات کے وجود کا رہا ہے اور یہ بالکل صاف اور کھلی بات بھی ہے اور اسی طرح کی ہر صفت کا ایسا ہونا جو دوسروں سے اس کو اتنا اعلیٰ ظاہر کرے کہ کوئی اس کے قریب کا بھی

(۱) ختم ہو سکتی ہے (۲) تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے ہوئے مذہبوں کا بنیادی عقیدہ وجود باری تعالیٰ کے اثبات کا رہا ہے۔

نہ ہو پائے (۱) خدا ہونے کے لئے ضروری ہے۔

عام آسمانی کتابوں پر ایمان

اسلام ان تمام کتابوں پر ایمان رکھنے کی بات کرتا ہے جو بھی خدا تعالیٰ نے ابتدائے دنیا سے لے کر حضور ﷺ تک پر نازل فرمائی ہیں مگر جیسی وہ نازل ہوئی تھیں ان ہی کے حق ہونے پر ایمان لازم ہے۔ اور یہ بالکل صاف بات ہے کہ جب خدا پر ایمان ہوگا تو اس کے ہر ہر کلام پر ایمان ضروری ہے یہ تو دھوکہ بازی ہوگی کہ دعویٰ تو خدا پر ایمان کا اور اس کے ارشادات میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ خدائے پاک پر بھی پورا ایمان نہ ہوا لیکن صحف جیسی نازل ہوئی تھیں کلام الہی وہی تھیں ان پر ایمان ہو سکتا ہے۔ اگر کسی قوم کے پاس وہ محفوظ (۲) ہوں۔

لیکن ان کے ترجمے اور وہ بھی بے سند اور اصل نہ ہونے سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ صحیح بھی ہیں یا نہیں اور پھر ابتدا میں ایک معمولی آدمی نے لکھ لی ہوں اور پھر اس میں رد و بدل ہو گیا ہو جیسے آج بعض نام نہاد آسمانی کتابوں کے ہر ایڈیشن پر ترمیم شدہ کا لفظ بھی بتا رہا ہے کہ بعینہ اصل نہیں رہی اور ہر لفظ میں یہ شبہ ہو گیا ہو کہ وحی کا لفظ ہے یا ترمیم کا پھر اصل کے بجائے

(۱) اسی طرح تمام صفات میں خدا کا یکنا ہونا بھی سب کا عقیدہ رہا ہے (۲) جو کہ نہیں ہیں۔

ترجے ہی ترجے جن کا صحیح و غلط ہونا بھی اصل موجود نہ ہونے سے معلوم ہی نہیں ہو سکتا اب ان پر اگر کوئی ایمان لے آئے اور ان کو خدا کا کلام قرار دے لے تو غور کر کے فرمائیے کہ کیا یہ خدا پر تہمت نہیں کہ بے ثبوت بات کو خدا کا کلام کہا جا رہا ہے (۱)۔

تمام انبیاء و فرشتوں پر ایمان

اسلام میں یہ ضروری ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک جتنے بھی نبی خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں اور ان کی نبوت یقینی دلیلوں سے ثابت ہے ان پر بھی ایمان لایا جائے مگر ان کو انسان بندہ مخلوق لیکن نبی سمجھ کر خدا کے ساتھ کسی صفت میں برابری کا درجہ نہ دیا جائے۔ یہ ایسی صاف بات ہے کہ جب خدا پر ایمان ہے اور خدا ہمیشہ سے ہمیشہ تک موجود ہے تو جس جس کو اس نے نبی بنا کر بھیجا ہے اگر کسی ایک کا بھی کوئی انکار کرے گا تو وہ خدا پر ایمان رکھنے میں سچا نہ ہوگا۔ اسلام کسی نبی کی امت کے لئے کوئی اور چیز نہیں ہے بلکہ خدائے بے مثل پر اور ہر نبی پر ایمان ہے اور ہر کتاب الہی پر ایمان ہے، اور نبیوں پر احکام لانے والے فرشتے ہیں اس پر بھی ایمان ضروری ہے اور ان پر بھی جن کا ذکر وحی الہی میں ہے۔ کیونکہ بغیر

(۱) چنانچہ موجودہ توریت و انجیل کے تراجم خدائی کلام نہیں ہیں۔

ان کو تسلیم کیے وحی الہی کو ہی تسلیم نہ کرنا ہے۔

دوسری زندگی پر ایمان

اسلام میں اس دنیا سے جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور نیک و بد کا انعام و سزا پانا اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ ذرا سے غور کر لینے پر یہ بھی بالکل فطری بات معلوم ہوگی۔ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے، روح و جسم کا، جسم تو عنصری (۱) ہے اسی نیچے (۲) کے عالم سے بنایا گیا ہے اور روح عالم بالا (۳) کی نورانی شے (۴) ہے اس عالم عنصریات (۵) کی نہیں ہے۔ پھر زندگی اس کا نام ہے کہ روح عالم بالا سے آکر اس عالم خاکی کی مصنوعی چیز جسم میں حلول کر جائے اور موت اس کا نام ہے کہ روح الگ اور جسم الگ ہو جائے اب الگ ہونے کے بعد اپنے اپنے مقامات میں ہر ایک کو لوٹ جانا ہے جسم عنصری عنصریات (۶) میں اور روح عالم بالا کی شے عالم بالا (۷) میں واپس ہو جائے۔

لیکن غور اس پر کرنا ہے کہ یہ روح و جسم کا عارضی میل کیوں ہوا تھا یعنی زندگی کا مقصد کیا تھا تو اب جو ہم کائنات عالم پر غور کرتے ہیں تو معلوم

(۱) عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی ہوا سے بنا ہے (۲) یعنی زمین سے (۳) اوپر کے عالم (۴) چیز (۵) یعنی دنیا جو ان عناصر سے مرکب ہے (۶) اسی لئے جسم کو دفن کرنے کا حکم ہے (۷) یعنی اعلیٰ علیین میں جو روح کا مقام ہے وہاں چلی جائے۔

ہوتا ہے کہ انکے اس دنیا میں آنے کی غرض ادنیٰ درجہ کی چیز کا اعلیٰ درجہ کی چیز کے کسی فائدہ کے لئے ہونا ہے اور اس ادنیٰ کے اوپر جتنے درجوں کے اعلیٰ ہوں گے یہ سب کے فائدہ و ضرورت کی ہوگی کہ اگر یہ نہ ہوں تو ان کے فائدے اور ضرورتیں بند ہو جائیں جمادات (۱) اپنے سے اعلیٰ نباتات حیوانات (۲) اور انسان سب کے فائدے و ضرورت کے ہیں، نباتات اپنے سے اعلیٰ حیوانات اور انسان کے فائدے و ضرورت کے لئے ہیں۔ اگر ادنیٰ میں سے کوئی قسم کی ایک چیز بالکل معدوم (۳) ہو جائے تو اس سے اوپر والے کا کوئی نہ کوئی فائدہ و ضرورت بند ہو جاتی ہے۔ مگر اعلیٰ معدوم ہو جائے تو ادنیٰ کی کوئی ضرورت بند نہیں ہوتی۔ اب دیکھئے کہ انسان تو ان جمادات، نباتات، حیوانات میں سے کسی کی غذا یا دوا یا آرام و راحت کا کام دینے کسی قسم کے فائدے اور ضرورت کا نہیں اور یہ سب انسان کے فائدے و ضرورت کے ہیں چنانچہ ہر ایک پوری قسم کے نہ ہونے پر انسان کا کوئی نہ کوئی فائدہ و ضرورت بند ہو جاتی ہے مگر انسان کے بالکل معدوم (۴) ہو جانے سے جمادات، نباتات، حیوانات کسی کا کوئی فائدہ و ضرورت بند نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ سب سے انسان ہی افضل ہے اور سب کے وجود سے انسان اور

(۱) اینٹ، پتھر مٹی وغیرہ (۲) پودوں جانوروں اور انسان (۳) دنیا میں بالکل نہ رہے (۴) بالکل ناپید ہو جانے

درمیانی مگر اس سے اعلیٰ نوع کی ضرورت اور فائدے وابستہ (۱) ہیں اور اس کے وجود سے انسان اور ان اعلیٰ کی ضرورتیں اور فوائد پورے کرانے مقصود ہیں اور دوسروں سے جو اعلیٰ ہیں اس سے فقط انسان کے فوائد و ضروریات۔ مگر انسان اس میں سے نہ کسی کی ضرورت کا ہے نہ فائدے کا۔ معلوم ہوا وہ ان میں سے کسی کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اب اس کا وجود بیکار تو ہو نہیں سکتا یہ کسی اور اعلیٰ ترین مقصد کے لئے ہے کیونکہ سب سے اعلیٰ کے لئے مقصد حیات بھی سب سے اعلیٰ ہی درکار ہے۔

موجودات میں سے سب کو آلات سینگ ناخن بڑے دانت وغیرہ اپنے بچاؤ کے لئے اور پھر سردی گرمی سے بچنے کے لئے پر، اون، بال حسب مزاج عطا فرمائے گئے ہیں مگر انسان کو یہ چیزیں عطا نہیں فرمائیں اور جب یہ ضرورت و فوائد کے اعتبار سے اعلیٰ بھی تھا اس کو تو سب سامان ملنے تھے۔ خصوصاً جب کہ اس کی طاقت و قوت سے بہت زیادہ بعض دوسروں کو طاقت و قوت عطا فرمائی گئی ہے اس کے لئے تو بڑے بڑے سامانوں کی ضرورت تھی مگر اس کو ایک ایسا جو ہر عطا فرما دیا ہے جو ان کو کسی کو میسر نہیں اور وہ ان کے سب ہتھیاروں اور سامانوں سے بڑھ کر ہتھیار اور سامان کا ذریعہ ہے یعنی عقل۔ اس کو ایسی عجیب قوت عطا فرمانے سے بھی معلوم ہوا کہ یہ (۱) ہر نوع اپنے سے اعلیٰ نوع کے لئے مفید ہے۔

موجودات دنیا میں سے کسی کے واسطے نہیں وہ سب اس کے واسطے ہیں یہ کسی اور عظیم الشان کام کے واسطے ہے جو کسی کے بس کا کام نہیں۔ اسلام کہتا ہے وہ کام اس کا خدائے وحدہ کی بندگی کرنا ہے۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾^(۱) (میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا وہ میری عبادت کریں) پھر چونکہ بندگی دوسری عقل والی مخلوقات بھی کر سکتی ہیں مثلاً فرشتے تو اس کی بندگی کو ان سے بھی کوئی فوقیت حاصل ہونی ضروری ہے کیونکہ فرشتے بھی اسی کے کام^(۲) آتے ہیں یہ ان کے کام نہیں آتا، یہ ان سے بھی اعلیٰ ہوا، تو اس کا کام بھی ان کے کام سے اعلیٰ ہوگا۔ یہ ہواؤں کا چلانا موسموں کا بدلنا زمین و آسمان، چاند سورج ستاروں کو حرکت میں لانا وغیرہ وغیرہ جن سے انسان کے لئے اوقات اور راحت وغیرہ کے سامان ہوتے ہیں انہی^(۳) کے متعلقہ کام ہیں مگر خود انسان ان کے بھی کسی کام کے لئے نہیں، اس لئے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ایسی بندگی کے لئے ہے جو فرشتوں سے بھی نہیں ہو سکتی، وہ یہ کہ اس کی بندگی تصادم و ٹکراؤ اور مخالفت نفس و شیطان کے ساتھ ہوتی ہے۔ فرشتوں میں نفس نہیں، شیطان کا وہاں دخل نہیں اور پھر ان میں مادہ ہی نافرمانی کا

(۱) سورۃ الذاریات آیت ۵۶ (۲) انسان کے (۳) فرشتوں کے متعلق مذکورہ کام ہیں جو انسان کے فائدہ کے لئے ہیں تو گویا فرشتے بھی انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

نہیں (۱) ارشاد ہے۔ ﴿لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ﴾ (۲) (فرشتے نافرمانی نہیں کر سکتے اللہ کی جو بھی وہ حکم دے) چنانچہ انتظامات عالم میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ طلوع وغروب لیل ونہار (۳) ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہوتے جو جس دن تاریخ کے لئے ہیں ہمیشہ ویسے ہی اس کیلئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مخالفت کے ساتھ جو عبادت ہوگی وہ اس عبادت سے جو بلا مخالفت ہو زیادہ قابل قدر ہے۔ جیسے بھوکے کا دوسرے کے مال سے اور جو شیلے نو جوان کا حرام سے بچنا ورنہ ہیضہ (۴) والے اور نابالغ کا بچنا کیا کمال ہو سکتا ہے۔

چونکہ ان بدیوں کا مقام جن سے ٹکر لے کر کامل بندگی کرتا ہے عالم بالا (۵) نہیں ہے اور مخالفت کے لئے ان کا ہو سکرنا لازمی تھا اس لئے روحوں کو عصری جسم دے کر جن میں آگ کی تیزی و سر بلندی جلانا پھونک دینا، مٹی کا ہضم کر لینا پانی کا ہر نشیب میں جھک پڑنا ہر رنگ لے لینا، ہوا کا یہاں وہاں جانا آنا ہر خوشبو بد بو قبول (۶) کر لینا ان سب کا مجموعہ بدیوں کا خمیر نفس تھا۔ انسان میں یہ سب اثرات کا مجموعہ بندگی کی رکاوٹ بنا اور شیطان الگ

-
- (۱) اس لئے وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے (۲) سورۃ التحریم آیت ۶ (۳) رات دن (۴) ہیضہ ایک بیماری ہے جو زیادہ کھانے سے ہوتی ہے جس کو ہیضہ ہوا اگر وہ کسی کے مال کو نہ کھائے تو کیا کمال ہے اور بچہ میں چونکہ قوت ثبوت یہ نہیں اس لئے اس کا حرام سے بچنا کمال نہیں (۵) جنت نہیں (۶) یہ سب عناصر رابعہ کے خواص نہیں جن سے انسان مرکب ہے۔

مانع^(۱) ہوا اب یہ دنیا میں چند روز کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تصادم کے ساتھ ان مخالفوں پر غالب ہو کر ویسی عبادت کرے جو عمدہ ترین اور فرشتوں تک کی عبادت سے بھی افضل ہے۔ ساری مخلوق سے بہترین کام کے لئے ہی ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت کی تمام مخلوقات پیدا فرما کر اس کو سوائے پرہیزی^(۲) چیزوں کے سب کے استعمال کا حق دیا ہے۔ ہر انسان کی زندگی کی اصلی غرض صرف یہی ہو سکتی ہے کہ تمام جائز موجودات سے کام لے کر نفس و شیطان کو زیر کر کے فرشتوں سے بہتر بندگی کرے اس کام کا وقت دنیا کی زندگی ہے اور انعام و سزا کا وقت کام کے وقت کے پورا ہو جانے کے بعد ہی ہونا ضروری ہے۔ اس لئے دینوی جسم سے الگ یعنی موت ہو جانے کے بعد ہی جزا و سزا کا مکمل کا ہونا قرین عقل ہے^(۳)۔

ایک شبہ کا جواب

رہا یہ کہ وہاں یہ جسم نہیں تو سزا و جزا روح و جسم دونوں کو نہ ہوئی صرف ایک کو ہوئی اور ہونی چاہیے تھی دونوں کو تو یہ دنیا ہی میں ہو سکتی ہے اور وہاں اگر بلا جسم سزا ہوئی تو ایک کو ہوئی اور اگر دوسرے جسم کے ساتھ ہوئی تو وہ بے قصور ہے تو حقیقت یہ کہ انسان اصل میں تو روح ہی ہے اس کو دنیا میں

(۱) رکاوٹ ہوا (۲) حرام چیزوں کے استعمال سے (۳) عقل کے مطابق ہے۔

کام کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جسم اور اجزا تو کام کے آلات ہیں۔ یا جسم تو ایک لباس کی طرح ہے سردی کا لباس گرمی میں اور گرمی کا سردی میں بدل دینے سے اصل تو نہیں بدل سکتا اور وہ جسم^(۱) بھی اسی جسم کے بعض اجزا سے ہے۔ گو کسی کی نظر میں وہ جز جز نہ معلوم ہوں مع اور اضافات کے مکمل کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے اصل روح ہے اسی کو جزا و سزا ضروری ہے۔ دنیا میں بھی دیکھا جا رہا ہے کہ مقصود روح ہے۔ ہاتھ یا پیر آنکھ ناک کان کٹ جائیں تو انسان انسان رہتا ہے۔ یہ سب باقی ہوں اور موت آجائے اور روح نہ ہو تو انسان نہیں رہتا^(۲)۔ بلکہ عقل نہ رہنے سے بھی پاگل آدمی انسان ہی رہتا ہے، تو انسان نام روح کا ہے نہ جسم کا، نہ عقل کا اور تکلیف بھی روح کو ہی ہوئی۔ جس حصہ سے روح کا تعلق نہیں اس کو تکلیف نہیں ہوتی جیسے بالوں اور ناخنوں کے کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی اس لئے اصل چیز روح ہی ہے جزا و سزا اسی کو ہونی ضروری ہے جو اس کام کے وقت کے گزر جانے یعنی اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد میں دوسری زندگی^(۳) یعنی روح کو اور جسم ملنے پر ہونا لازمی ہے اور یہ دوسری زندگی بھی لازمی ہے ورنہ اس زندگی کی نیکی بدی کی جزا و سزا کا کوئی محل نہیں ہو سکتا، جبکہ سزا و جزا کام کا وقت ختم ہونے کے

(۱) یعنی وہ جسم مثالی جو اس کو دوسرے عالم میں دیا جائیگا (۲) بلکہ اس کو لاش کہتے ہیں (۳) یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر۔

بعد ہی (۱) ضروری ہے اور اس کی بھی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وقت کے آخری جز میں بھی کوئی ایسی صورت اختیار کر جائے جو تمام کام کا بدل (۲) یا قائم مقام بن سکے۔ اس لئے اس وقت کے بعد ہی جزا و سزا ہونی عقلاً ضروری ہے اور جزا و سزا کا نہ ہونا اس دنیا کی زندگی کو بیکار کر دینے کے مترادف ہے جو حکمت والے خالق کی شان کے خلاف ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے عقلاً نہایت ضروری ہے کہ سزا و جزا بھی ہو اور ضروری ہے کہ کام کا وقت ختم کرنے کے بعد ہو اسی لئے ہر آسمانی مذہب میں یہ عقیدہ سختی سے رہا ہے اور یہی اسلام میں ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے جو ابد الابد کے لئے ملے گی۔ فرمانبردار کو ہمیشہ کے لئے انعامات حاصل ہوں گے اور باغیوں کو ہمیشہ کے لئے عذابات ہوں گے۔ اور چونکہ اطاعت و بغاوت ہمیشہ کے عزم و ارادہ کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے ہمیشہ کا ہی انعام و عذاب اس کے موافق ہے (۳)۔

(۱) وہ وقت جو نیک عمل کرنے کے لئے دیا گیا تھا وہ دنیاوی زندگی ہے (۲) مثلاً تمام بد اعمالیوں سے توبہ کر لے جو قبول ہو جائے (۳) اور کافر چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات لامتناہی کا منکر ہے اس لئے اس کی سزا بھی لامتناہی یعنی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا عین انصاف کے مطابق ہے، اور مسلمان چونکہ اللہ پاک کی صفات لامتناہی کا اقرار کرتا ہے اس لئے اس کو جزا ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنا عین عقل کے مطابق ہے ۱۲ غلیل۔

عبادت

عبادت انتہائی عظمت و فرمانبرداری کا نام ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسی ہی ذات کیلئے ہو جس سے زائد کسی کی عظمت ممکن ہی نہ ہو۔ پھر ایمان اور انکار تو اطاعت و بغاوت (۱) کے مثل ہے۔ امور مذکورہ بالا پر ایمان نہ رکھنے والا باغی ہے اور باغی کیسی ہی تعظیم و فرمانبرداری کی باتیں ظاہر کرے بالکل ناقابل قبول ہوں گی وہ صرف دھوکہ بازی یا غلط روش ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے بغیر اطاعت کے کوئی تعظیم و فرمانبرداری قبول نہیں ہو سکتی۔ ہاں اطاعت کے دلی قول و قرار کے بعد یہ باتیں قابل قبول ہو سکتی ہیں۔ اگر قاعدہ کے موافق ہوں۔ پھر ان کے لئے بھی دو صورتیں ہیں کہ خدا کے بتائے ہوئے طور طریق سے ہوں یا خود تجویز کردہ طریقہ سے۔ دونوں میں وہی فرق ہوگا جو خدا اور غیر خدا میں ہے۔ اسلام میں وحی الہی اور تشریحات نبویہ، مذہب کی دونوں بنیادی پختہ ثبوت سے موجود ہیں اس میں جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ خدائی طریقے اور ان کی رضا مندی کی یقینی دلیلیں ہیں۔ ان کے علاوہ خود تراشیدہ (۲) طور طریق ایک مقابلہ کی شکل بن کر مردود (۳) اور

(۱) یعنی ایمان لا: اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے اور انکار یعنی کفر کرنا بغاوت ہے (۲) عبادت کرنے کے خود گھڑے ہوئے طریقے پر عبادت کرنا تو گایا اللہ کا مقابلہ کرنا اور اس کی برابری کر دہی ہے اسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" (۳) ناقابل قبول اور سزا کے لائق۔

قابل سزا ہوگا، خود تراشیدہ طریقہ اس اعلیٰ درجہ سے گرا ہوا ہوگا اور بے اعتبار ہوگا بلکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوگا کہ یہ رضا کی بات سمجھے گا اور وہ ناراضی کی ہوگی (۱)۔

انسان کو اپنی جان اور عزت اور مال بہت محبوب ہیں انہی کی محبت بغاوت، سرکشی، کفر و شرک، اور گناہوں پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے جسم کے خمیر عناصر اربعہ کے خاصوں سے بھی اس میں غصہ، تکبر، ظلم، جبر، زیادتی، بغض، کینہ، حسد، بخل، غضب (دوسروں کی چیزیں لینا) اور فتنہ و فسادات کا ہر سبب نمودار ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا بعض بعض موقعوں پر مثلاً دشمنوں، چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں وغیرہ کے مقابلہ پر ہونا بھی ضروری ہے اس لئے ان باتوں کو نیست و نابود (۲) کرنا بھی نہیں مگر بالکل آزاد چھوڑنا بھی نہیں کہ دوسروں کی زندگی تلخ کر دیں ان کو قابو میں لانے کی ضرورت ہے۔ پھر اور عمدہ عمدہ عادتوں اور باتوں کی، اور خدا سے غفلت کے بجائے اس کی یاد کو ہر وقت مگر اس طرح کہ اور کاموں میں خلل انداز نہ ہو سکے قائم کرنا، شرافت کو اجاگر کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اور کمال یہ ہوگا کہ جتنا ہو سکے خدائی صفتوں کا رنگ اختیار کرے۔

(۱) یہ سمجھے گا کہ اللہ اس عمل سے راضی ہوتے ہیں حالانکہ اللہ اس سے ناراض ہوتے ہوئے (۲) ان صفات مذکورہ غصہ و شہوت وغیرہ کو بالکل ختم کرنا بھی مناسب نہیں۔

جس طرح جسمانی ورزش جو ۲۴ گھنٹہ میں تھوڑی دیر ہوتی ہے جسم کو طاقتور بنادیتی ہے اسی طرح ان روحانی باتوں کے لئے روحانی ورزش تھوڑی دیر کی بھی روح کو طاقتور بنا سکتی ہے اور جس طرح جسمانی ورزش دائمی (۱) ہو بہت زیادہ اوقات والی ہو تو بے مثال پہلوان بنادیتی ہے ایسے ہی روحانی ورزش بھی روح کو بے مثل پہلوان بنا سکتی ہے۔ جس طرح جسم کی ورزش جسمانی حرکات اور طور طریق سے ہو سکتی ہے مگر اس طریق سے جو ورزشی ماہر لوگ تجویز کریں اسی طرح روح کی ورزش کچھ روحی حرکات اور طور طریق سے ہونی ضروری ہے مگر اس طرح کہ روحی ورزش (۲) والے بلکہ خود خالق روح (۳) ہی وہ بتادے جیسے جسم عنصری کی غذا اور طاقت کی چیزیں وہی لطیف و قوی غذائیں ہوں گی جو عنصریات (۴) سے پیدا ہو رہی ہوں۔ اسی طرح روح نورانی کی غذا و طاقت ان چیزوں سے ہوگی جو اس عنصری عالم سے نہیں نورانی عالم سے وابستگی کرنے سے حاصل ہوں گی اور چونکہ خدائے قدوس تمام انوار کے مرکز ہیں اس لئے ان سے وابستگی (۵) ہی روح کی غذا ہو سکتی ہے۔ اسلام میں اس روحی ورزش و غذا کے طریقے یہ ہیں۔

(۱) ہمیشہ ہو (۲) یعنی علماء باعمل (۳) اللہ تعالیٰ (۴) جو جسم عناصر ربوہ آگ پانی ہوا مٹی سے بنا ہے اس کی قوت کا باعث وہ عمدہ غذائیں ہوں گی جو ان عناصر سے پیدا ہوئی ہوں (۵) اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہی روحانی غذا ہو سکتی ہے جس سے روح قوی ہوگی۔

نماز

اللہ کا نام لے کر سر سے پیر تک تمام جسم کے اجزا کو خدا کے سامنے حاضر ہونے کے تصور کے ساتھ نہایت عاجزی و سکون سے کہ نہ نظر ادھر ادھر اوپر نیچے ہو، نہ زبان، سوائے خدا کے کسی سے کلام میں لگ سکے نہ کھانے پینے چلنے پھرنے کی طرف مائل ہو سکے۔ غرض تمام اعضاء عاجزی میں لگے ہوں زبان ان کی ثنا و کلام پڑھ پڑھ کر بتائی ہوئی درخواستیں^(۱) پیش کرے۔ بے قراری عاجزی کا مظاہرہ جھک کر اٹھ کر گر پڑ کر بیٹھ کر کرے^(۲) اور ہر وقت زبان ان کے ذکر اور دل ان کے تصور سے لبریز^(۳) رہے۔ تمام تر ذکر دل کی گہرائیوں سے اور تصور الہی سے باتیں کرنے کے طریقہ پر ہو۔ ایک کافی مقررہ دیر تک مجوزہ ترتیب^(۴) سے یہ انجام دے کر اپنی دنیا و دین کی ضرورتوں کی دل سے دعا کیا کریں۔ کوشش اس کی ہو کہ شروع سے آخر تک دل و دماغ عقل و ہوش سب ان کی یاد میں اور تمام اعضاء ان کے سامنے بچھ بچھ کر عاجزی میں مصروف رہیں، غیر کی طرف اتنی دیر تک التفات ہی نہ رہے۔ اگر کوشش کے باوجود کچھ کمی بھی رہ جائے گی تو وہ معاف ہوتی ہے۔

(۱) طلب ہدایت وغیرہ کی جن کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ہے یعنی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے (۲) یعنی رکوع، ہجدہ، تومہ جلسہ وغیرہ ارکان نماز ادا کر کے کرے (۳) بھرا ہوا (۴) نماز پڑھنے کی جو ترتیب اللہ اور اس کے رسول نے بتائی ہے اس کے مطابق نماز پڑھے۔

اوقات نماز

یہ روحی ورزش جو خواہشات کو دبانے اور خالق تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے اور انوار الہی سے روح کو منور کرنے کی ورزش ہے۔ اسلام میں پانچ وقت ہے۔ رات ختم ہونے پر صبح صادق کے بعد کہ سوتے وقت کی تمام غفلتوں کو اس سے دور کر دیا جائے اور سب کاموں سے پہلے دل و دماغ میں اپنے رب کا تصور جمالیا^(۱) جائے تاکہ دن کی دوسری مشغولیتیں بالکل غافل نہ بنادیں۔ پھر جب کاروبار اور مشغولیتوں کی ہماہمی^(۲) ہو چکی ہو، دن ڈھلنا شروع ہو رہا ہو پھر نماز ظہر سے ان تمام غفلتوں کو جو دوسرے کاموں اور باتوں سے ہو گئی ہوں دور کرایا گیا ہے۔ اس کے بعد جب کاروبار دوپہر میں ذرا ہلکا پڑ کر پھر زور پکڑ رہا ہو اور اس میں انہماک سخت بن رہا ہو۔ سایہ کا فی پڑنے لگا ہو تو عین اس کشاکش^(۳) میں عصر کی نماز بہت تاکید کے ساتھ ہے کہ انسان بالکل ہی دنیا میں کھپ نہ جائے۔ پھر خدا کے دربار کی حاضری اور ان غفلتوں کو پاک کر دینا^(۴) ہے اس کے بعد جب دن ختم ہو رہا ہو سورج غروب ہونے لگے لوگ گھروں کو لوٹنے کے انتظامات کے لئے تمام کام کو

(۱) یعنی نماز فجر پڑھی جائے (۲) کاروبار خوب زدوروں پر ہو (۳) کیونکہ دن کا آخر ہو رہا ہے تو انسان اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ رات ہونے سے پہلے خوب کمالوں تو گویا اللہ کی طرف سے غفلت کا امکان تھا اس لئے نماز عصر فرض کی گئی اور اس کی تاکید بھی کی گئی کہ اللہ سے غافل نہ ہو۔ (۴) بذریعہ ادا نیکی نماز عصر۔

نمنانے لگیں تو پھر اس ہنگامی غفلت کی دوری کے لئے مغرب کی نماز ہے۔ پھر جب رات آگئی کاروبار بند کر دیا گیا گھروں پر واپسی ہو چکی اب دن بھر کے کئے دھرے پر غور و فکر بھی ہونے لگی۔ حساب و آمد و خرچ کی بھی فکر دامن گیر ہو گئی تو پھر انسان پر دنیا کا خیال غالب ہو گیا تھا۔ اس کی تلافی کے لئے عشاء کی نماز ہے اس قدر ورزش کے بعد خیال کیجئے کہ روح انسان کا کیا مرتبہ بن سکتا ہے۔

جان و عزت کی محبت اور کبر و غرور جس کا نتیجہ ظلم و غصہ حسد و بغض ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ نمازیں فرض کر کے جو اول سے آخر تک عاجزی ہی عاجزی کا نمونہ ہیں کے ذریعہ ان صفات کو کمزور اور قابو میں کر دیا ہے۔ کھانے، پینے، دیکھنے، غیر کی بات سے رکنے میں کس قدر اعتدال پیدا ہوگا۔ کتنا قابو حاصل (۱) ہوگا؟ دل کی گہرائیوں سے خدا سے ہم کلامی (۲) نیاز مندی اور تصوری اتصال (۳) سے، انوار الہی کا عکس ہو کر روح کتنی نورانی غذا و طاقت (۴) حاصل کرے گی یہ سب فطری باتیں غور کرنے کی ہیں۔

(۱) اس لئے کہ نماز میں ان سب باتوں کی ممانعت ہے، جب اس میں ان باتوں سے رکنے کی عادت ہو جائیگی تو عام زندگی میں بھی رک سکے گا (۲) بذریعہ تلاوت قرآن کریم (۳) اللہ سے ملاقات کے تصور سے (۴) اللہ کے نور کے عکس سے اس کی روح نورانی غذا حاصل کر کے طاقتور ہو جائیگی۔

پاکي وپاکيزگی

صبح سے شام تک پانچ نمازیں اس طرح فرض ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضری سرگوشی، مناجات، دل کی دنیا میں انوار الہی کی عمارت قائم کرنا ہے اس کے لئے پاک جسم پاک جگہ، پاک لباس کی بھی ضرورت ہے جب پانچ بار ان چیزوں کی ضرورت ہوگی تو ہر انسان نہایت پاک صاف پاک بدن پاک لباس اور پاک جگہ کی فکر میں مسلسل رہے گا پھر اس سے زیادہ پاک صاف اور پاکیزہ کون ہو سکتا ہے؟

ڈسپلن

آج کل کے لفظوں میں نظم اوقات کی پابندی کو خوب سراہا جاتا ہے اور ہے بھی قابل قدر بات۔ انسان میں مٹی و پانی کے اثرات میں سے پڑا رہنا پھیل پڑنا ایک عیب^(۱) پیدا ہو رہا ہے اس کو دور کرنے کے لئے اس کے کام کو وقت کا پابند کرنا ضروری ہے جس قدر پابندی ہوگی اسی قدر وہ تمام کاموں میں چاق و چوبند^(۲) ہوگا۔ اب خیال کیجئے کہ پانچ وقت اس شدت^(۳) کی پابندی کے بعد انسان دین و دنیا کے تمام کاموں میں کس قدر

(۱) مٹی چونکہ جہاں پڑی ہو پڑی رہتی ہے اور پانی جہاں اس کو ڈرا سی جگہ طے پھیل جاتا ہے، انسان کی اصل میں یہ دونوں چیزیں شامل ہیں اس لئے اس میں بھی پڑے رہنے اور پھیل جانے کے خواص ہیں جس سے سستی پیدا ہوتی ہے اور بے نظمی کا انسان شکار رہتا ہے (۲) مستعد (۳) نماز میں جو سخت پابندی ہے بولے چلنے پھرنے وغیرہ کی۔

چست و چالاک بن سکتا ہے اور اس کے بغیر کس قدر درست درست؟۔

روزہ

تمام بڑی بدیاں گناہ اور لغزشیں تین قسموں ہی کی ہو سکتی ہیں یا وہ ہیں جن کا تعلق پینے کی قوت سے ہے کہ اس خواہش کی شدت میں بھلے برے کی تمیز نہ رہے انسان اپنے مایہ ناز اور سب سے افضل ہونے کے جوہر یعنی عقل کے دشمن (۱) سے بھی پرہیز نہ کر سکے یا کھانے کی قوت سے تعلق رکھتی ہیں کہ زبان کے ذائقہ اور پیٹ کے بھرنے میں اچھے برے کا امتیاز کھو بیٹھے یا پھر جنسی خواہش ہے کہ اس پر قابو نہ پاسکے اور بے محل استعمال کی رو سیاہی (۲) اختیار کر لے۔

تمام عالم کے فساد کی جڑ یہی تین خواہشیں ہیں۔ ہر قانون ان پر پابندی لگانے پر مجبور ہے مگر فرق وہی خدائی اور غیر خدائی قانون کا رہتا ہے لیکن اسلام ان جڑوں کی بنیاد کمزور کرنے کے لئے روح کو روکنے کی کوشش کراتا ہے جس سے یہ تینوں خواہشیں سرکشی سے نکل کر قابو کی باگ (۳) میں آ سکتی ہیں کہ پھر اگر بے موقع استعمال سے انسان ان کو روکنا چاہے تو وہ ان پر قابو پاسکے گا۔ اور یہی اصل مقصود ہے کہ بدیوں کے وقت خود کو قابو میں رکھ

(۱) یعنی شراب جس کے پینے سے آدمی کی عقل ماؤف ہو جاتی ہے (۲) ناجائز عمل میں مبتلا ہو کر

اپنا منہ کالا کرے (۳) کام۔ www.KitaboSunnat.com

کران پر غلبہ پاسکے اور وہ اعلیٰ عبادت کر سکے جو فرشتوں سے نہ ہو سکی تھی۔
یوں تو ان تینوں خواہشوں کی روک روزانہ پانچ وقت تھوڑی تھوڑی
دیر کی ورزش^(۱) سے روز ہوتی رہتی ہے مگر ان کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ ایک
طویل عرصہ تک ان کی بندش کرا کر ورزش کرائی جائے تو سال بھر میں ایک
مہینہ کے روزے^(۲) فرض ہیں جن میں پورے دن یعنی صبح صادق سے
غروب تک ان تینوں خواہشوں کی مکمل بندش کرا کے روح کو قوت
اور خواہشوں کو اضمحلال^(۳) دلایا گیا ہے اور خدا کیلئے ہونے کی نیت ضروری
ہوئی^(۴) کہ نورانیت بھی حاصل ہو۔ ان مجاہدات کا عادی ہونے سے ان
قوانین پر عمل کی آسانی میسر آگئی جو ان قوتوں کے بیجا استعمال ہر انسان کے
لئے خدائی قانون کی دفعات میں بطور سزا وارد ہوں گے۔ اگر ڈاکٹروں کا یہ
کہنا کہ سال میں ایک بار کسٹرائل پینا صحت کو مفید ہے قابل قدر ہے تو روح
کے لئے اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ اس کی اصلاح کے لئے اس کے
مناسب کوئی دواء یعنی مجاہدہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ اس کی جان اور عزت کی

(۱) یعنی نماز پڑھنے سے (۲) ایک ماہ کا مجاہدہ کرایا جو دس ماہ کے قائم مقام ہو جائیگا ”من
جاء بالحسنة فله عشر امثالها“ کے قاعدے سے اگر چہ روزے شوال کے بھی رکھ
لے تو اسی قاعدے کی رو سے دو ماہ اور بن کر پورے سال کے روزوں کا ثواب ہوگا (۳) کمزور
کردیا جائے (۴) صرف بھوکا رہنے سے بلانیت روزہ نہیں ہوتا۔

اور ہر خواہش کو اعتدال پر نماز اور روزہ لاتے ہیں۔

زکوٰۃ

خاک انسان میں خاک کا خاصہ ضبط^(۱)، ہضم، یعنی بخل اور مال کی محبت بھی ہے جو غریبوں کی ہمدردی ایثار خیر خواہی سے بالکل مختلف اور ان کو پریشان رہنے دینے کا سبب ہے۔ اسلام نے دونوں کی رعایت کے لئے کچھ حصہ یعنی چالیسواں حصہ غریبوں کو ہر سال دینا ضروری قرار دیا ہے لیکن کس قدر شفقت ہے کہ ہر غریب امیر^(۲) پر نہیں بلکہ ایک خاص حیثیت والے پر ہے کہ صرف اس مال میں سے جو اپنی روزمرہ کی ضروریات سے بچ کر جمع ہو یا کاروبار میں لگا ہو یا خلقی طریقہ سے وہ کاروبار کا اہل ہو جیسے سونا چاندی گو کسی نے اس کو کاروبار میں نہ لگایا ہو^(۳)۔ اور بچ کر^(۴) ساڑھے باون تو لے چاندی یا اس کی قیمت سے زائد ہو۔ معمولی بچ جانے پر کچھ نہیں۔ اسی طرح نسل و دودھ کے لئے بہت سے جانوروں^(۵) میں کھیت اور باغ میں بھی کچھ حصہ^(۶) غریبوں کے واسطے ہے چالیسواں حصہ اس قدر موزوں چیز

(۱) زمین اور مٹی میں ضبط یعنی قبضہ کرنے کا ایک ایسا خاصہ ہے کہ جو چیز بھی اس میں ڈالو اس کو اپنے میں شامل کر لیتی ہے یہی صفت انسان میں آئی کہ دوسرے کے مال کو ضبط کرنا چاہتا ہے (۲) زکوٰۃ ہر ایک پر فرض نہیں (۳) جیسے عورتوں کے زیور وغیرہ (۴) ضروریاتِ اصلیہ سے بچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تب زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں (۵) جو سال کا اکثر حصہ جنگل میں چر کر گزارہ کریں جن کا نصاب اونٹ گائے بکری کا الگ الگ ہے (۶) جس کو عشر کہتے ہیں۔

ہے کہ کسی کو بار نہیں ہو سکتی اور غریب لوگ غریب نہیں رہ سکتے۔ کس قدر نفیس قانون ہے کہ اس سے ہر انسان میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو معاشرہ کی سینکڑوں بھلائیوں کا ذریعہ بنتا ہے اور کس قدر رعایت ہے کہ سال بھر میں کہ جس میں کئی موسم کئی اتار چڑھاؤ آتے ہیں صرف ایک بار ادا کرنا ضروری ہے اور وہ بھی ضروری اخراجات سے بچے ہوئے اور اتنے بچے ہوئے پر کہ آفات ناگہانی کے لئے اتنی رقم اس سے مستثنیٰ ہے کہ میانہ روی کے ساتھ کافی ہو سکے۔ باون تو لے چاندی یا اس کی قیمت۔ اور ہے بھی چالیسواں حصہ یا دوسرے اموال میں اس کے قریب قریب۔

حج

نماز روزہ میں خدا تعالیٰ کے انوار سے جو اتصال^(۱) پیدا ہوتا ہے اور روز روز دن رات میں پانچ بار خدا تعالیٰ کے تصور سے بات کرنا ان کی ہر مرضی پر اپنے آپ کو عاجزی سے تابع کر دینا ہے۔ آخر انسان انسان ہے پھر نہیں ہے۔ محبت اور عشق تک نوبت^(۲) آجاتی ہے یا آجانی چاہیے اس لئے عمر بھر میں کم سے کم ایک بار خانہ کعبہ جانا اور وہاں تمام عاشقانہ طور طریق کے وہ افعال کرنا جو عاشقانِ الہی سے قبول ہو چکے ہیں یہ اس جذبہ کی شفاء اور جذبہ

(۱) قرب الہی حاصل ہوتا ہے (۲) بار بار یہ عبادت کرنے سے انسان کو اللہ سے محبت ہو جاتی ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے ”والذین آمنوا اشد حباً للہ“۔

نہ ہو تو اس کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس عبادت میں جان و مال عزت و آبرو تینوں کو پھر خدا کی راہ میں انتہائی جذبہ کی صورت میں لگانا ہے اور قدیم تمام روحانی ورزشوں کی تکمیل کرنا ہے۔ ضروری تو یہ تھا کہ ہر شخص پر فرض ہوتا مگر ایک شرط ایسی عجیب و غریب فرمادی ہے کہ جو ایک ہی لفظ میں سب کے لئے تمام شرطوں کو جامع ہے کہ جو وہاں تک جاسکے یعنی جو لوگ قریب کے رہنے والے ہیں جاسکتے ہیں اگر تندرست ہوں راستہ خطرناک نہ ہو جاسکتے ہوں ان پر فرض ہے جو لوگ دور دراز مقامات کے رہنے والے ہیں تو جب ان کے پاس اپنی روزمرہ کی ضرورتوں اور نفقہ والوں کے نفقہ سے بچ کر وہاں جانے آنے والے کے بقدر مال ہو تندرستی ہو راستہ ہلاکت کا نہ ہو ان پر ضروری ہے۔

اسلام غریب سے غریب اور امیر سے امیر تک کے لئے ہے اس لئے جن غریبوں کے پاس اس قدر مال نہیں، ان میں مال کی محبت بہت نہیں ان پر مالی عبادت نہیں گوان پر زکوٰۃ و حج نہیں ہے ان کی غربت و تنگی، خواہشات کو پامال کرنے میں خود بھی وہ کافی کام کر گزرتی ہے جو مال والوں کو مال خرچ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

نیکلی کا حکم بدی۔ بے روک

اسلام میں یہ بھی خدائی اطاعت ہے کہ تمام مخلوقات اور خصوصاً مسلمانوں میں سے ہر ہر فرد کو جس طرح ہو سکے نیک کام کا حکم یا ترغیب اور بدی سے روک یا نفرت دلائی جائے یہ قومی و انسانی خدمت ہے جس کے اصول بھی مقرر ہیں۔

کامل عبادت

انسان کا خدا تعالیٰ سے جو تعلق ہے کہ انہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور عمر بھر اس کو جو کمال حاصل ہو گا وہ اس کے وجود کی وجہ سے ہے وجود ان کا دیا ہوا ہے کمال یا مال کو اپنی عقل و محنت کا ثمرہ سمجھے تو یہ غلطی ہے کیونکہ عقل اور اعضاء و قویٰ سب انہی کے دیئے ہوئے ہیں۔ تمام جسمانی اجزا تمام قوتیں تمام ادراکات سب انہی کا عطیہ ہیں بلکہ آدمی غور کرے تو زمین و آسمان چاند سورج اور ان سے حاصل ہونے والی کل ضرورت کی چیزیں انہی کی دی ہوئی ہیں اور اس قدر نعمتیں جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں۔ ان سب نعمتوں کے شکر اور خود ان کے کمالات کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان کا کوئی سیکندہ عبادت سے خالی نہ جائے ایک سیکندہ کو بھی ادھر سے غفلت نہ ہو۔ اسی واسطے بعض لوگ آبادیاں چھوڑ چھوڑ کر جنگلوں غاروں میں رہ کر ہر وقت عبادت میں گزارنے

لگے تھے۔ مگر اسلام نے تمام کاموں کو چھڑانا اور انسان کو سب سے بے تعلق بنانا لازم نہیں کیا ہے۔ وہ صورت بتائی ہے کہ سب کام کرتے ہوئے بھی ہر وقت اللہ کی یاد میں لگے رہیں۔ کہ ہر کام پر کچھ نہ کچھ اللہ کا ذکر کیا کریں۔ اگر ایک ہی ذکر ہر وقت کے لئے ہوتا تو انسان اس سے اکتا جاتا۔ یہاں ہر کام کے مناسب اس کام سے تعلق رکھنے والا ذکر تعلیم ہے۔ ہر کام پر بسم اللہ، صبح کی دعاء، شام کی دعاء، پاخانہ جانے باہر آنے، کھانا کھانے کے شروع و ختم، سونے جاگنے، غرض ہر کام کے مناسب الفاظ سے ذکر الہی کی تلقین^(۱) ہے کہ کام سب کرتے رہیں مگر خدا کی یاد سے بالکل غافل نہ ہوں۔ بلکہ اگر وقت اور ذوق و شوق یا دل کرے تو نفل نماز میں روزے حج تلاوت و طائف سے اپنی روح کو مضبوط^(۲) کریں۔ گویا اوپر کی تمام باتیں تو مثل غذا کے ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے روح بالکل مردہ بن جاتی ہے اور یہ باتیں روح کو قوی طاقت ور پہلوان بنانے کا ذریعہ ہیں۔ یعنی انسانیت و شرافت کا اعلیٰ کمال ہے اور دوسروں کو نصیحت کر کے بھلائی کا علمبردار بنے یہ اعلیٰ کام ہے۔

معاملات

انسان اور خدا تعالیٰ کا تعلق تو ہر وقت ہے ہر جگہ ہے تنہائی میں ہو یا

(۱) ہر کام کے کرنے پر حضور ﷺ۔ وئی نہ کوئی دعاء تعلیم فرمائی ہے (۲) یعنی نفلی نماز روزہ حج وغیرہ کر کے۔

ہمراہی میں ہو۔ آبادی جنگل غار کھوہ میں کہیں ہو اس لئے سب سے مقدم تو اقرار بندگی یعنی ایمان ہے پھر عبادت۔ لیکن جب دوسرے آدمیوں کے ساتھ رہنا ہے اور تمدن کی فطری خواہش کو بروئے کار لانا ہے تو ایک دوسرے کے ساتھ کچھ برتاؤ بھی ہوں گے اور ایک دوسرے کے حقوق بھی، مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ کیونکہ سب اسی خدا کی مخلوق ہیں بلکہ جانوروں وغیرہ کے بھی کہ وہ مخلوق ہیں اور مسلم تو اس خدا کا تمام رسولوں و ملائکہ و کتب اور دوسری زندگی پر ایمان اور تمام احکام اسلام کا پابند ہے، اس لئے یہ برتاؤ ہی درحقیقت اس کے موجود ہونے سے نہیں بلکہ اس کے خدا سے تعلق کی وجہ سے ہے۔ کم ہو یا زیادہ۔ ایک قسم ان برتاؤں کی یہ ہے کہ باہم خرید و فروخت، کرایہ رہن، غصب وغیرہ معاملات کا ہونا بھی ضروری ہے اسلام معاملات میں ان تمام معاملات کو جائز قرار دیتا ہے جن میں نہ کسی کو دھوکہ ہو نہ نزاع^(۱) کا سبب پیدا ہونے غریبوں کا خون چوسا جائے نہ قتل ظلم و زیادتی ہونے بے وجہ دوسرے کا مال لیا جاسکے نہ دور دور تک ان میں سے کسی بات کا احتمال بھی ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک بات کا شائبہ بھی ہو یا وہ اس پر قدغن^(۲) لگا دیتا ہے سود، جوا، دھوکہ، دغا، فریب کو بالکل روکتا ہے نہ کسی مسلمان بھائی کے ساتھ جائز رکھتا ہے نہ کسی غیر مسلم معاہدہ والے سے انسانی شرافت ایسی ہی ہونی ضروری

(۱) جھگڑے کا سبب (۲) پابندی۔

ہے۔ امن وامان ظاہر سے بھی چھپ کر بھی اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ حکومت وغیرہ سے ظاہر میں بچاؤ ہو سکتا ہے جہاں کوئی نہ ہو وہاں نہیں ہو سکتا۔

اخلاق

دل کی وہ کیفیات جو دائمی یا دیر پا ہوں اخلاق میں بری ہوں یا اچھی، اخلاق حسنہ^(۱) یا اخلاق سیئہ^(۲) انسان میں سے جانوروں والی خوبو^(۳) کو کمزور اور فرشتوں والے کمالات رو بکار^(۴) لانے کے لئے عمدہ اخلاق حاصل کرنے اور برے اخلاق سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اسلام تو اضع یعنی اپنے کو کمتر سمجھنا غرور نہ کر سکتا، حلم و بردباری، تکالیف اور پریشانیوں پر صبر، ہر احسان کرنے والے کا شکر، سخاوت، ہمدردی، ایثار، مدارات، خندہ پیشانی، دوسروں کی حاجت روائی و خدمت، عفو و درگزر، اپنی کوتاہیوں پر معافی طلبی، جہاں تک ہو سکے دوسروں کو راحت پہنچانے کی کوشش وغیرہ وغیرہ تمام عمدہ اخلاق پیدا کرتا ہے اور ان پر دنیا ہی میں نہیں آخرت کے ثوابوں کا بھی مژدہ^(۵) دیتا ہے اور ہر بری عادت سے روکتا ہے۔ کبر و غرور، خود پسندی، دوسروں کی تحقیر، غصہ ناحق ظلم، دوسرے کا مال لینا یا اذیت پہنچانا، کسی بات پر

(۱) اچھے اخلاق (۲) بُرے اخلاق (۳) جانوروں والی صفات کو (۴) فرشتوں کی صفات کا عادی بنانے کے لئے (۵) خوشخبری سنانا ہے۔

گھبرا گھبرا جانا، بات بات پر بھڑک جانا، حسد کرنا، برا کہنا، غیبت کرنا یعنی ایسی بات جو اس کو ناگوار ہو، بے رخی، خود غرضی، بخل، ناشکری، ترشروی، قدرت ہوتے ہوئے امداد نہ کرنا، کسی کی جان مال آبرو کا کوئی نقصان کرنا وغیرہ۔ ان سب باتوں سے روکتا ہے۔ اصل اخلاق تو دل کی یہ پائیدار کیفیتیں ہیں مگر ان سے جو افعال و حرکات صادر ہوتی ہیں ان کو بھی اخلاق کہہ دیتے ہیں۔ دنیا بھر کو تسلیم اور فلسفہ والوں کو اعتراف ہے کہ عمدہ اخلاق پیدا کرنے اور بری باتوں سے بچنے کی جس قدر زرین تعلیم اسلام میں ہے دنیا کی کوئی جماعت اس کے مقابلہ کی تعلیم نہیں رکھ سکتی جس نے جو کچھ لیا ہے وہ کچھ کچھ اسی سے حاصل کیا ہے اور نا تمام لیا ہے۔

حقوق

اسلام میں ساری مخلوقات کے کچھ حقوق ہیں جمادات و نباتات مال جائیداد کو بے ضرورت ضائع کرنا منع ہے۔ حیوانات میں جس سے کوئی فائدہ متعلق نہ ہو اسے قید نہ کرے۔ بچوں والے جانوروں کو پکڑ کر بچوں کو پریشان کرنا منع ہے، جو کھانے کے نہ ہوں ان کو بیکار ذبح نہ کرے جو موذی (۱) نہ ہو اس کو قتل نہ کرے، جس سے کام لینا ہے اس کے کھانے پینے،

(۱) تکلیف دینے والے نہ ہوں۔

راحت آرام کا خیال رکھنا، زیادہ نہ مارنا، طاقت سے زیادہ کام نہ لینا۔ غیر مسلم کو بھی بے خطا جان مال کی تکلیف دینا منع ہے جس سے جنگ نہ ہو اس سے بدزبانی منع ہے۔ مصیبت میں امداد کھانا پینا دینا، علاج کرنے کرانے کا حکم جنگ میں بھی، عورتوں، بچوں، ضعیفوں اور جو جنگی نہ ہو اس کو مارنا منع ہے اور مسلمان کے بہت حق ہیں خطا معاف کرے، عیب چھپائے، عذر قبول کرے، تکلیف دور کرے، خیر خواہی کرے، محبت سے پیش آئے، عہد پورا کرے، عیادت اور دعوت قبول کرے وغیرہ وغیرہ۔

بڑے بڑے جرم

اسلام میں سب سے بڑا جرم ایمان کا نہ لانا ہے۔ اس سے زیادہ کون باغی ہو سکتا ہے جو اپنے پیدا کرنے والے پرورش کرنے والے بے انتہا جسمی و روحی قوت و توانائی اعضا کی سلامتی اور بہت سی بیرونی نعمتیں دینے والے کو اپنا معبود نہ قرار دے اس کے احسانات کو فراموش کر دے بلکہ اس کے وجود ہی کا انکار کر دے یا اس کی وہ صفات عالیہ جن کا مثل (۱) کوئی نہیں ہو سکتا ان میں کسی کو شریک گردانتا ہو یا اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور نبیوں یا فرشتوں میں سے سب کا یا کسی ایک کا بھی انکار یا توہین کرتا ہو یا اس کی

(۱) اللہ کی وہ عظیم صفات جو کسی میں نہیں۔

نازل کی ہوئی کتابوں کو جس طرح وہ نازل ہوئی تھیں ان کو سچا اور قابل قبول نہ سمجھتا ہو یا اس عمل کی دنیا میں آنے، رہنے، جانے کے بعد دوبارہ زندگی پا کر جزا و سزا کا اعتراف نہ کرتا ہو۔ سچ پوچھئے تو جانور اور جمادات و نباتات بھی ایسے مجرم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کو نہ عقل دی گئی تھی نہ یہ کام ان پر لازم کئے گئے تھے۔ اگر ہم غور کریں تو ایسے انسان کو خدا کی زمین پر رہنے اس کی تمام مخلوقات سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق ہی نہیں بنتا۔ یہ صرف ان کا کرم ہے کہ وہ اس عمل کی دنیا میں پوری سزا نہیں دیتے ہیں اور اسے باغیوں کو زندگی اور کچھ عارضی آرام بھی دے دیتے ہیں۔ ورنہ ان کا حق تو یہ تھا کہ خدا کے ملک خدا کی زمین پر اس کے آسمان کے نیچے اس کی مخلوقات کے درمیان مخلوقات سے فائدہ لینے میں ایک منٹ کے لئے بھی ان باغیوں کو نہ چھوڑا جاتا۔

پھر کسی انسان کو ناحق قتل کر دینا ہے جبکہ وہ اس سزا کا مستحق نہ ہو کہ انسان یعنی وہ خدا کی بنائی ہوئی بہترین عمارت کو منہدم کرنے کا سخت ترین مجرم ہے اس میں وہ بھی داخل ہے جو خود کو ہی قتل کر ڈالے کہ یہ عمارت اس کی نہ تھی خدا کی تھی انہی کی بنائی ہوئی تھی۔ پھر کسی کا مال چوری ڈاکہ سے لینا یا آبرو پر حملہ کرنا، گالیاں وغیرہ دینا اور شراب خوری، جو انسان کے سب سے

افضل ہونے کے جوہر، عقل کی دشمن ہے۔ زنا کاری یا اس سے پہلے پہلے (۱) کی سب باتیں جو اس حد تک پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہیں جو ایسا زبردست ڈاکہ ہے کہ دنیا بھر میں کوئی ڈاکہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا خواہ رضا سے ہو یا جبر (۲) سے۔ دیکھئے اگر کسی کی بیوی کے دوسرے کا بچہ پیدا ہوا (۳) تو ضابطہ میں چونکہ وہ شوہر کا ہی کہلائے گا۔ اس کی لاکھوں کروڑوں کی جائیداد بلکہ بعض جگہ سلطنت تک کا وارث وہی بن جاتا ہے اور سب پر قابض ہوتا ہے حالانکہ اصل مالک سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا اور اس کی تمام عزیز عورتوں کا عزیز بن کر سامنے آتا جاتا ملتا رہتا ہے جس سے عزت و آبرو خطرہ میں پڑ جاتی ہے یہ صرف عورت کی بدکاری سے غیر کا بچہ تمام عزت و مال پر ڈاکہ ڈال رہا ہے اور دنیا کچھ نہیں کہہ سکتی اس کے لئے شدید انتظام کی اور اس کے جس قدر ذرائع اور دور دور کے اسباب ہیں ان کی روک تھام کی ہر عقل صحیح کے لئے ضرورت ہے اگر عقلوں پر پردہ پڑ جائے تو اس کا کیا علاج اس لئے اسلام میں عورت کا پردہ اجنبی سے میل جول سخت منع ہے۔

(۱) یعنی کسی عورت کی بری نظر سے دیکھنا اسکی طرف چل کر جانا اس سے باتیں کرنا یا اسکو ہاتھ لگانا وغیرہ جو ذریعہ زنا ہیں (۲) خواہ عورت کی خوشی ہے یا جبراً (۳) جبکہ اس عورت نے اس سے زنا کیا ہو اور یہ بچہ اس کے نطفہ سے ہو تو چونکہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ بچہ کس کے نطفہ سے ہے تو قانوناً وہ بچہ اسی شخص کا کہلائے گا جس کی بیوی ہے۔

سزائیں

قانون پر پوری طرح عمل کرنے والے کو تو سزا کی نوبت ہی نہیں آتی مگر غفلت یا غلطی سے مبتلا ہونے والوں کی سزا الہی دینی ضروری ہے کہ نہ وہ نہ دوسرے اس قانون کے خلاف کبھی نہ کر سکیں۔ ہر عقل یقین رکھتی ہے کہ جرموں پر سخت سزا ہوگی تو جرم ختم ہو سکتا ہے ورنہ برابر جاری رہے گا۔ نو عمر بچوں کو ماں باپ اگر برائیوں پر ایسی سزائیں دیتے رہیں گے کہ وہ اس حرکت کے تصور سے بھی کانپ جائیں تو وہ حرکت ان سے ہمیشہ کو چھوٹ سکتی ہے اگر ایسا نہ کریں گے تو ہمیشہ کے لئے وہ حرکتیں ان کے دلوں میں جڑ پکڑ کر ایسی مضبوط ہو جائیں گی کہ کبھی چھوٹ نہ سکیں گی اسی طرح ہر انتظام کا حال ہے۔ آج کل چوری ڈاکہ قتل پر معمولی سزائیں دی جاتی ہیں تو یہ جرم عام ہو رہے ہیں۔ جن ملکوں میں شدید سزائیں ہیں وہاں جرائم کم کم ہیں۔ اسلام میں سخت ترین جرموں، زنا کاری، شراب نوشی، چوری ڈاکہ پر وہ سخت ترین سزائیں مقرر کی ہیں کہ ان کے جاری کرنے کا اعلان ہوتے ہی تمام جرائم ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلاف مسلمانوں کا حال تو تاریخ میں دیکھا جاسکتا ہے اور موجودہ زمانہ میں سعودی عربیہ مملکت میں مشاہدہ ہو سکتا ہے، جہاں اسلامی سزاؤں کے جاری ہونے سے پہلے چوری قتل عام تھا اور اب بالکل

صفر کے درجہ میں۔ یہ جرائم کی سزاؤں کا ہلکا کرنا خود جرائم کی پرورش کرنا اور دنیا کو بد امنی میں مبتلا کرنا ہے اسلام اس سے پاک ہے۔

اسلام میں زنا کاری کی سزا بشرطیکہ معتبر اور پختہ ثبوت سے ثابت ہو جائے۔ شادی شدہ کے لئے پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ہے اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانا ہے خود غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ اس کے اعلان کے بعد کس کی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اس خطرناک جرم کے قریب بھی جاسکے۔

چوری جو دس درہم سے زائد کی ہو ثبوت معتبر مل جانے پر اس کی سزا اول بار میں داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنا ہے دوسری بار میں بایاں پاؤں، اس اعلان کے بعد چوری کون کر سکتا ہے؟

رہزنی کی سزا سولی ہاتھ کاٹنا قتل کر دینا مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ شراب پینے پر اسی کوڑے، پاکد من پر تہمت لگانے سے اسی کوڑے کی حد ہے۔ یہی بات ہے جو ان جرائم کو ختم کر سکتی ہے اور ان سے ہلکے جرائم پر تعزیرات^(۱) ہیں پھر حاکم کی صوابدید پر ہیں کہ وقت موقع حیثیت وغیرہ کو دیکھ کر جاری کر سکتا ہے جن سے اس جرم کا پورا انسداد ہو سکے^(۲)۔

(۱) تعزیرات وہ سزائیں کہلاتی ہیں جو کسی جرم پر جج خود متعین کرے۔ قرآن وحدیث میں جن جرموں کی سزائیں متعین ہیں وہ حدود کہلاتی ہیں (۲) اسلامی سزاؤں کے نام سے آئندہ صفحات میں ایک مقالہ ہے جس میں ان سزاؤں پر مکمل کلام ہے۔

سیاست

جس کے معنی انتظام کے ہیں گھر کا نظام ادارہ کا انتظام، کارخانہ کا انتظام اور محکمہ یا حکومت کا انتظام ان سب کے لئے بڑے مفصل قواعد اور بغیر وقت و وقت اور پیسے خرچ کئے۔ بہترین انصاف کا انتظام جو اسلام میں ہے کہیں نہیں مل سکتا۔ بہت حکومتوں نے کچھ کچھ قاعدے لے کر نظام بنایا مگر کامل نہ لینے سے وہ ناقص ہی رہا۔ شاید کسی وقت اس کی تشریح پیش کر دی جائے اور تفصیل سے دکھا دیا جائے کہ اسلام کے نظام کے سامنے ہر نظام ناقص و بے کار ہے۔

جہاد

ایسے انتہائی امن و امان اور حد درجہ کی شرافت کے اصول جن سے انسان امن و امان کی زندگی گزار کر دنیا و آخرت میں کامل راحت و آرام حاصل کر سکتا ہے۔ اس کی دعوت تمام ان انسانوں کو دیتا ہے جو خدا کی زمین پر بستے ہیں تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی سزاؤں سے بچیں۔ بدیوں، فتنہ پرداز یوں اور کمینہ پن سے محفوظ ہو جائیں۔ جن کو دعوت پہنچ چکتی ہے اور وہ پھر بھی ایسے زریں اصول پر کان نہیں لگاتے تو ان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ یا ان اصول کو قبول کر کے اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں راحت اور انتہائی شرافت

کا حقدار بنالیں اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اگر اس تعلق کے لئے جو مخلوق کو خالق سے ہے اپنا بے ثبوت اور غلط نظریہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ آخرت کے عذاب سے بچنے کی فکر نہیں کرنا چاہتے۔ تو اسلام کے ان زریں اصول کے تحت تو کم سے کم آجائیں جو باہم تعلقات میں انتہائی امن و امان کی زندگی کے ضامن ہیں یعنی معاملات و اخلاق و افعال میں کہ اسلام کی رعیت بن کر باہمی اصول سے فائدہ اٹھائیں خود کو دوسروں کے شر سے اور دوسروں کو اپنے شر سے محفوظ کریں اور امن و امان کی زندگی کزاریں۔ اگر ان دونوں باتوں پر بھی کوئی انسان آمادہ نہیں ہوتا تو وہ خود اپنا دشمن ہے تو گویا کم نظری و غلط فہمی سے اس کا احساس نہیں رکھتا۔ ایسے لوگوں کو جنگ کا چیلنج اسلامی جہاد ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے سرکش لوگوں کے لئے ہر طرح کی شرافت، نیکی، امن و امان، راحت اور فرشتوں والے کمالات کا ذریعہ یہی ہو سکتا ہے کہ اگر وہ بد فہمی ضد ہٹ یا کم نظری سے ان زریں اصول سے محروم ہیں تو ان کو دعوت دی جائے کہ کل اصول پر عمل کریں۔ نہ کریں تو کم از کم امن و امان کے اصولوں پر تو عمل کریں^(۱)۔ ورنہ پھر جنگ کر کے^(۲) ان کو زبردستی امن و سلامتی کی راہ اور ایسی بھلائی دکھائی جائے یہی ان کی خیر خواہی ہے حقیقت کو دیکھا جائے تو دراصل جہاد کوئی جنگ نہیں ہے۔ بلکہ سختی کے ساتھ ضدی بچوں

(۱) یعنی جزیہ دیکر اسلامی حکومت کے باج گزار بنیں (۲) یعنی اقدامی جہاد کر کے۔

کو بھلائی دینگی سکھانے کا ذریعہ ہے جو ضد کی وجہ سے ویسے اپنی بھلائی کی طرف نہیں آرہے ہیں اور ہلاکت دنیا و آخرت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ اب خالی الذہن ہو کر ان امور پر غور کریں گے۔

فقط



النواہی

﴿ وہ باتیں جن سے شریعت اسلام میں منع کیا گیا ہے ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

انسانی خواص

انسان کے دو جزو ہیں روح اور جسم، روح نورانی شے ہے اس کی صفتیں ملکی یعنی فرشتوں والی ہیں اور جسم اسی دنیا سے بنا ہوا ہے مٹی آگ پانی اور ہوا کا مجموعہ ہے۔ ان چاروں عناصر کے کچھ خاصے ہیں۔ جسم جو ان سب کا مجموعہ ہے اُن خاصوں پر مشتمل ہوا، جیسے کوئی معجون جو چند دواؤں سے مرکب ہوتی ہے ان سب کے خاصوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ انہی خاصوں کے مجموعہ کو نفس کہا جاتا ہے۔ وہ خاصے یہ ہیں کہ مثلاً مٹی میں یہ خاصہ ہے کہ جو چیز اس کے اندر چلی جائے وہ اس کو ہضم کر لیتی ہے، اپنے اندر ملا لیتی ہے، ہر چیز کو فنا کر دیتی ہے، دوسرے کے کام کی نہیں چھوڑتی تو انسان میں دوسروں کے مال اور چیزیں ہضم کرنے کا مادہ ہونا لازمی ہے۔ آگ میں جلانا پھونکنا خاک کر دینا اور سر بلندی ہے تو انسان میں بھی دوسروں کو جلانے

پھونکنے اور سر بلندی کرنے کا مادہ ضرور ہوا۔ پانی کا خاصہ ہے کہ جہاں پستی ہو چلا جائے، جدھر راہ ملے پہنچ جائے، جس رنگ سے مخلوط ہو (۱) اس کا رنگ اختیار کرے تو انسان میں بھی یہ بات ہونی لازمی ہوئی کہ ہر طرف کو میلان (۲) و رغبت ہو، ہر رنگ میں رنگا جاسکے۔ اور ہوا میں انتشار (۳) ہے کہ یہاں وہاں پھیلتی رہتی ہے اور ملنے والی چیز سے اثر لیتی رہتی ہے۔ بدبو پر گزر کر بدبودار خوشبو پر گزرنے سے خوشبودار ہو جاتی ہے تو انسان میں بھی یہ خاصہ ہونا ضروری ہے کہ خوب پھیلنا چاہئے اور ہر گندی اور خوش رنگ ملنے والی چیز سے اثر قبول کر لے۔ اب انسانی جسم کے اندر یہ خاصے پائے جانا ضروری ہوا ان سب بُری عادتوں کا مجموعہ ایک قوت ہوئی اسی کا نام نفس ہے۔ امام غزالیؒ نے نفس کے یہ معنی بتائے ہیں، پھر شیطان سے اس کو مدد ملتی ہے۔

خواص انسانی سے پیدا ہونے والی صفات

ان سب خاصوں سے انسان کے اندر چار قسم کی صفتیں جمع ہو گئیں۔
 بُرائی، شیطانیت، بہیمیت، (۴) بعض جانوروں کی کیفیت اور درندگی۔ ہوتا یوں ہے کہ اول بہیمیت کی صفت رونما ہوتی ہے کہ کھانے پینے میں منہ چھوٹ بنتا ہے جیسے جانور جہاں چاہے منہ مارتا پھرتا ہے، انسان بھی اپنے پرائے

(۱) ل جائے (۲) تھکاؤ (۳) پھیلاؤ (۴) حیوانیت

مال کھانے پر جھپٹ^(۱) پڑتا اور ہر پینے کی چیز پر لپک جاتا ہے، انسان بھی حلال و حرام ہر پینے کی چیز پر رغبت کرتا رہتا ہے۔ پھر جب اس کو اس کی موجودہ مملو کات^(۲) کافی نہیں ہوتیں تو اب درندگی^(۳) کی صفت کا آغاز ہوتا ہے۔ ایسے جانوروں کی طرح جنسی خواہشات کا جوش ہوتا ہے تو اس کو محل بے محل^(۴) استعمال کرنے لگتا ہے جب سہولت سے مواقع پر دسترس نہیں ہوتی تو درندگی کی صفت ظاہر ہونے لگتی ہے، غصہ گالی گلوچ مار پیٹ اور قتل و غارت چوری ڈاکہ لوٹ مار چھین جھپٹ تک کی صورتیں کر بیٹھتا ہے۔ پھر جب بھی درندگی دونوں قوتیں زور پر آ جاتی ہیں اور من مانی^(۵) باتوں کے حاصل کرنے میں کچھ وقت محسوس ہوتی ہے تو یہ عقل کو دھوکہ بازی حیلہ و مکر و فریب، حسد، ظلم، فساد، بدیوں اور گمراہی و بدعات کے راستہ پر لگاتی اور شیطانییت پیدا کرتی ہیں۔ پھر جب یہ سب شباب پر آتی ہیں تو تکبر، نام و عزت، بے نیازی خود پسندی طویل زندگی کی خواہش، سب سے بلند و بالا ہونے کی اُمنگ،^(۶) دامن گیر ہوتی ہے پھر یہ بڑائی کا جنون بن جاتی ہے اور نبوت و خدائی تک کے دعویٰ کی نوبت آ جاتی ہے، لیکن اب سب باتوں سے آدمی انسانیت سے بالکل دور ہو جاتا ہے۔

(۱) ٹوٹ پڑتا ہے (۲) جن چیزوں کا وہ اس وقت مالک ہے (۳) جانوروں والی صفت (۴) جگہ جگہ (۵) دل پسند (۶) خواہش

وحی کی ضرورت

فلاسفہ نے عقلی تجویزوں سے اس کی روک تھام کی مگر بے سود^(۱) کیونکہ سب چیزوں کو پیدا کرنے والی ذات ہی ہر چیز کی حقیقت اور اس کے حقیقی نفع و ضرر اور ضرر سے بچاؤ کا واقعی طریقہ جانتی ہے، صحیح و واقعی ہر بات اسی ذات کی رہنمائی سے مل سکتی ہے، وحی الہی ہی حقیقت بتا سکتی ہے۔ اس کے قوانین مذہب میں ملتے ہیں، مذہب خدا سے دوری از بدیوں کی آمیزش^(۲) سے بچا بچا کر انسانیت کو اُجاگر کرتا اور خدا تعالیٰ کے قریب لاتا ہے، انہی پر ہیزی چیزوں کا نام نواہی ہے۔ ان کی حد بندی^(۳) سے ہی انسان میں خراب باتیں مٹتی اور ملکی قوت^(۴) روشن ہوتی اور انسانیت کو چار چاند لگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے بچاؤ اور ان کی رضا کا درجہ قریب آجاتا ہے۔ پرہیز ہو جانے پر عبادتوں کے تریاق سے ہمیشہ کی نجات اور ایسی نعمتوں سے سرفراز ہوتی ہے جو وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔

گناہوں کی اقسام

پھر گناہوں کی دو قسمیں ہیں حق اللہ اور حق العبد۔ حق اللہ توبہ سے معاف ہو سکتا ہے مگر حق العبد بعد توبہ کے بھی بغیر ادا کئے یا بندہ سے معاف

(۱) بے کار (۲) نہایتوں کی ملاوٹ (۳) ان کی حدود متعین کر دینے سے (۴) فرشتوں والی قوت و صفات اُجاگر ہوتی ہیں۔

کرائے معاف نہ ہوگا، پھر سب کی دود و قسمیں ہیں، کبیرہ کہ جس پر سزا وارد ہے اور صغیرہ جس پر سزا صاف نہیں آئی ہے گناہ صغیرہ عبادتوں سے بھی معاف ہو جاتے ہیں، یہاں کبیرہ میں سے اہم بیان ہیں۔

۱۔ شرک کا معنی: سورة بقرہ: آیت ۲۲ ”فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اُنْدَادًا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ“ (اور تم اب تو مت ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کا مقابل حالانکہ تم جانتے بوجھتے ہو) کوئی مثل (۱) و مخالف نہ بناؤ (بیضاوی) شریک عبادت نہ بناؤ (جلالین) مشابہ و مثل نہ بناؤ (الاتقان) جانتے ہو کہ جو پیدا کرتا ہے وہی معبود ہوتا ہے دوسرا نہیں ہو سکتا۔

سورة نساء آیت: ۲۰ ”واعبدوا اللہ ولا تشركوا به شيئاً“ (اور تم اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) نہ عبادت میں نہ خاص صفتوں میں جیسے تمام چیزوں کا علم، تمام چیزوں پر قدرت (بیان القرآن) اللہ تعالیٰ کی صفتیں بعض تو ایسی خاص ہیں کہ جن کا کچھ حصہ بھی دوسروں کو عطا نہیں ہوا مثلاً معبود (۲) ہونا اور بعض ایسی صفتیں ہیں جن کا کچھ حصہ دوسروں کو بھی عطا ہوا ہے مثلاً علم، قدرت، سننا، دیکھنا، مالک ہونا، رحم، کرم، مہربانی، بردباری، دانائی، وغیرہ تو ان کے دو درجے حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کو دوسروں میں ماننا شرک ہوگا۔ ایک بالذات ہونا کہ بغیر

(۱) اس جیسا اور اس کا مقابلہ نہ بناؤ (۲) عبادت کے لائق ہونا۔

کسی کے دیئے خود بخود ہونا، اگر کسی صفت کو بھی خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے میں کوئی اس طرح قرار دیا گواہ مشرک ہے۔ دوسرے اول سے آخر تک ہر ہر چیز سے اس کا تعلق، ہر ہر چیز کا علم قدرت سننا دیکھنا مالک ہونا رحم و کرم وغیرہ کرنا ”بکل شیئی علیم“ اور ”علی کل شیئی قدیر“ (۱) جیسی آیتوں سے یہ درجہ بھی خاص ہے۔ غیر اللہ میں بلا کسی قوی غلط فہمی کے یہ قرار دینا بھی شرک ہے، ورنہ گناہ عظیم۔

شرک سب سے بڑا گناہ ہے

سورۃ نساء: آیت ۴۷ ”ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد افترى اثماً عظيماً“ (بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے، اور اس سے کم کو بخش دیں گے جس کو چاہیں گے، اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے گناہ کا بہتان باندھتا ہے) اور آگے سورۃ نساء کی ہی ایک آیت میں ان پہلے لفظوں کے بعد یہ لفظ ہیں ”ومن يشرك بالله فقد ضل ضللاً بعيداً“ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑتا ہے) مشرک تو حید کا منکر ہوا اور تو حید نقل و عقل (۲) سے فرض تھی۔ عالم کو پیدا

(۱) ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے (۲) تمام آسمانی کتابوں میں عقیدہ تو حید منقول ہے اور عقل بھی اس کی فرضیت کو تسلیم کرتی ہے۔

کرنے والے کا حق تھی، اس نے اس کے خلاف کر کے بغاوت اور اہانت کی ہے، اس لئے سب سے زیادہ گمراہ ہوا۔

کفر و شرک میں فرق

شرک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان کی کسی صفت خاص میں دوسرے کو شریک کیا جاوے اور کفر اس سے عام ہے ذات کا انکار ہو یا کسی صفت یا صفت کی خصوصیت کا یا خدا تعالیٰ کے بواسطہ و بلا واسطہ آئے ہوئے پنختہ حکم کو جو صفت صدق کا انکار ہے۔ بخشش مشیت الہی (۱) سے ہوگی وہ شرک سے کم کم گناہ ہیں، لیکن کفر اس سے بڑھ کر یا برابر ہے اور پھر بغاوت و اہانت بھی ہے۔ اس لئے شرک و کفر دونوں بخشش سے محروم ہوں گے مگر توبہ کر کے مسلمان ہو جانے والا نہ مشرک رہا نہ کافر، اس کی بخشش ہو جائیگی۔ ”جس کو چاہیں گے“ سے معلوم ہوا کہ یہ تو بلا سزا بخشش ہے ورنہ سزا کے بعد ہی ان سے چھوٹے گناہوں کی بخشش ہوگی۔

شرک سب افعال کو ضائع کر دیتا ہے

سورۃ انعام: آیت ۸۸ ”ولو اشرکوا الحبط عنہم ما کانوا یعملون“ (اور اگر یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال

(۱) اللہ کی مفت چٹائی کا انکار ہے۔

کرتے تھے سب اکارت ہو جاتے) معلوم ہوا کہ تمام عمر نیک عمل کرنے پر اگر شرک ایک بار بھی ہو گیا تو سب نیک عمل بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ اشارہ انکارۃ نبیوں^(۱) کا صاف اور باقی کا اولاد و ذریات سے ذکر کر کے فرمایا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ اگر بالفرض ان سے بھی شرک صادر ہوتا تو سب عمل بیکار ہو جاتے، اس لئے دوسرے کسی کا کیا مرتبہ ہو سکتا ہے؟۔

اور سورۃ زمر: آیت ۶۵ میں ہے کہ یہ حکم سب انبیاء کے دین میں آیا ہے ”وَلَقَدْ اَوْحٰی اِلَیْكَ وَالِی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَنْ اَشْرَکْتَ لِیَحْبِطُنْ عَمَلُکَ وَلِتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ“ (اور آپ کی طرف بھی اور جو آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اے مخاطب! اگر تو شرک کریگا تو تیرا سب عمل اکارت ہو جائیگا اور تو خسارہ میں پڑیگا)۔

اور سورۃ اعراف: آیت ۳۳ میں ہے ”قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تَشْرَکُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلٰی

(۱) اس آیت میں اشارہ نبیوں کا نام لے کر ذکر کیا جیسے حضرت ابراہیم، یحییٰ، یونس، داؤد، سلیمان، یوسف، ایوب موسیٰ ہارون وغیرہ اور باقیوں کو ان کی اولاد کہہ کر ذکر کیا کہ اگر یہ بھی خدا خواستہ شرک کرتے تو ان کے عمل بھی ضائع ہو جاتے تو دوسروں کے تو بدرجہ کوئی ضائع ہوں گے۔

اللہ ما لا تعلمون“ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے صرف تمام فحش باتوں کو، ان میں سے جو علانیہ^(۱) ہوں اور جو پوشیدہ^(۲) ہوں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم ان کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاؤ جس کی تم سند نہ رکھو)۔

ممنوع کام

اور سورۃ انعام: آیت ۱۵۱ میں ہے ”قل تعالوا اتل ما حرم علیکم الا تشرکوا به شیئا وبالوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املاق ۚ نحن نرزقکم وایاہم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ذالکم وصکم به لعلکم تعقلون ☆ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفوا الکیل والمیزان بالقسط ۚ لا تکلف نفسا الا وسعہا واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ وبعہد اللہ اوفوا ذلکم وصکم به لعلکم تذكرون ☆ وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ

(۱) ظاہر کی جائیں (۲) مخپ کر کی جائیں۔

ذَلِكُمْ وَضَعَكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ☆ (آپ کہہ دیجئے آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو ہم ہی تم کو اور ان کو رزق دیں گے۔ اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ ہوں۔ اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر، اس کا تم کو تاکید دیا جاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہو یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائے۔ اور ناپ اور تول پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ سے (قسم یا منت کا) جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو۔ ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو، وہ راہیں تم کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے جدا کر دیں گی تم کو اس کا اللہ تعالیٰ نے تاکید حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو)۔

سورۃ لم یکن: آیت ۶ میں ہے ”ان الذین کفروا من اهل الكتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا ابدًا اولئک ہم شر البریۃ“ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہے اہل کتاب ہوں یا مشرکین دوزخ کی آگ میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہی لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں)

شرک کے نقصانات

آیات بالا سے معلوم ہوا (الف) شرک انتہائی گمراہی ہے (ب) بہت بڑا گناہ ہے (ج) خدا تعالیٰ پر سخت ترین تہمت ہے (د) شرک سے تمام نیک عمل برباد ہو جاتے ہیں (ه) تمام انبیاء کے دین کا جز ہے کہ شرک سے سب عمل برباد ہو جاتے اور انتہائی خسارہ لاحق ہوتا ہے (و) شرک ہر گز معاف نہ کیا جائیگا، بخشا نہیں جائیگا اور اس سے کم کم کے گناہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے، تو جو شرک پر ہی مرجائیگا اس کی بخشش نہ ہوگی (ز) ہر کافر و مشرک ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے (ح) کفر و شرک والے ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ کم سے کم درجہ کی، ذلیل سے ذلیل چیز، گندی سے گندی بھی ان سے اچھی ہے، یہ اس سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا ان سے دلی تعلق حرام ہے۔ جس معاملہ کا اثر دل تک نہ پہنچے جائز، جس کا دل پر

اثر ہو حرام ہے (۱)۔ ان کا میل جول، ان کی سی باتیں، حالات، وضع قطع (۲) طور طریق، گناہ اور خود کو بدترین مخلوق بنانے کے مرادف ہے، سب کو آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

حرام کام

اللہ تعالیٰ نے جیسے شرک کو حرام کیا ہے (۱) ہر فحش یعنی بے حیائی کے کام بدکاری وغیرہ کو حرام کیا ہے کھلم کھلا ہو یا چھپ کر (۲) ہر گناہ کی بات کو حرام کیا ہے (۳) ناحق ظلم کرنے والے کو (۴) اللہ پر بے سند بات لگا دینے کو بھی حرام کیا ہے غیر دین کو دین خداوندی غیر ضروری کو اس میں ضروری قرار دینا بھی بے سند بات لگانا ہے (۵) ماں باپ پر احسان فرض اور ان کو تکلیف دینے والی ہر بات حرام قرار دی ہے (۶) جب کہ وہی رزق دیتے ہیں تو اولاد کو افلاس کی وجہ سے قتل کرنا حرام ہے افلاس کے ڈر سے روک کی تدبیر بھی درست نہیں (۷) بیچیا کی ہر طریقے کے پاس بھی جانا حرام ہے نا محرم کو دیکھنا ہاتھ لگانا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا سفر میں ساتھ لینا اس سے بے ضرورت بات کرنا وغیرہ وغیرہ خواہ ظاہر میں ہوں یا چھپ کر ہوں (۸) مسلمان یا رعیت کا کافر جس کا خون کرنا حرام کیا گیا ہے اس کو سوائے حق صورت قصاص بغاوت ارتداد حد زنا رجم کے اس کو قتل کرنا حرام ہے

(۹) یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ سوائے اس طریقہ کے اس کے لئے بہتر ہو کہ اسی کے کام میں لگایا جائے صرف قاضی یا باپ دادا یا ان کا مقرر کیا ہوا جو ہو اس کو اجازت ہے کہ تجارت کر کے بڑھایا جائے مگر ایمانداری سے یا اس کی حفاظت کی جائے یا خود بہت غریب ہو تو بقدر عرف کام کی تنخواہ لیلے۔ کسی کو مفت دینا صدقہ و خیرات کرنا یا نقصان کی صورت اختیار کرنا ولی کو بھی حرام ہوگا (۱۰) ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کیا کرو کہ دوسرے کا حق ذرہ برابر بھی اپنی طرف نہ آئے اس میں دغا کرنا حرام ہے دوکانداروں کو خصوصیت سے یہ خیال رکھنا ضروری ہے (۱۱) جب کوئی بات کرو کسی جھگڑے کا فیصلہ کرو یا کسی کی گواہی دو یا کوئی اور بات کرو تو انصاف کا خیال رکھو چاہے مقابلہ میں قرابت دار ہی کیوں نہ ہو بے انصافی کرنا حرام ہوگا (۱۲) اللہ تعالیٰ سے جو عہد کرو کہ کسی بات پر قسم کھالی یا کسی کام کے ہو جانے کی منت مان لی کہ یہ ہو گیا تو خدا کے لئے یہ کام کروں گا یا یہ خیرات کروں گا اگر دونوں باتیں جائز کاموں میں ہوں تو ان کو پورا کرنا ضروری ہے اور خلاف کرنا حرام ہے (۱۳) اسلام کے تمام احکام الہی ہیں ان کے خلاف کرنا گناہ ہے (۱۴) اسلام کے سوا دوسری راہیں خدا سے جدا کرنے والی ہیں وہ سب حرام ہیں جتنا جتنا کوئی دوسری راہ کی طرف جھکے گا اتنا ہی گناہ ہوگا۔

نظریات میں ٹھکے یا افعال و عادات و معاشرت میں کہ سب غیر اسلامی طریقے حرام ہیں۔ ہر ایک درجہ بدرجہ گناہ ہے۔

۲۔ کفر: خدا تعالیٰ کی ذات کا انکار یا کسی ایک بھی صفت کا انکار یا اس کے کسی حکم یا بیان کا انکار جو صدق کا انکار ہوتا ہے مثلاً تعلیمات کا انبیاء میں سے کسی ایک نازل کردہ کتابوں میں ہے کسی کا دوبارہ زندہ ہونے کا جنت دوزخ فرشتوں تقدیر کا ان کے نبی کے یقینی فرمان کا کسی ایک کا انکار یا شک و شبہ یا مذاق اڑانا یہ سب کفر ہے اور آیات سے ان کا کفر ہونا ثابت ہے خواہ زبان سے بھی انکار ہو یا نہ ہو اسی طرح کہ خود کو مسلمان ظاہر کیا جائے اور دل میں ان میں سے کوئی بات ہو۔

سورۃ ق آیت ۲۴ میں ہے ”القیافى جہنم کل کفار عنید“ (ہر ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا ہو اور ضد رکھتا ہو)

سورۃ بقرۃ آیت ۱۶۱ میں ہے ”ان الذین کفروا وما تواروہم کفار اولئک علیہم لعنة اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ☆ خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینظرون ☆“

(ضرور ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت پر مر گئے ایسے لوگوں پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی لعنت و جہنم میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

سورۃ آل عمران آیت ۹۱ میں ہے ”ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار فلن یقبل من احدہم ملء الارض ذہبا ولو افتدی بہ اولئک لہم عذاب الیم وما لہم من ناصرین“ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور حالت کفر ہی میں مر گئے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائے گا اگر وہ فدیہ میں یہ دینا چاہے ان لوگوں کو درد ناک عذاب ہوگا اور ان کا کوئی حامی نہ ہوگا)

سورۃ کھف آیت ۱۰۵ میں ہے ”اولئک الذین کفروا بایات ربہم ولقاءہ فحبطت اعمالہم فلا نقیم لہم یوم القیامۃ وزنا ☆ ذلک جزاء ہم جہنم بما کفروا واتخذوا آیاتی ورسلی ہزوا ☆“ (یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا کفر یعنی انکار

کر رہے ہیں تو ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے دن ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔ ان کی سزا وہی ہوگی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا)۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ (الف) ہر کافر کو جو کفر پر مرتا ہے جہنم میں ڈالا جائے گا (ب) ہر کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا (ح) ان کے عذاب میں کوئی ہلکا پن نہ کیا جائے گا بلکہ جیسے سورۃ اعلیٰ میں ہے ”لا یموت فیہا ولا یحییٰ“ (نہ اس میں مرے گا نہ زندہ رہے گا) (د) ذرا بھی عذاب سے مہلت نہ دی جائے گی (ه) اگر ساری زمین کا سونا بھی فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہیں گے نہ چھٹ سکیں سے (و) سخت دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے (ز) ان کے سب نیک کام غارت ہو جائیں گے ذرہ برابر ان کی نیکی کا وزن نہ ہوگا (ح) اوپر سورۃ لم یکن کی آیت میں آچکا کہ یہ ساری مخلوقات سے بدترین ہیں (ط) ان پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور سب کے سب انسانوں کی لعنت ہوگی اور لعنت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا (ی) قیامت میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ عذاب معاف کرا سکے یا اس میں کمی کرا سکے۔ دوسری آیتوں میں مسلمان سے نکاح نہ ہونا استغفار کی ممانعت، جہاد ان سے کرنا ہے۔

اب یہ اور دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و صفات کے انکار کے سوا اور کس کس چیز کو کفر قرار دیا ہے اور یہ کہ جو خود کو مسلمان کہتا رہے وہ بھی کافر ہو سکتا ہے یا نہیں اور کن کن باتوں سے کافر بن کر کفر کی سزاؤں کا حقدار بن جاتا ہے۔ اور یہ کہ پھر مسلمانوں سے اس کا کیا رشتہ رہ جاتا ہے؟

۲۱:- اوپر سورۃ کھف والی آیت میں ہے ”کفرُوا بآیاتِ ربِّہم ولقاءہ“ (اپنے رب کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کر رہے ہیں) ہر ہر آیت کا انکار کفر ہے اور قیامت میں زندہ ہو کر بارگاہ الہی میں پیش ہونے کا انکار کفر ہے۔

۳:- آیتوں کا مذاق اڑانا کفر ہے ”اتخذُوا بآیاتِی ورسلی ہزواً“ (میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا) آیت بالا میں۔

۴:- تمام انبیاء و رسل میں سے کسی ایک کا بھی مذاق اڑانا کفر ہے (ایضاً) بہت لوگ اس میں مبتلاء ہو جاتے ہیں تو ان کو تجدید اسلام و نکاح ضروری ہے۔

۵:- غیر اللہ کو خدا قرار دینا کفر ہے: سورۃ المائدہ آیت ۷۱ میں ہے ”لقد کفر الذین قالوا ان اللہ هو المسیح“

ابن مریم“ (بیشک کافر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیح ابن مریم ہیں) یہ بھی یاد رکھا جائے کہ خدا تعالیٰ کی خاص صفتوں کو کسی میں مان لینا اس کو خدا بنانا ہے۔

۶ :- دو تین خدا قرار دینا کفر ہے: سورة المائدہ آیت ۷۱ میں ہے

”لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة وما من اله الا الله واحد“ (بیشک کافر ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حالانکہ کوئی معبود نہیں سوائے ایک معبود ہے)

۷ :- اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں تمام کتابوں تمام پیغمبروں اور قیامت

کے دن کا ایک کا بھی انکار کفر ہے سورة نساء آیت ۱۳۷ میں ہے ”ومن يكفر بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر فقد ضل ضلالا بعيدا“ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور ان کے فرشتوں کا اور ان کی کتابوں کا اور ان کے پیغمبروں کا اور قیامت کے دن کا وہ شخص گمراہی میں بہت دور جا پڑا) یعنی کافر اور نجات سے دور ہو گیا۔

۸ :- اللہ اور رسولوں میں بعض پر ایمان لانا بعض پر نہ لانا کفر ہے

سورة نساء آیت ۱۵۱ میں ہے ”ان الذين يكفرون بالله ورسله ويريدون ان يفرقوا بين الله

ورسلہ ویقولون تؤمن ببعض وتکفر ببعض
 ويريدون ان يتخذوا بين ذالك سبيلا
 اولئک هم الکافرون حقاً واعتدنا للکافرين
 عذاباً مهيناً۔ (یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ اور ان کے پیغمبروں کے ساتھ
 کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ میں اور اس کے پیغمبروں میں فرق
 ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے بعض سے کفر کریں گے
 اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ بنالیں۔ یہی لوگ ہیں جو حقیقت
 میں کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے)
 بعض لوگ اسلام و کفر کے درمیان درمیان راستہ کو صلح کل قرار
 دیتے ہیں سن لیں کہ اسلام سے برطرفی کفر ہے۔

۹:- قرآن مجید و حدیث متواتر کے کسی حکم میں شک کرنا کفر ہے

سورۃ حج آیت ۵۵ میں ہے ”وان الله لهادی
 والذین امنوا الیٰ صراط مستقیم ولا یزال
 الذین کفروا فی مرية منه حتی تاتیهم
 الساعة بغتۃ او یاتیهم عذاب یوم عقیم“ (اور اللہ تعالیٰ
 ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں اور جن

لوگوں سے کفر کی وہ ہمیشہ اس کے بارہ میں شک میں رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان پر قیامت آجائے یا ایسے دن کا عذاب آجائے گا جس میں ان کو کچھ حاصل نہ ہو تو خدا اور رسول کی پختہ تعلیمات میں شک ہونا کفر ہے۔)

۱۰:- مسلمان ہونے کے بعد دین سے پھر جانا سورۃ بقرہ آیت ۲۱۷

میں ہے ”وَمَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فِيمَت وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَالَّذِينَ كَانُوا أَصْحَابَ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ“ (جو شخص تم مسلمانوں میں سے اپنے اسلام سے پھر جائے گا پھر کافر ہونے کی حالت میں مرجائے گا۔ تو یہی لوگ ہیں کہ ان کے سب عمل غارت جائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یہی دوزخ والے ہیں یہی اس میں ہمیشہ رہیں گے) اور حدیث ”مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ“ (جس مسلمان نے دین بدل دیا اس کو قتل کر دو) سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امن بھی غارت ہو گیا)

۱۱:- زبان سے خود کو مسلمان کہنے والے جب کہ دل میں ایمان نہ ہو خواہ پہلے سے ہی نہ ہو یا خدا تعالیٰ کے ذات یا صفت یا کسی حکم یا کسی فرشتہ یا نبی یا کتاب وغیرہ کے انکار سے نہ رہا ہو تو وہ کافر ہے سورۃ المائدہ آیت ۴۱

میں ہے ”یا ایہا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا اٰمنا بافواہم ولم تؤمن قلوبہم“ (اے نبی آپ کو غمگین نہ کر دیں وہ لوگ جو جلدی سے کفر میں داخل ہوتے ہیں وہ لوگ زبان سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے) اور سورۃ توبہ آیت ۷۳، ۷۴ میں ہے ”یا ایہا النبی جاهد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم وما ویہم جہنم وبئس المصیر ☆ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامہم وہموا بما لم ینالوا“ (اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ کی قسم کھالیں گے کہ ہم نے نہیں کہا اور ضرور ہے کہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے وہ ارادہ کیا تھا جو پانہیں سکے) دل میں کفر زبان پر ایمان کو پہلے زمانہ میں منافق کہتے تھے اب بھی منافق ہے مگر حضورؐ کے بعد سے فرق کے لئے ان کو زندیق کہا جاتا ہے ان سے جہاد کرنا فرض ہے یہ کافر ہیں کلمہ کفر کہنے سے کافر ہو گئے ہیں گو خود

مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

اور سورۃ بقرہ آیت ۱۰۸ میں ہے ”وَمَنْ يَتَّبِدْ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ“ (اور جس نے ایمان کو کفر سے بدل دیا وہ سیدھا راہ سے بالکل گم ہو گیا)

سورۃ توبہ آیت ۶۸ میں ہے ”وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارِ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ☆ اُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدِّينِ وَالْآخِرَةِ وَاُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ“ (اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر دیا ہے جس میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کو کافی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتے ہیں اور ان کے لئے نہ ٹلنے والا عذاب ہے یہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا و آخرت میں غارت ہو گئے اور یہی لوگ ہیں جو خسارہ میں ہیں)

۱۲:- مسلمانوں سے ان تمام کافروں منافقوں زندیقوں کا تعلق یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں سورۃ نساء آیت ۱۰۱ میں ہے ”ان الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا ☆“ (بیشک یہ سب کافر تم مسلمان کے کھلے دشمن ہیں) اس لئے ہر مسلمان کو ان کی دشمنی سے ہوشیار

رہنا ضروری ہے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ درست نہیں نہ نکاح نہ میراث نہ مسلم قبرستان میں دفن وغیرہ۔

۱۳:- کافروں کو ہدایت میں مسلمانوں سے اچھا قرار دینا جو ان کے مذہب کو اسلام سے بہتر قرار دیتا ہے یہ بھی کفر ہے سورۃ نساء آیت ۵۱ میں ہے ”وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا“ ☆ اولئك الذين لعنهم الله ☆ ومن يلعن الله فلن تجد له نصيراً ☆“ (اور اہل کتاب لوگ مشرک کافروں کے لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں تو یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنا دے اس کا کوئی حامی ہ پاؤ گے) اللہ تعالیٰ کا ان کو ملعون قرار دینا ہمیشہ کے عذاب اور ان کے کفر کا بیان ہے ہم لوگ جو طور طریق وضع قطع میں ان کی باتیں اختیار کرتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جس کو اچھا سمجھتا ہے اس کی باتیں اختیار کرتا ہے تو یہ خطرہ کی بات ہو رہی ہے اس سے بچنا لازم ہے۔

۱۴:- اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانا جو انہوں نے نہیں فرمایا اس کو خدا کا حکم بتانا آج جو تفسیر نام سے تحریف معنوی کا کام ہو رہا ہے کہ خود ساختہ باتوں کو خدا کا حکم بنا کر پیش کیا جا رہا ہے کہ نہ وہ مفہوم زبان کے قاعدوں پر لفظوں

سے نکلتا ہے نہ کسی آیت وحدیث سے تائید ملتی ہے مگر اس کو خدائی حکم بنا دیا جاتا ہے اس میں یہی بات ہے سورۃ عنکبوت آیت ۶۸ میں ہے ”وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افترى على الله كذبا أو كذب بالحق لما جاءه آية ليس في جهنم مثوى للكافرين“ (اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتا ہے یا جب حق اس کے پاس آتا ہے تو اس جھٹلاتا دیتا ہے کیا جہنم میں ان کافروں کا ٹھکانا نہیں؟) کافروں کے لفظ سے فرما دیا ہے کہ یہ ایسا کرنے والے کافر ہیں جھوٹ بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے والے بھی اور حق کو جھٹلانے والے بھی۔

اور سورۃ یونس آیت ۶۹ میں ہے ”قل ان الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون* متاع في الدنيا ثم الينا مرجعهم ثم نذيقهم العذاب الشديد بما كانوا يكفرون*“ (آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں وہ کامیابی کو نہ پہنچے گے دنیا کا ذرا سا سامان ہے پھر ہماری ہی طرف لوٹنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے کہ وہ یہ کفر کیا کرتے تھے) اور سورۃ بقرہ آیت ۷۹ میں ہے ”فويل للذين يكتبون الكتاب بأيديهم ثم

يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا فويل لهم مما كتبت ايديهم وويل لهم مما يكسبون ☆“ (اور دوزخ کی وادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے ذریعے کچھ قیمت کمالیں تو جہنم ہے ان کے لئے اس کی وجہ سے بھی جو انہوں نے کمایا) اور سورۃ آل عمران آیت ۷۸ میں ہے ”وان منهم لفريقا يلوون السنتهم بالكتاب لتحسبوا من الكتاب وما هو من الكتاب ويقولون هو من عند الله وما هو من عند الله ويقولون على الله الكذب وهم يعلمون ☆“ (اور بیشک ان کافروں میں ایک فریق وہ لوگ ہیں جو زبانوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ لپیٹتے ہیں تاکہ تم اس کو کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ اللہ کی کتاب میں سے نہیں ہے اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور یہ لوگ خدا تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں حالانکہ خود جانتے بھی ہیں)۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کسی کو برابر قرار دینا سورۃ انعام

آیت میں ہے ”ثم الذین کفروا بربهم یعدلون“
 پھر جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اپنے رب کے برابر کسی کسی کو بناتے ہیں (یہ
 سب باتیں ان میں سے ہیں جن سے انسان کافر بن جاتا ہے۔

۴۔ ناحق قتل کرنا: ناحق قتل کرنا کسی مسلمان کو یا رعیت کے کافر کو مگر
 قصاص میں زنا کی حد میں مرتد ہونے میں یا بغاوت میں راہزنی میں کافر رعایا
 کا حضور کی شان میں گستاخی کرنے قتل کرنا ناحق نہیں یا آیات و احادیث
 میں صاف آرہا ہے۔

سورۃ نساء آیت ۱۲ میں ہے ”ومن یقتل مؤمنا
 متعمداً فجزاءہ جہنم خالد فیہا وغضب اللہ
 علیہ ولعنہ واعد لہ عذاباً عظیماً ☆“ (اور جو شخص کسی
 مسلمان کو قصد قتل کر ڈالے تو اس کی اصل سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ کو اس میں
 رہتا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی خاص رحمت سے
 دور کر دیں گے اور اس کے لئے بڑے عذاب کو تیار کریں گے)

شرک کے بیان میں سورۃ نساء کی آیت گذر چکی ہے کہ شرک سے کم
 کم گناہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے اس لئے یہاں یہ ارشاد ہے کہ اصل
 سزا تو یہی ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہے غضب و لعنت عذاب عظیم ہو مگر۔

فضل ہوگا تو بخش بھی دیا جائے گا بلا سزا یا سزا کے بعد۔

سورة النعام آیت ۱۵ میں ہے ”وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَ
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ“ (اور جس کا خون اللہ تعالیٰ نے
حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق پر) اور سورة مائدہ آیت ۳۵ میں ہے
”مَنْ أَجَلَ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ
نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ
جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَى النَّاسَ جَمِيعًا“ (اور اسی قتل
ناحق کو خرابی کی وجہ سے ہم نے خصوصیت سے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص
کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بلا کسی فساد کے جو ملک میں اس
سے پھیلا ہو قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا) جو حکم بلا
انکار نقل ہو وہ اس امت کے لئے ہوتا ہے۔

بخاری و مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے
حضور ﷺ کا ارشاد روایت ہے فرمایا ”أَوَّلُ مَا يُقْضَىٰ بَيْنَ النَّاسِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ“ (سب سے پہلے قیامت کے دن لوگوں میں
جس چیز کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خونوں میں فیصلہ ہوگا) عینی شرح بخاری میں
ہے کہ حقوق العباد میں سب سے بڑا ظلم ہے (ج ۳ ص ۲۴) ابن حجر فتح

الباری میں لکھتے ہیں کہ یہ قتل کے بہت بڑے جرم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ سب سے پہلے اسی کو لیا جاتا ہے جو سب سے اہم ہو (ج ۱۲ ص ۱۵۳)

مسلم، نسائی ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے اور بیہقی ابن ماجہ اصہبانی نے حضرت براء بن عازبؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد روایت کیا ہے ”لزدالج الدنیا اھون عند اللہ من قتل رجل مسلم“ (ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان شخص کے قتل سے ہلکا ہے) بات بات پر مسلمان کو قتل کرنے والے آنکھیں کھولیں کہ کتنا سخت جرم ہے۔

بخاری و مسلم ابوداؤد و نسائی میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلاک کرنے والی سات باتوں سے بچو۔ عرض کیا گیا وہ کیا ہیں فرمایا شرک، ناحق قتل کرنا۔ اس کو جس کو اللہ نے محفوظ کیا ہے۔ یتیم کا مال کھانا سود۔ جہاد سے بھاگنا اور عقیقہ کو تہمت لگانا۔

اور بخاری و نسائی بن عبداللہ بن عمروؓ سے حضور کا ارشاد روایت ہے کہ جو رعایا کے کافر کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ پائے گا اور جنت کی خوشبو ایک سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔

(۴): خود کشی بھی چونکہ ایک مسلمان کا خون کرنا ہے وہ بھی اسی

مسلمان کے قتل کے اندر داخل اور ان سزاؤں کی مستحق ہے۔ انسان اپنی جان

کا مالک نہیں ہے نہ اپنی اولاد یا کسی عضو کا مالک ہے یہ سب خدائی امانت کی خیانت ہے۔

سورۃ بقرہ آیت ۱۹۵ میں ہے ”ولا تعلقوا بایديکم الی التهلکة“ (اور تم اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو) لفظوں کے عام ہونے سے خود کشی کو بھی فرمایا گیا ہے۔ اور بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی کی حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ جس نے پہاڑ پر گر کر خود کشی کی تو وہ جہنم کی آگ میں گرتا گرتا چلا جاتا رہے گا ہمیشہ ہمیشہ تک اور جس نے زہر پی کر خود کشی کی تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ تک اس کو پیا کریگا اور جس نے کسی لوہے کے آلہ سے خود کشی کی تو اس کے ہاتھ میں یہ آلہ ہوگا اپنے اندر مارتا رہے گا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ تک۔ فتح الباری میں ہے کہ اصل سزا اس کی یہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کم کر دیں گے کہ پھر جنت میں جاسکے گا یہ سورۃ زمر کی آیت ”ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً“ (بیشک اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو بخشتے ہیں) سے ثابت ہے۔

۵۔ زنا: سورۃ اسراء آیت ۳۲ میں ہے ”ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلاً“ (اور تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے) قریب جانا وہ باتیں کرنا جو اس کا ذریعہ

بن سکیں نامحرم کو دیکھنا چھونا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا عورتوں کا بے پردہ ہونا کہ یہ بڑے فتنوں قتل و غارت کا سبب اور دنیا میں ایسا بڑا زبردست ڈاکہ ہے کہ کوئی ڈاکہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا کہ عورت دوسرے بچے کو خاوند کا کل مال و دولت دلوادیتی ہے اور مرد اپنے نطفے کے بچہ کو دوسرے کا مال و جائداد دلوادیتا ہے جو ثبوت نہ ہو سکتے پر ہر قانون سے اس کو مل جاتا ہے۔ خاندان اور نسبوں کو برباد کر دیتا ہے اور حمل نہ ہو تو جسم کے جوہر کو جو کل اعضاء سے بنتا ہے ضائع کرتا ہے اور تمام قوتوں میں خلل پیدا کرتا ہے جو چیز عالم کی بقا کا ذریعہ تھی اس کو ضائع کرتا ہے۔ شریعت میں اسی کی سزا سب سزاؤں سے بڑی ہے کہ شادی شدہ زانی کو پتھر مار مار کر ہلاک کیا جاوے اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ سزائیں نافذ ہوئیں اور اسلامی حکومت نے بھی نافذ کی ہیں سزا کا بڑا ہونا گناہ کے بہت بڑے ہونے کا بتاتا ہے۔ حدیثوں میں اس کا انجام یہ آیا ہے (الف) زنا کے وقت ایمان اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ بخاری و مسلم ابوداؤد ترمذی کی روایت میں ہے اس سے الگ ہونے پر لوٹ آتا ہے اگر مر گیا تو سوچئے کیا ہوگا (ب) مسلمان کو مار ڈالنا تین سبب سے درست ہے شادی شدہ کا زنا، قصاص، مرتد ہونا۔ بخاری و مسلم (ج) آدھی رات بعد اللہ تعالیٰ کی طرف

سے فرشتہ ندا دیتا ہے کوئی دعاء کرنے والا ہے کہ قبول کی جاوے کوئی مانگنے والا ہے کہ دیا جاوے کوئی تنگ ہے کہ کشائش دی جائے پھر سوائے زنا والے کے سب کی دعا قبول ہوتی ہے (مسند احمد و طبرانی) (د) قیامت میں زنا کاروں کے چہروں سے دوزخ کے شعلے بھڑکیں گے (طبرانی) (ہ) زنا مفلسی و فقر پیدا کرتا ہے (بیہقی) (و) معراج میں حضور ﷺ نے تنور دوزخ میں ننگوں کو دیکھا اوپر اٹھتے گرتے ہیں بتایا گیا یہ زنا کرنے والے والیاں ہیں (بخاری) (ز) معراج میں حضور ﷺ نے ایک جماعت کو دیکھا ورم سے پھولی ہوئی بے انتہاء بدبو والی شرمگاہوں سے بدبو پھیلتی تھی بتایا گیا یہ زنا کار ہیں (ابن خزیمہ و ابن حبان) (ح) حضور ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کا ایک راہب ساٹھ سال عبادت کرتا رہا بہار کے موسم میں پہاڑ سے نیچے گیا ایک عورت ملی اس سے مبتلاء ہوا جب مر گیا ساٹھ سال عبادت کرتا رہا زنا کے ساتھ تولی گئی تو زنا بڑھ گیا۔ اس نے ایک یا دو روٹی کبھی خیرات کی تھی وہ تولی گئی تو نیکیاں اس سے بڑھ گئیں اور بخش دیا گیا (ابن حبان) (ط) تین شخص ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کریں گے نہ پاک صاف بنائیں گے۔ نہ کرم کی نظر کریں گے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔ بوڑھا زنا کار۔ جھوٹا بادشاہ۔ فقیر متکبر (مسلم و نسائی) مگر عذاب کے

بعد مؤمن کی نجات ہوگی (ی) جنت کی خوشبوا ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے مگر ماں باپ کا نافرمانی حق قرابت کا قاطع بوڑھا زانی اس کو نہ پاسکیں گے (طبرانی) (یا) ساتوں آسمان ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی رہتی ہیں۔ زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو سے دوزخ والے بھی سخت تکلیف محسوس کریں گے (بزار) (یب) معراج میں حضور ﷺ کا گذرایسوں پر اہوا جن کی کھالیں آگ کی قینچی سے کاٹی جا رہی تھیں بتایا گیا یہ وہ ہیں جو زنا کے لئے زیب و زینت کرتے تھے پھر ایک غار پر گذر ہوا بہت بدبودار اس میں سخت آوازیں سنیں بتایا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کے لئے زینت کرتی اور غیر حلال کام کرتی تھیں۔ (بیہقی) اس میں داڑھیاں منڈانا اور عورتوں کا بھڑکدار لباس پہن کر بے پردہ نکلنا بھی آسکتا ہے۔ (بخاری) میری امت میں بھلائی پر رہیں گے جب تک زنا نہ پھیلے گا جب زنا کی اولاد بہت ہو جائے گی اندیشہ ہے کہ عذاب عام آجائے (مسند احمد) اور ایک روایت میں ہے جب زنا کھلم کھلا ہوگا تنگی و عاجز ہونا پھیل جائیگا (بزار) (ید) دوسری دس سے زنا کرنا پڑوسن کے زنا سے ہلکا ہے (مسند احمد) (یہ) پڑوسی کی بیوی کے بستر پر بیٹھنے سے قیامت میں کالا سیاہ سانپ ڈستا رہے گا (طبرانی)۔

۶۔ زنا کی تہمت: سورۃ النور آیت ۴ میں ہے ”والذین

یرمون المحصنات ثم لم یأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة“ (اور جو لوگ عقیف عورتوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں پھر وہ چار یعنی گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ) اور آیت ۳ میں ہے ”فاذ لم یأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون“ (تو جب دو گواہ نہ لاسکیں تو یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں) اور آیت ۲۳ میں ہے ”الذین یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا ولآخرۃ ولهم عذاب عظیم“ (جو لوگ عقیف غافل مؤمن عورتوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کی رحمت سے دور کئے جائیں گے اور ان کو دردناک عذاب ہوگا)

ہم لوگوں نے تہمت لگانے کی عام عادت بنالی ہے ذرا شبہ ہوا اور زبان سے نکال دیا یہ لعنت اور عذاب کا سبب ہے جب تک چار چشم دید گواہوں سے زنا ثابت نہ ہو اس کو نکالنے والا جھوٹا قرار دیا جائے گا اور اسی کوڑے سزا کا حقدار۔

۷۔ حرام حیوانات: سورۃ مائدہ آیت ۳ میں ہے ”حرمت

علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغير الله به

والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع
الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب وان تستقسموا
بالا زلام ذالكم فسق“ (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار جانور اور بہتا
خون اور سور کا گوشت اور جو غیر اللہ کے قرب کے لئے نامزد کیا گیا ہے اور جو
گلا گھٹنے سے مرجائے اور جو کسی سخت چیز مارنے سے مرجائے اور جو اونچ
سے گر کر مرجائے اور جو کسی کی ٹکر سے مرجائے اور جسے کوئی درندہ کھانے
لگے لیکن وہ کہ جس کو ذبح کر لو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور
یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں)۔

۸۔ شراب اور جوا: سورۃ مائدہ آیت ۹۳ میں ہے ”یا ایہا
الذین امنوا انما الخمر والميسر والانصاب والازلام
رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون ☆
انما يريد الشيطان ان يوقع بينکم العداوة والبغضاء فی
الخمر والميسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوة فهل
انتم منتہون ☆“ (اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور
بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں تم ان سے
بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح حاصل ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب

اور جوئے کے ذریعے تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ واقع کر دے اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے تو کیا تم اب بھی نہ باز آؤ گے؟) باز آنا فرض ان میں لگنا حرام ہے۔

سورة بقرہ آیت ۲۱۹ میں ہے ”يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما“ (لوگ آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں چیزوں میں گناہ کی بُری بُری باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے بڑھی ہوئی ہیں) جو عام ہو یا ریس وغیرہ بونڈ انشورنس ہو۔

حضور ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ (الف) شراب پینے کے وقت ایمان دل سے نکل جاتا ہے بخاری و مسلم ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ توبہ کی گنجائش ہے (ب) اللہ تعالیٰ شراب پر پینے والے پلانے والے خریدنے والے بیچنے والے بنانے والے رکھنے والے اٹھا کر لانے والے پر اور جس کے لئے لائی جائے لعنت فرمائی ہے ابوداؤد ابن ماجہ (ج) جو دنیا میں شراب پئے گا آخرت میں شراب طہور نہ پی سکے گا بخاری و مسلم (د) ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں نہ جائے گا یعنی بلا سزا مسند احمد و حاکم (ه) شرابی

جنت کی خوشبو نہ پائے گا طبرانی (و) شراب ہر بدی کی چابی ہے۔ حاکم
(ز) چالیس روز نماز قبول نہ ہوگی (ح) شراب شرک کی برابر ہے۔ طبرانی
(ط) شرابی قیامت میں پیاسا آئے گا مسند احمد (ی) شرابی کو دوزخیوں کی
پیپ پلائی جائے گی۔

۹۔ سود: سورة بقرۃ آیت ۲۷۵ میں ہے ”واحل الله البيع
وحرم الربوا“ (اور اللہ تعالیٰ نے بیع کرنے کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا
ہے) ہر سود حرام ہے تاجرانہ بھی بنک ڈاکخانہ انشورنس بونڈ کا بھی۔ اور آیت
۲۲۶ میں ہے ”يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ“ (اللہ تو سود کو
مٹاتے اور خیرات کو بڑھاتے ہیں) برکت اور بے برکتی کا بڑا فرق ہے اوپر
حدیث درج ہو چکی ہے کہ سات مہلک باتوں میں سود بھی ہے حضور ﷺ
کے ارشادات (الف) معراج میں حضور ﷺ نے دیکھا کہ بیچ نہر کے
ایک آدمی پتھر لئے ہوئے تھا نہر میں سے ایک آدمی اس کی طرف بڑھا اس
نے جب کبھی بھی نکلنے کا ارادہ کیا اس نے اس کے منہ پر پتھر مارا اور وہ لوٹ
گیا بتایا گیا کہ یہ سود خوار ہے (ب) حضور ﷺ نے لعنت کی ہے سود کھانے
والے کھلانے والے لکھنے والے اور گواہوں پر اور سب برابر ہیں مسلم شریف
(ج) سود خوار جنت میں داخل نہ ہوگا۔ حاکم یعنی بلا سزا (د) سود کے تہتر

باب ہیں ہلکا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔ حاکم (ہ) سود کا ایک درہم یعنی $3\frac{1}{2}$ ماشہ چاندی چھتیس زناؤں سے زدیہ سخت ہے۔ طبرانی (و) جس قوم میں زنا اور سود جاری ہوگا اس نے عذاب الہی اپنے اوپر نازل کر لیا۔ ابویعلیٰ دوسری روایت میں ہے جس قوم میں سود ہوگا قحط ان پر مسلط ہوگا جس میں رشوتیں ہوں گی اور ان پر رعب طاری کر دیا جائے گا۔

۱۰۔ رشوت: سورة بقرۃ آیت ۱۸۸ میں ہے ” ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الى الحکام لتأکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون “ (اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ اور ان کو حاکموں کے یہاں اس غرض سے مت رجوع کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطور گناہ کے کھا جاؤ اور تم کو علم بھی ہو)

حضور ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے (ابوداؤد و ترمذی) اور حاکم کی حدیث میں ہے کہ درمیان میں کوشش کرنے والے پر بھی اوپر حدیث گزری ہے کہ رشوت سے قوم پر رعب طاری ہوتا ہے۔

رشوت خود لینا یا بچوں کو دلوانا ایک ہی حکم رکھتا ہے سب حرام ہے

گناہ عظیم ہے۔ فقط

نواہی میں بڑے بڑے عظیم گناہ خصوصاً جو ہمارے یہاں کثرت سے رواج پا رہے ہیں مختصر مختصر پیش کر دئے ہیں ورنہ ہر فرض اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے اور تمام حرام و مکروہ تحریمی کا کرنا حرام ہے۔



غلامی اور اسلام

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلیاً

یورپ کے اثرات سے مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام میں غلامی کا مسئلہ کیوں ہے۔ سلطان صلاح الدین وغیرہ سے شکستیں کھانے کے بعد یورپ والوں کے جب ذرا ہوش درست ہوئے تو انہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں میں سے اول تو جہاد کا جذبہ ہی نکال دیا جائے اور جو کچھ رہ جائے اس میں اس کی کوشش کی جائے کہ غلامی سے نفرت ہو جائے تاکہ یورپی قیدی ان کے غلام نہ بن سکیں۔

یورپ زدہ طبقہ میں آپ یہ دونوں باتیں خوب دیکھیں گے کہ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے اپنا پورا زور اس پر ختم کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام میں جہاد ہے ہی نہیں اور جو کچھ احکام اس کے لئے ہی ہیں وہ اقدامی جہاد کے لئے نہیں ہیں بلکہ دفاعی کے لئے ہیں حالانکہ یہ اسلام پر کھلی تہمت ہے۔

آیت قاتلوا الذین یلوئکم من الکفار جو جو کافر تمہارے قریب ہیں ان سے جہاد کرو۔ اور بہت آیات و احادیث دنیا کو کفر کی شوکت سے پاک کرنے کے لئے اولاً یعنی اقدامی جہاد کا حکم دے

رہی ہیں۔

دوسرے اس پر زور لگانا شروع کر دیا ہے کہ اسلام میں غلامی کا مسئلہ نہیں ہے یہ ملا نوں کی ایجاد ہے اور جب کوئی شخص اس کے لئے آیات و احادیث پیش کرتا ہے جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں تو تاویلات کے دروازے کھولتے اور حیرت میں پڑ کر رہ جاتے ہیں یا اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔

غلامی کی حقیقت

لیکن افسوس اس پر ہے کہ یورپ کے دھوکہ میں آ کر یہ لوگ شک میں تو پڑنے لگے اور اس پر کبھی غور نہ کیا کہ غلامی کون سی معیوب ہے اور کون سی محبوب، انسان مخلوق ہے خدا تعالیٰ خالق، آدمی عبد ہے اور باری تعالیٰ معبود، انسان کو خدا کے سامنے بندہ غلام اور انتہائی عاجزی کرنے والا ہونا ضروری ہے اور یہاں یہی صورت ہے ہاں انسان کو انسانی احکام یعنی انسان کا غلام بنانا بے شک انسانیت کی توہین ہے۔ وہ لوگ انسان کی توہین کے مرتکب جو انسان کو کسی انسان کے اصول و آئین کا پابند اور غلام بنانا چاہتے ہیں۔ تمام دنیا اس انسانیت کی توہین میں مبتلا ہے کہ انسان کو اس طرح انسانی قوانین کا پابند کر کے انسان کا غلام بناتی ہے۔ یہ فخر صرف اور صرف اسلام کو

حاصل ہے کہ وہ انسان کو انسان کا غلام یا حیوانات و جمادات و نباتات کا غلام نہیں بناتا۔ بلکہ ایک خدائے وحدہ لا شریک لہ کا بندہ قرار دیتا اور اس کے احکام کا پابند دیکھنا چاہتا ہے۔

کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ ساری کی ساری دنیا تو انسان کو انسان بلکہ انسان سے بھی کم درجہ کے حالات و فیشن و آلات وغیرہ کا غلام بناتی ہے اور سارا عالم اندھا ہو کر اس غلامی کے طوق کو اپنی گردن میں خوشی خوشی ڈال لیتا ہے اور اسلام جو انسان کو اس جیسے انسان یا اس سے کم حیثیت کی کسی چیز کا غلام نہیں بناتا بلکہ تکمیل انسانیت کے لئے اس کے معبود سے اس کو ملاتا اور خالص اسی کا عبد و غلام بناتا ہے۔ آج بھی دنیا اسلام پر اعتراض کرتی ہے۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانا کی وجہ

شبہ پیدا کیا جاسکتا ہے تو اس پر کہ اسلامی جہاد کے بعد کافر قیدیوں کو مسلمان مجاہدین کا غلام بنا دیا جاتا ہے یہ اسلام میں انسان کو انسان کا غلام بنا دیتا ہے لیکن ذرا سا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر انصاف کے ساتھ آپ غور کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ اول تو یہ انسان کی غلامی ہی نہیں محض عارضی صورت ہے۔ بلکہ اس شخص کو اپنے خالق و معبود کی بغاوت سے

ہٹا کر اس کا عبد اور غلام بنانا ہے نام گو انسان کی عارضی غلامی کا ہے۔ مگر یہ بہت ہی معمولی زمانہ کے لئے اور عارضی اور صرف نام ہی نام ہے۔ حقیقت اس کی کچھ نہیں بلکہ دراصل اس کو تکمیل انسانیت کی محرومی سے بچا کر تکمیل انسانیت میں ایک بہترین طریق سے لگایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جو نام کی غلامی ہے حقیقی غلامی نہیں کہا جاسکتا۔ صورت اور ظاہر میں محض عارضی نام غلامی کا ہے ورنہ یہ تو تکمیل انسانیت کا بہترین ذریعہ ہے اس کے علاوہ اس نام نام کی صوری و ظاہری غلامی میں کس قدر اس کی راحت اور تمدنی و اقتصادی فوائد ہیں وہ بھی سوچنے سمجھنے کے ہیں یہ ایسے مصالح ہیں کہ دنیا بھر کا کوئی قانون کوئی حکومت اور کوئی مجلس ایسا اصول پیش نہیں کر سکی۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمایا جائے کہ اس کی دنیا اور آخرت کس عمدگی و سہولت سے اور اس قدر سنواری گئی ہے کہ ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے عمدہ اصول کو یورپ کی عیاری سے مشکوک نظر سے دیکھا جانے لگا ہے۔

آج اگر ہم جنگ و جہاد میں دس لاکھ قیدی گرفتار کر کے لاتے ہیں تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے اگر گرفتار کرنے کے بعد ان سب کو قتل کر ڈالا جائے تو یہ انتہائی انسانیت سوز ظلم ہے اور اگر سب کو بند رکھا جائے

پھر بھوکا ننگا رکھ کر مار دیا جائے تو یہ اس سے بھی زیادہ سخت ظلم ہے اور اگر ان کو قید میں رکھ کر ان کے کھانے پینے پہننے کے اخراجات حکومت پر ڈالے جائیں تو کم سے کم بیس لاکھ روپے روز کا حکومت پر اس قدر زبردست خرچ پڑتا ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ بعض حکومتوں نے قیدیوں سے مشقتیں اور کام لینے کی تدبیریں اسی بار سے بچنے کے لئے کیں۔ مگر سب جانتے ہیں کہ اس سے حکومت کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہو سکا خرچ کے مقابل نفع معدوم ہی سارہا۔

اسلام نے ایسی بہترین صورت اختیار کی ہے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک مجاہد کو تقسیم کر دیا جائے ظاہر ہے کہ ایک گھرانے پر ایک آدمی کی خورد و نوش وغیرہ کا کچھ بار نہیں پڑتا۔ پھر اگر کوئی بار بھی محسوس ہو تو اس کو اس طرح ہلکا کر دیا گیا کہ جو شخص جس کام کا اہل ہو اس سے وہ کام بھی لے لیا جائے اور اس طرح وہ خاندان کا ایک فرد بن جائے اور جس طرح آدمی کئی بیٹوں کی نگرانی میں کئی دکانیں کئی کاروبار کر لیتا ہے اگر ایسے غلام مل جائیں تو کئی کام کر سکنے کی سہولت ہو جاتی ہے۔

غلام کے ساتھ حسن سلوک

۲۔ حکم یہ ہے کہ جو خود کھاؤ وہ غلاموں کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو

پہناؤ۔ ان کی طاقت سے زاید کام نہ لومشقت کے کاموں میں ان کے ہاتھ بٹاؤ، کھانا پکا کر لاؤ تو پہلے اس کو دو خود بعد میں کھاؤ، تعلیم و تربیت کرو، دین و دنیا کے کام سکھاؤ اور پھر مسلمانوں نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا ہے۔ تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔ حضرت عمرؓ جب فتح بیت المقدس کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پہنچنے کے وقت اتفاق سے غلام کے سوار ہونے اور آپ کے نکیل پکڑ کر چلنے کی نوبت تھی (۱) یہ غلامی نہیں، نام ہی نام کی غلامی تھی۔ دراصل غلام اہل و عیال کی طرح گھر کا ایک فرد تھا۔

غلام کی تجارت کی وجہ

۳۔ اگر کوئی شخص تنگ دست ہو خود اپنے اہل و عیال ہی کے کھانے پینے کے لالے پڑے ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو کسی کھانے پینے اور مالدار شخص کے یہاں اس کو بھیج دے اور اس سے اس کے بدلے میں کچھ دولت لے کر خود کاروبار کر کے اپنے حالات سدھارے اور اس فقر و فاقہ کی زندگی کے بجائے دولت مندانہ زندگی کا شریک کر دے اس کا نام خرید و فروخت رکھ لیا جائے یا کچھ اور۔ اور اگر پھر اس کے کاروبار میں خسارہ ہو کر اس کی حالت پھر کمزور اور فقر و فاقہ تک کی نوبت لے آئے تو اس زندگی سے سبکدوشی اور دولت مندانہ زندگی بسر کرتا رہے گا۔ یعنی آقا گو فقر و فاقہ

میں رہے مگر غلام کے لئے آسودگی کا سامان فراہم کرے پر دوسرا آقا بھی اگر ناگوار حالات سے دوچار ہو تو اس کو کسی اور آسودہ حال کے حوالہ کر کے اور وہ بھی اپنے حالات درست کر سکے اور یہ پھر آسودگی میں گزر کر رہے غرض آقاؤں پر تنگی ہو تو ہو غلام کسی آسودہ کے پاس ہی رہے گا۔ کیوں کہ اس کو لے لینا آسودگی کے بغیر نہ ہو سکے گا۔

غلام گھر کا فرد ہے

۴۔ اسلام نے صحت و بقا کا ایک شکر یہ عید الفطر کے دن صدقہ فطر ادا کرنا ہر آسودہ شخص پر واجب کیا ہے مگر خود اپنی ہی ذات کا نہیں اپنی نابالغ اولاد کا بھی، ان سب غلاموں کا بھی جو اس کی ملک میں موجود ہے اس طرح اس غلام نام کے شخص کو بھی اس کے گھر کا ایک فرد قرار دیا ہے بلکہ عزیز ترین فرد کیونکہ بیوی اور بالغ اولاد کا صدقہ فطر اس پر واجب نہیں اگر وہ خود مالدار ہیں ان پر واجب ہے ورنہ کسی پر نہیں اور غلام مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ اس صدقہ فطر آقا کے ذمہ واجب ہے۔ جس طرح نابالغ پر شفقت کامل ہے اور اس کا صدقہ باپ پر واجب کیا ہے اسی طرح غلام کا بھی واجب ہے۔ یہ اس کی صاف دلیل ہے کہ غلام کو گھر ان کا عزیز ترین فرد قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ تاریخ بھری پڑی ہے کہ مسلمانوں نے غلاموں کو تعلیم دی، کاروبار سکھائے کام کرائے، بڑے بڑے کارخانے اور فرمیں غلاموں نے چلائیں بلکہ بادشاہت تک غلاموں نے کی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ بادشاہ جس کے نام سے یورپ لرزہ براندام ہو جاتا ہے صلاح الدین ایوبی کون تھا۔

۶۔ غلام، غلام رہتے ہوئے تو خاندان کا فرد تھا ہی، آزاد ہونے پر بھی اس کا تعلق قائم رکھا ہے جس کا شرعی ناولاء ہے اس کے ذریعہ اس کا تعلق میراث جیسے اہم معاملہ میں بھی آقا سے رہتا ہے۔ اگر اس کا کوئی نسبى عزیز نہ ہو۔

۷۔ حدیث شریف مولى القوم منهم (کسی قوم کا آزاد کردہ غلام انہی ہی کا ہے) نے آزاد شدہ کو بھی اسی خاندان کا فرد بنا دیا ہے۔ چنانچہ جس طرح بنی ہاشم کو فرض و واجب صدقات حلال نہیں ہیں ان کے غلام کے لئے تو کیا آزاد شدہ غلام کے لئے بھی حلال نہیں یعنی اس غلام کو وہ عزت بخشی کہ جس طرح گناہوں کا میل یعنی صدقات و خیرات خاندان نبوت کی توہین کا سبب ہوتا ہے اسی طرح اس کی بھی توہین کا سبب ہے۔ دوسرے آقاؤں کو بھی یہ عزت حاصل نہیں جو ان غلاموں کو حاصل ہے۔ غور کیجئے، سوچئے،

سمجھئے کہ یہ غلامی غلامی ہے یا آقائے اسلام نے تمدن و معیشت میں بھی اس کو آقائی عطا کی ہے گو نام عارضی طور پر غلامی ہے اور آخرت کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے عذابات سے بھی نجات دلاتی ہے۔

غلامی ذریعہ ہدایت

۸۔ اسلام عالم انسانی کے واسطے خدائے قدوس سے ملنے کا آخری پیغام ہے اس کی تعلیمات کا جزا عظم ہے کہ خدا کی باغی مخلوق، خدا کو چھوڑ کر بتوں اور صلیبوں کو پوجنے والی مخلوق کو جس طرح ہو سکے اسی کا راستہ دکھلایا جائے۔ پھر ایک دو دفعہ تقریر و تحریر سے اس قدر فائدہ نہیں ہو سکتا جس قدر اہل اسلام سے میل جول سے بروقت اسلامی تعلیمات پر غور و خوض کرنے اور اسلامی اخلاق و معاملات وغیرہ دیکھتے رہنے اور ایمان و بے ایمانی کے فرقوں کے مشاہدہ کرنے نجات کے طور طریق کو خوب پرکھنے برتنے اور ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنے سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور بغیر کسی جبر و تشدد کے اپنی صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔

خدائے قدوس کے باغیوں کو خدا کا بندہ اور اللہ والا بنانے کا کس قدر سہل اور موثر طریقہ ہے کہ حسب (۱) دس لاکھ آدمی اس طرح اسلام سے روشناس ہو کر بغاوت الہی نقائص سے بچ سکتے ہیں اور جب الہی کے جام

سے ایک دم سرشار ہو سکتے ہیں جو اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح کا ضامن ہے حق تو یہ ہے کہ ہزار آزادیاں اس غلامی پر قربان ہیں جو شیطان کی غلامی سے بچا کر اللہ کی بندگی اور انسانیت کی انتہائی تکمیل کا سبب بن رہی ہے۔

لہذا جس کو یہاں برائے نام غلامی قرار دیا ہے وہ ان کی نجات اور انسانیت کے انتہائی کمالات حاصل کرنے کا نہایت ہی سہل ترین ذینہ ہے اگر قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس سے بہتر قانون دنیا بھر میں کہیں آپ کو نہ مل سکے گا۔

کوئی جبر و اکراہ نہیں اپنے پاس سے ہر تعلیم کے مطالعہ کا موقعہ دینا ہے۔ پھر بھی کوئی اپنی غلط روش پر قائم رہے تو اس پر کوئی دار و گیر نہیں ہے۔ وہ غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی برابر ساتھ رہ سکتا ہے اور ان سب مراعات کا حقدار رہتا ہے جو غلاموں کے لئے آقائے دو جہاں ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

باندی سے ازدواجی تعلق کے جواز کی وجہ

۹۔ جہاد کی تقسیم شدہ عورتیں جو مردوں کو ملتی ہیں ان کی دست نگر بھی رہتی ہیں ہر وقت گھر میں ساتھ رہتی ہیں مناسب کام بھی انجام دیتی ہیں اس قدر خلا ملنا جنسی تقاضوں کا محرک ہے آقا کو حکم ہے کہ ان کی شادیاں کر دے

لیکن اگر آقا ہی جنسی تقاضا کا شکار ہوتا ہے تو وہ عورت کے حق میں اس طرح نعمت بے بہا ثابت ہوگی کہ پھر صاحب اولاد ہونے پر اولاد اس کی اولاد آزاد بالکل آزاد ہوگی اور عورت تاحیات اس کی خادمہ اور پرورش اولاد کی وجہ سے قابل قدر رہے گی فروخت اور میراث نہ بنے گی۔ بعد وفات آزاد ہوگی۔ اگر آقا پر یہ ذمہ داریاں عاید نہ ہوتیں تو جنسی تقاضوں سے محفوظ رہنا تو ایسے حالات میں مشکل تھا اور وہ عورت مملوکہ کے لئے اور وبال جان بن جاتے اور مالک و مملوک کے لئے قانون میں سلسلہ ازدواج سے استثناء ہونا بھی لازمی بات تھی تاکہ وہ آزاد بیوی کی ہمسر بن کر اس کی برابر حقوق کی مالک ہو سکے نہ اس کو گھر، بار، دولت و جائیداد میں بیوی کی طرح شرکت ہو کر تمام آزاد بیوی کی اولاد اور آزاد بیوی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی ہو سکے، خادم و مخدوم نہ بن سکے۔ اس لئے مالک کو مملوکہ سے اور خدمات کی طرح جنسی خدمات کا بھی حق لازمی ہوا جو مملوکہ کے لئے رحمت و نعمت ہے۔

عورت کا اپنے غلام سے ازدواجی تعلق ممنوع ہونے کی وجہ

لیکن اس کا عکس کہ مالک عورت ہو اور مرد غلام مملوک تو وہاں ان خطرات کا وجود نہ تھا۔ مرد غلام باہر رہنے والا، عورت مالک گھر میں رہنے والی، عورت خود خاوند کی دست نگر تو اس کا غلام اگر اس نے کمپنی سے خریدا ہوگا

خاوند کا دست نگر رہے گا۔ اس سے پردہ ضروری ہے وہ دوسرے ملازموں کی طرح باہر باہر رہے گا اور جہاد کی اولیٰ تقسیم میں صرف مردوں کو ہی تقسیم (۱) ہوتے ہیں عورتوں کو اولاً دستیاب نہیں ہوتے بعد میں خرید کئے جاسکتے ہیں اس لئے اس کا وجود بھی کم ہوگا اس لئے کسی عورت کو اپنے غلام کے سامنے تک آنا جائز نہیں ہے اس لئے نہ مالکہ و مملوک کا نکاح صحیح ہے اس سے قلب موضوع ہوتا ہے محکوم کا حاکم، حاکم کا محکوم بننا ہے نہ ازدواجی سلسلہ (۲) سے استثناء صحیح کہ یہاں ان خطرات کا وجود نہیں اور خلاف احکام احتمالات ناقابل اعتبار ہیں اور پھر ایک شریف آزاد عورت کو یہ درجہ دینا اس کی آزادی و شرافت کی بے انتہا توہین ہے۔ اسلام نے عورت کو توہین کے گڑھوں سے نکالا ہے توہین میں دھکیلا نہیں۔

یہ غلامی جو برائے نام غلامی ہے اور حقیقت میں خاندان کا فرد بنانا ہے پھر اس نام کو بھی اسلام نے ختم کر دینے کی ترغیبات دی ہیں۔ غلام باندی کے آزاد کرنے کو جہنم سے آزاد ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

آزادی کی صورتیں

۱۱۔ اگر کسی کو اتنی جرأت نہ ہو کہ وہ ایک دم ایسے ہی آزاد کر دے اس کے لئے دو قانون بھی مقرر فرمائے ہیں۔ ایک مکاتبت کہ آقا غلام یا باندھی

سے یہ کہہ دے کہ تم اس قدر روپیہ مجھ کو حاصل کر کے دے دو تو تم آزاد ہو، اس کے بعد غلام باندی محنت، مزدوری، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت سے یا لوگوں سے چندہ زکوٰۃ و صدقات لے لے کے وہ روپیہ ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائیں گے۔ دوسرا قانون مدبر بنانا کہ آقا اس سے کہہ دے کہ میرے حیات تک تم میرے خادم ہو غلام ہو میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ اب ان کی فروختگی بند ہو کر یہ آزادی کے کنارہ آگتے ہیں۔

۱۲۔ اگر ایک غلام کے مالک چند آدمی ہیں۔ ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے مالکوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے چاہے وہ بھی آزاد کر دیں ورنہ غلام سے کہیں گے۔ جس قدر قیمت ہمارے حصے کی ہوتی وہ حاصل کر کے ادا کر دے اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو غلام حکومت سے منظوری لے کر قیمت کے حصے ادا کر کے آزاد ہو جاتا ہے اب وہ غلام نہیں رکھا جاسکتا۔

اسلام میں غلامی ختم کرنے کی تدابیر

۱۳۔ مذکورہ بالا اختیاری اور اجر و ثواب کی صورتوں پر بھی اگر کوئی عمل نہ کرے تو اسلام نے ایسے ایسے قوانین بھی بتائے ہیں کہ مجبوراً آزاد کرنا پڑتا ہے انسان بسا اوقات قسم کھا بیٹھتا ہے اور وہ بعض اوقات جھوٹی ہوتی ہے اس

کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگر روزہ توڑ بیٹھتا ہے تو کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگر بیوی کو کہہ بیٹھا کہ تو مجھ پر ماں کی پشت کی طرح ہے تو بیوی اس وقت تک حلال نہ ہوگی کہ کفارہ نہ دے دیا جائے کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے۔ اگر شکار پر گولی چلائی اور کسی مسلمان کے جاگلی تو دیت کے ساتھ کفارہ یہی ہے کہ غلام آزاد کروا کر باہمی چپقلش میں معمولی لکڑی وغیرہ مار دی اور مسلمان مر گیا تو دیت اور کفارہ کہ غلام آزاد کروا کر کسی عورت کو کسی نے ضرب لگا دی اور اس کو بچہ کا اسقاط ہو گیا تو کفارہ ہے کہ غلام آزاد کرو۔

اب غور کیجئے کہ وہ نام نہاد غلامی جو خود بھی ایک آقا کی تھی مگر نام نام باقی تھا اس کو بھی اسلام نے کس طرح ختم کرایا ہے۔ کیا ایسے واقعات دن رات پیش نہیں آتے، خصوصاً دولت مندوں کو جن دولت کے ناز پر ایک قسم کا لالہ بالی پن حاصل ہوتا ہے اور انہی کے پاس غلام باندی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ تو پھر ایسے میں بتائے تو سہی کون غلام باقی رہ سکتا ہے سوائے شاذ و نادر کے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ مسلمان ناموروں کے حالات دیکھیں گے تو بادشاہت میں، امارت و حکومت میں، بڑے بڑے کارناموں میں، بڑے بڑے کاروبار میں، علم و فضل میں، تقویٰ و طہارت میں بلکہ بڑے بڑے

اولیاء کرام میں بلکہ حضرات صحابہؓ عظام میں بھی بہت سے وہ حضرات ملیں گے جو غلام رہ چکے ہیں۔ یہ سب مرتبے جس کے طفیل حاصل ہوئے کس کا منہ ہے کہ وہ اس کی خوبی میں کوئی شک و شبہ بھی کر سکے۔

ایک بالکل ہی صاف اور کھلی بات سنئے کہ آج اسلام کو قریب قریب چودہ سو سال ہوئے ہیں اور اس درمیان میں ہزاروں جہاد ہوئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں غلام اور باندیاں آئیں۔ اور تقسیم ہوئی ہیں اور ہر باندی کی اولاد جو غیر مالک کسی شوہر سے ہوتی ہے۔ وہ بھی غلام باندی ہوتی ہے اگر اسلام نے اس برائے نام غلامی کو آزادی سے بدلنے کے ایسے قوانین نہ بنائے ہوتے اور مسلمان ان پر عمل پیرا نہ ہوئے ہوتے تو آج دنیا میں کروڑوں نہیں اربوں کی تعداد میں غلام باندی موجود ہوتے مگر ایسا نہیں ہے۔ کیا یہ اس کی کھلی دلیل نہیں ہے کہ اسلام میں غلامی غلامی ہی نہیں آقاؐ کی ہے اور صرف غلام نام بھی عارضی رہتا ہے اور ان کے لئے بے مثال دین و دنیا کی ہمیشہ ہمیشہ کی راحتوں کا ذریعہ ہے کہ دنیا میں دولت مندانہ آسودگی کی زندگی کی شرکت اور آخرت میں اسلام کے بعد خواہ آزاد ہو چکے ہوں یا غلام رہے ہوں ہمیشہ کی جنت۔

کافر کو غلام کیوں بنایا جاتا ہے

جب ہم اپنے مال و دولت مکان، دکان۔ جائیداد وغیرہ میں کسی کی شرکت و مخالفت برداشت نہیں کر سکتے اور ایسا کرنے والے یا اس کی کوشش کرنے والے کو جس قدر سزا اپنی قدرت میں ہوتی ہے دینے سے دریغ نہیں کرتے تو خدا کی زمین کے اوپر خدا کے آسمان کے نیچے اس کی دی ہوئی اندرونی و بیرونی نعمتوں سے پل پل کر جو لوگ کفر اور اس کی بغاوت کرتے ہیں اور ہمیشہ تک کی نیت سے کرتے ہیں کہ ہمیشہ زندہ رہیں تو ہمیشہ کفر و بغاوت کے علم بلند کرتے رہیں۔ ان کی سزا تو دنیا و آخرت میں ہمیشہ کے لئے جس قدر بھی ہو کم ہے۔ یہ تو حق تعالیٰ کا کام ہے کہ اگر پشت در پشت تا قیامت بھی سخت غلامی رہتی وہ بھی ہلکی سزا تھی چہ جائیکہ برائے نام رہی، عارضی رہی اور دین و دنیا میں ایسی کامیابی کی زندگی دے دی کہ دنیا اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکمتیں وہی خوب جانتے ہیں۔ اپنی رسائی معلومات تک کی خوبیاں پیش کی ہیں حقیقت تو اور بھی اونچی ہوگی۔

واللہ اعلم



اسلامی سزائیں

سزا کی ضرورت

انسان جو فرشتوں اور بہائم^(۱) کے درمیان ایک ایسی مخلوق پیدا کی گئی ہے جس میں ملکی (فرشتوں والا) مادہ بھی ہے اور بھیمی مادہ بھی۔ پھر اندر سے نفس اور باہر سے ہر شخص کا ایک شیطان مسلط کیا گیا ہے۔ دوسری طرف روح اور عقل بھی عطاء فرمادی ہے۔ اب ایک مجسم معرکہ جنگ بنایا گیا ہے پھر اس کو دنیا یعنی ایک دارالامتحان میں نفس و شیطان پر غلبہ پا کر نیک بننا ہے یا بھیمی قوتوں کو دبانے اور وحی و عقلی قوتوں کو قوی کرنا اس کا کام ہے۔

﴿الذی خلق الموت والحیاء لیبلوکم ایکم احسن عملاً﴾

(وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہارا امتحان لیا جائے کہ کون اچھا عمل کرنے والا ہے سورہ ملک آیت ۲) اسی امتحان سے اسکی عبادت فرشتوں سے بڑھ سکتی ہے کہ یہ نفس و شیطان کے تصادم^(۲) سے ہے اور ان کی بلا تصادم ہے۔ یہی اس دنیا کا مایہ اتیاز ہے

(۱) جانوروں (۲) ٹکراؤ سے ہے کہ نفس اور شیطان نیک عمل سے روکنے والے ہیں جبکہ فرشتوں کی عبادت میں کوئی رکاوٹ نہیں جو حکم دیا جاتا ہے بلا تکلف عمل کرتے ہیں۔

چونکہ بدیوں اور شیطانوں کا وجود اور ان سے تصادم جنت میں نہ تھا اسی لئے تصادم والی عبادت اور نیکی کے لئے جنت سے اس امتحان گاہ یعنی دنیا میں پہنچایا گیا ہے تاکہ فرشتوں سے فوقیت لے جاسکے۔

ان ملکی اور بھی (۱) افعال کیلئے قانون الہی عطاء فرمایا گیا ہے جس پر عمل کر لینے سے ہر انسان ہر فرشتے سے افضل ہو سکتا ہے یہ قانون ایک حقیقی کیمیا ہے مگر بعض لوگ نفس و شیطان سے ہمت ہار جاتے ہیں اور قانون سے ہٹ جاتے ہیں ان کو صحیح راستہ پر لانے کیلئے جبکہ نصیحت کا رگر نہ ہو سکے تو سزائیں مقرر فرمائی گئی ہیں تاکہ یہ خود بھی آئندہ بھی حرکات سے بچ سکیں اور ان کو دیکھ کر دوسرے بھی بچ سکیں اور سب ملکی قوت (۲) غالب کر کے دونوں جہانوں کی راحت و سکون حاصل کر سکیں۔ یہ سزائیں دراصل انتہائی شفقت پر مبنی ہیں جیسے ہر استاد اتالیق بچوں کی تعلیم میں اس کا تجربہ رکھتا ہے اور حکومتیں بھی کرتی ہیں (یعنی مجرموں کو سزائیں دیتی ہیں)۔ فاسد مادوں کا آپریشن ہر علاج میں لازم ہے یہ سزا اور حقیقت بھی فاسد مادہ کا آپریشن ہے بظاہر تکلیف اور حقیقت میں ابدی (۳) راحت کا سامان ہے۔ مگر اسلامی

(۱) انسان وہ افعال بھی کر سکتا ہے جو جانوروں کی مفت ہے۔ اور ایسے نیک افعال بھی کر سکتا ہے جو فرشتوں کی مفت ہے اس لئے قانون الہی نازل کیا گیا کہ اس پر عمل کر کے فرشتوں سے بڑھ جائے۔ (۲) فرشتوں والی قوت (۳) ہمیشہ کے لئے راحت و آرام کا ذریعہ۔

سزاؤں کا فائدہ سب سے بڑھ کر ہے کہ اس سے بھی قوت گھٹتی ہے اور ملکی بڑھتی ہے (۱) جو دو جہان میں راحت کا سبب ہے۔

سزا کا معیار

غور طلب یہ چیز ہے کہ سزا کتنی ہونی چاہیے اور کیسی کیسی ہونی چاہیے تو حق تعالیٰ نے اس کا قانون عطا فرمایا ہے کہ ﴿جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا﴾ (ہر برائی کی سزا اسی کے مثل برائی یعنی سخت ہوتی ہے) (۲) یہ ایسا چچا تلاقاعدہ ہے کہ ہر عقل اس کی خوبی کے اقرار میں رطب اللسان رہے گی سزا اگر زیادہ سخت ہوگی تو ظلم ہے کہ گالی دینے مار دینے پر قتل کر دینا بیشک سخت ظلم ہے اور اگر جرم کی اہمیت سے کم درجہ کی ہوگی تو کبھی وہ جرم نہ چھوٹ سکے گا۔ اور سزا سے جو مقصد تھا کہ خود اس سے اور دوسرے دیکھنے والوں سے بھی ہمیشہ کو جرم بند ہو جائے وہ حاصل نہ ہوگا جیسے آپریشن کہ نہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے کہ تکلیف و ظلم ہے نہ کم کہ بے فائدہ ہے سزا سے صرف تکلیف دینا مقصود نہیں یہ تو خود انسانی ہمدردی کے خلاف ہے بلکہ جرم کا چھڑانا اور سچا مسلمان بنانا مقصود ہے اور سزا جرم چھڑانے کے درجہ کی نہ ہوگی تو انسان بنانے کی چیز نہ ہوگی بلکہ انسانی ہمدردی کے بالکل خلاف اور

(۱) حیوانی صفات کے بجائے فرشتوں کی صفات پیدا ہوتی ہیں (۲) جیسا جرم ہوگا ویسی ہی سزا

ہوگی۔

انسان کو بہائم^(۱) میں داخل کرنے کی چیز ہوگی ایسی سزا تو انسان دشمنی اور تمام معاشرہ و قوم کو برباد کرنے کا ذریعہ ہوگی انسان کو فرشتوں کی صف سے دور اور انسانی حالات سے ہٹا کر بھیکی افعال^(۲) اور اوصاف کا حامل ایک جانور بنانے کی سعی ہوگی۔ آپریشن کے معاملے میں غور کر کے نظیر سے یہ خوب سمجھ میں آسکتا ہے کہ کم آپریشن کرنا اور پورہ مادہ فاسدہ^(۳) نہ نکالنا ہمیشہ کے لئے جسم کو فاسد بنانا^(۴) ہے۔

سزاؤں کی اقسام

اسلام میں سزائیں دو قسم کی ہیں ایک تو وہ ہیں جو ہر مجرم کیلئے یکساں مقرر فرمادی گئی ہیں ان کو حد کہا جاتا ہے، جو ہر عالم، جاہل و دلتمند، غریب شرقی، غربی، جنوبی، شمالی شہری و دیہاتی سب کیلئے یکساں ہیں، یہ سب حدود ہیں ان میں کسی کیلئے کمی کسی کیلئے بیشی^(۵) حرام ہے۔

دوسری قسم تعزیر ہے جس کی مقدار شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے۔ حاکم وقت کی رائے پر ہے کہ وہ جرم کے موافق ایسی سزا دے جس سے یہ جرم اس سے بھی اور دوسروں سے بھی چھوٹ سکے۔ سزا نہ ایسی ہلکی ہو کہ یہ فائدہ نہ حاصل ہو سکے اور وہ انسداد جرائم کی بجائے اشد جرائم^(۶) کا ذریعہ

(۱) جانوروں (۲) جانوروں کے سے افعال اور صفات کا حامل شخص بنانے کی کوشش ہوگی (۳) خراب مادہ (۴) تکارہ (۵) کسی کو کم کسی کو زیادہ (۶) جرم کی روک تھام کے بجائے اس کی زیادتی کا سبب بن جائے۔

بن جائے نہ ایسی سخت ہو کہ ظلم بن جائے جس کا معیار مقررہ حدود سے کم کم ہونا ہے چونکہ تعزیرات مختلف ہوتی رہتی ہیں، جرم کی خفت و شدت (۱) اور مجرم کی حیثیت کے موافق جس جس صورت کی بندش متوقع ہوگی وہ ہوگی جو کچھ دیر محبوس (۲) کرنے سے لیکر جلا وطنی اور قتل تک ہوگی۔ ان کی تفصیلات طویل ہیں وقت ضرورت معلوم کی جاسکتی ہیں، جو اسلامی قانون یعنی ہزار سالہ فقہ (۳) میں درج ہے جس کا ہر مسئلہ قرآن و حدیث سے رائج اور قوی کا انتخاب کر کے جمع شدہ ہے۔ ضرورت کے وقت اسکو بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت تو صرف دو کو جو ہر فرد کو عام ہیں اور مقررہ ہیں، پیش کیا جا رہا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۸ پر حضرت شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض گناہوں میں حد کا حکم دیا ہے اور یہ وہ گناہ ہیں جو فسادات کی کئی کئی صورتوں کے جامع ہیں اور ملک میں فساد برپا اور مسلمانوں کے اطمینان کا قلع قمع (۴) کرتے ہیں اور اولاد آدم کے نفوس میں ایسا داعیہ پیدا کرتے ہیں جو مسلسل بھڑکتا رہتا ہے اور ایسا شوق پیدا کرتے ہیں کہ دلوں

- (۱) جرم کے ہلکے اور سخت ہونے کے اعتبار سے اور مجرم کے اعتبار سے سزائیں کی زیادتی ہوگی
- (۲) قید کرنے (۳) فقہ کی سب کتابوں میں موجود ہیں جو ایک ہزار سال سے زائد سے طبع ہو رہی ہیں (۴) مسلمانوں کے اطمینان کو جوڑ سے اکھاڑ پھینچتے ہیں۔

میں پیوست ہو جانے کے بعد آدمی ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اور ان سے اس قدر ضرر^(۱) ہوتا ہے کہ مظلوم اکثر اوقات اس کو خود سے دفع^(۲) نہیں کر سکتا۔ اور گناہ کثرت سے لوگوں میں واقع ہونے لگتے ہیں۔ تو ایسے گناہوں کیلئے عذاب آخرت سے ڈرنا کافی نہیں ہوتا۔ ان کیلئے سخت ملامت کا انتظام اور سزا کا اہتمام ضروری ہے تاکہ وہ ایسے گناہوں سے باز آسکیں۔ یعنی جتنا سخت گناہ ہے اتنی ہی سخت سزا ملامت ہونی لازم ہے۔

کیا اسلامی سزائیں سخت ہیں؟

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ شرعی سزائیں بہت سخت اور مہذب، ملک و معاشرہ کیلئے نامناسب ہیں۔ مگر وہ لوگ صحیح غور نہیں کرتے۔ اول تو مہذب^(۳) ہی وہ ہے جو قانون خصوصاً خدائی قانون کا پورا احترام کرتا ہو۔ اس کی خلاف ورزی اس کیلئے سوہان روح^(۴) ہو تو ایسے شخص کے لئے تو سزا کی ضرورت ہی نہیں۔ سزا تو قانون کی حدود کی شکست^(۵) و ریخت پر ہوتی ہے۔ اور لوگوں کو صحیح تہذیب کا جس کا مرقع یہ قانون ہے، خوگر بنانے مہذب ترین انسان بنانے اور دونوں جہانوں میں سرخرو کرنے کیلئے ہوتی

(۱) نقصان (۲) دور (۳) تہذیب یافتہ ہی وہ ہے (۴) روح کو تکلیف دینے کا باعث ہو

(۵) قانون کی حدود کو توڑنے پر ہی دی جاتی ہے۔

ہے۔ اسلامی سزائیں درحقیقت سزائیں نہیں، انسان کو صحیح انسان بنانے اور تمام دنیا کو امن و امان بخشنے کا ذریعہ ہیں، ایک لاعلاج مرض کا فوری و کامل علاج ہیں کہ جیسا امن و امان ان سے قائم ہوتا ہے دنیا بھر میں اس کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ دوسرے ان کو سخت اس وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ جرم کی بدی و برائی سے بہت زیادہ سخت ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسا خیال کرتا ہوگا تو یقیناً وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہے یا کافروں کے میل جول پر وہ اس جرم کو سخت جرم ہی نہیں سمجھتا۔ یا جرم کے عادی لوگوں سے میل جول یا ان کے فعل میں شرکت رکھتا ہے جس کی وجہ سے جرم کو ہلکا سمجھتا ہے۔ اور سزا کو سخت۔ اس لئے یہاں ہر ہر جرم کے متعلق بھی عرض کرنا ہے اور کتنی سخت سزا اس کی سختی کے برابر ہو سکتی ہے پھر اسلامی سزائیں ہی تیسرے بالفرض یہ تسلیم کر لیا جائے کہ واقعی اسلامی سزائیں سخت ہیں گو جرم کی سختی سے زائد سخت نہیں تو اس پر غور کرنا ضروری ہوگا کہ کسی مجرم خصوصاً کسی عادی مجرم سے جرم چھڑانے کیلئے کیا نرم سزا کا رآمد ہے یا سخت بلکہ سخت ترین طبعی اور فطری طریقہ اور ہر شخص کے دن رات کے تجربہ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے بچوں، نوکروں، شاگردوں، ماتحتوں اور زیر اثر لوگوں کو برائیوں سے بچانے کیلئے جب نصیحت کر چکتا ہے اور وہ باز نہیں آتے تو اگر خاموشی اختیار لیتا یا نرم نرم باتیں

کرتا ہے تو کبھی ساری عمر تک ان کی وہ برائی، غلطی گمراہی اور گناہ و جرم نہیں چھوٹ سکتا۔ جب تک سختی نہ کی جائے اور پھر بھی نہ چھوٹے تو سزا سے کام نہ لے گا یہ ہر شخص کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے عورت مرد بچہ سب کا دستور ہے۔ خصوصاً بچہ کے دودھ چھڑانے میں ماں جب تک سختی سے کام نہ لے گی تمام عمر دودھ نہ چھوٹ سکے گا جیسے بعض ہندو خاندانوں میں جاری ہے۔ اس لئے طبعی و فطری یہ ہے کہ جب تک سختی نہ کی جائے گی کوئی برائی اور بدی چھوٹ نہیں پائے گی۔ اور ایسے وقت نرمی کرنا تو اس کے ساتھ دشمنی ہے سختی کرنا ہی خیر خواہی کرنا ہے۔

”جو راستاد بہ زمہر پید“^(۱)۔

لہذا جو لوگ سزاؤں کو سخت کہتے ہیں وہ ان جرائم کی سختی سے کسی غلط فہمی کی بناء پر غفلت برتتے ہیں یا اگر سختی و بدی کو محسوس کرتے ہیں، پھر سزا نرم کرنے کے خواہاں ہیں تو وہ ملک و قوم اور معاشرہ کو گندہ و پراگندہ کرنے کے حق میں معلوم ہوتے ہیں اور امن و امان ختم کرنا چاہتے ہیں۔ زندہ مثال آپ کے سامنے موجود ہے کہ سعودی عرب میں حدود جاری کی جاتی ہیں تو آج وہاں بد معاشیوں چوری، ڈاکوں کے بجائے وہ امن و امان ہے کہ تمام روئے زمین کی کسی حکومت کو یہ امن و امان خواب میں بھی نظر نہیں آسکا ہے

(۱) اس کی سختی ہی انسان میں خوبی پیدا کرتی ہے۔

ہمارے ملک و قوم کو اگر دنیا بھر کا بے مثال امن و امان مطلوب اور فتنہ فساد کا قلع قمع ^(۱) منظور ہے جو ہر صحیح فکر و عقل والے کو منظور ہوتا ہے۔ تو اس کو فوراً اسلامی حدود و تعزیرات نافذ کر دینی ضروری ہیں اور ہرگز ان لوگوں کی بات پر کان دھرنے کی گنجائش نہیں جو اپنی اغراض کیلئے ملک و معاشرہ کی تباہی، بد امنی اور فتنہ و فساد کی کوشش کرتے ہیں اب ہر سزا کا تفصیلی حال پیش ہے۔

چوری کی سزا

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (المائدہ: ۳۸)

(جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالوان کے کردار کے ضمن میں بطور سزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ بڑے قوت والے بڑے حکمت والے ہیں۔)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں ایمانہما (دائے ہاتھوں کو) ہے اور دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں یہ دارقطنی و طبرانی کی حدیث ہے پھر بھی کریگا تو جب تک قرائن ^(۲) سے سچی توبہ نہ کرے جیل میں

(۱) فتنہ فساد کو اگر بالکل ختم کرنا چاہے ہیں (۲) جب تک اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ سچی توبہ کر چکا ہے۔

رکھا جائے گا مصنف۔ ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے اور کتاب الآثار میں یہ حدیثیں ہیں اور ہاتھ کم از کم دس درہم کی قیمت کی چیز پر کاٹا جائے گا جیسے عبداللہ بن مسعودؓ سے مصنف عبدالرزاق کی حدیث میں ہے چوری پر ہاتھ کاٹنا بہت حدیثوں میں ہے المغنی، شرح الکبیر دونوں میں ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے فرض ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ ج ۱ ص ۲۳۹: تفسیر کبیر میں ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ نہ دونوں ہاتھوں کا ساتھ کاٹنا واجب ہے نہ اول بائیں ہاتھ کا کاٹنا (ج ۳ ص ۵۹۲) زیلی کنز میں ہے کہ تمام اماموں نے گمہ پر سے کاٹنا لکھا ہے لہذا فعلی اجماع ہے۔ اس کے خلاف جائز نہیں (ج ۳ ص ۲۳۴) آگے ہے کہ دوسری بار میں پاؤں کاٹنے پر بھی اجماع ہے۔^(۱)

چوری کی وجہ سے ہونے والے عظیم نقصانات

شاید یورپ سے مرعوب یا مسحور^(۲) دماغ ان سزاؤں کے مقابلہ میں چوری کو ہلکا جرم سمجھتے ہیں تو اول تو چوری دس درہم (ساڑھے بارہ ماشہ چاندی) جو چھ روپیہ تولہ کے حساب سے آج کل پندرہ روپے پچھتر پیسے کی

(۱) یعنی اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر دوبارہ چوری کرے تو ہایاں بھر کاٹا جائے گا (۲) جن لوگوں کے دماغ یورپی سر میں بتلا ہیں۔

ہوتی^(۱) ہے۔ غریب کیلئے مرغ کو تکلہ کا داغ^(۲) ہے۔ دوسرے یہ کم از کم درجہ ہے زیادہ سے زیادہ تو لاکھوں کروڑوں تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ وہ دولت مند جو ایک منٹ میں محتاج بنا دیئے گئے، بھیک مانگنے کے قابل بن گئے ان پر اور ان کے تمام عزیز واقارب پر کیا قیامت گزرے گی، تیسرے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم غریب کہیں سے فیس حاصل کر کے رکھتا ہے کہ اگر اب داخل نہ کی گئی تو داخلہ نہ ہو سکے گا۔ اور سال پورا ضائع ہو جائے گا مگر چور نے ہاتھ کی صفائی دکھلا دی تو سال بھر غریب تڑپتا رہے گا۔

اور چوتھے یہ بھی ہوگا کہ مقدمہ دائر ہے مالیانہ یا کسی ٹیکس کا روپیہ داخل کرنے کی آخری تاریخ آگئی ہے بہت کوشش کر کے روپیہ فراہم کیا کہ صبح کو داخل کر کے نیلام یا جیل سے بچ سکے گارات کو چور صاحب نے صفایا کر دیا۔ جائیداد نیلام پر چڑھ گئی یا میاں صاحب کو جیل ہو گئی، گھر بھر زندہ کا ماتم کدہ بن گیا۔

پانچویں یہ صورت بھی ہو سکتی ہوگی کہ کرایہ کی ٹیکسی یا رکشا چلائی، سخت گرمی اور لو میں کام کیا اتنا روپیہ جمع کر لیا اس سے دن کا کرایہ بھی مالک کو دیدیں اور بچوں کی روٹی پانی کا بھی انتظام کر دیں کہ چور صاحب نے اڑا لیا

(۱) آج کل تو چاندی سو روپے تولہ ہے (۲) جو پیسہ پیسہ کا محتاج ہو ضرورت شدید ہو تو پھر ایک دو روپے کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔

اب بچے الگ رد رہے ہیں مالک الگ سر پر سوار ہے نہ باہر چھین نہ اندر چھین
 چھپے تمام مہینہ انتہائی محنت سے کام کیا دھوپ، لو، بارش، آندھی، اولے پالے
 سردی کسی کور کاوٹ نہ بننے دیا بلکہ نزلہ زکام بخار کی بھی پروانہ کی مہینہ پورا ہوا
 تنخواہ ملی قرض خواہوں کا قرضہ دینا تھا بچوں کی فیس داخل کرنی تھی گھر کے
 کھانے پینے کا سامان تھا کہ چور صاحب نے چوری کر لی اور سخت پریشانی
 میں مبتلا کر دیا۔ ساتویں تجارت کیلئے کل جائیداد فروخت کر کے مال خریدنے
 اور زندگی کا سہارا بنانے کیلئے منڈی کا سفر کیا۔ مال کا سودا ہوا تو چور صاحب
 جیب خالی کر گئے تھے مال والے سے شرمندگی جائیداد کی فروختگی کا قلق^(۱) مال
 نہ ملنے سے کاروبار نہ ہو سکنے اور بال بچوں کے کھانے پینے دوا دار و اسکول کی
 فیسوں کے فکر نے دماغ چکر میں ڈال دیا اور آخر میں خودکشی کے سوا کچھ نظر
 نہ آیا بلکہ بعض مرتبہ تو سارے گھر کی خودکشی کی نوبت آ سکتی ہے۔ آٹھویں بیمار
 کی حالت زار ہے کسی سخت قیمتی دوا کی ضرورت تھی تیمار دار قرض مانگ مانگ
 کر لایا کہ دوا مل جائے گی اور عزیزوں کی جان بچ جائے گی کہ چور صاحب
 نے سب تجویزیں خاک میں ملا دیں، مریض بھی ملک عدم^(۲) سدھار گیا۔
 اور قرض والوں نے بھی زندگی تلخ کر دی۔ نویں لڑکی کی شادی تھی۔ آج کل

(۱) انفس (۲) مریض کا بھی انتقال ہو گیا۔

بغیر بہت سے جہیز کے کوئی شادی قبول نہیں کرتا ماں باپ نے تنگی اٹھا کر پیٹ کاٹ کاٹ کر تھوڑا تھوڑا کر کے جہیز تیار کیا تھا اور اتنا کہ تین بچیوں کا کام ہو جائے وقت قریب آ گیا تاریخ مقرر ہو گئی تینوں لڑکیوں کو تیار کر لیا کہ چور صاحب نے کل جہیز غائب کر لیا ”نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن“ (۱) ان ماں باپ اور سارے خاندان پر کیا گزرے گی اس کا اندازہ سب کر سکتے ہیں۔ دسویں ہو سکتا ہے کہ کوئی سخت ضرورت کا سفر ہو فوراً جانا ہو، خواہ کسی مریض کے خطرہ کی حالت پر یا کاروبار کے کسی اچھے موقع پر مگر ریل یا ہوائی جہاز پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ کوئی صاحب رقم صاف کر گئے ہیں۔ اب جو پریشانی اور قلق (۲) اس شخص کو ہو گا اندازہ کر لیا جائے۔ خصوصاً جبکہ اس کے پاس نہ اور اثاثہ (۳) ہو نہ کوئی آسرا ہو۔ گیارہویں چوری والے گھر کے آس پاس کے گھروں میں خوف و ہراس پیدا ہو کر ذہنی تشویش راتوں کی نیند اڑانے والی فکر اور امن و امان رخصت سکون و اطمینان کا فور، (۴) تمدن و معیشت پر سراسمگی (۵) طاری ہوگی۔

نمونہ کیلئے چند روزمرہ کی پیش آنے والی مثالیں دیدی ہیں آپ غور کریں گے تو ایسی سینکڑوں صورتیں یاد آجائیں گی جو وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی

(۱) کوئی راہ فراہم نہیں ہے (۲) افسوس (۳) پیسہ وغیرہ (۴) سکون و اطمینان ختم (۵) خوف کی کیفیت طاری ہو۔

ہیں اور بعض اخباروں میں بھی آ جاتی ہیں اب غور کیجئے سوچئے اور دیکھئے کہ اس خطرناک اقدام کی جس سے کئی گھروں کئی خاندانوں کی زندگیاں تلخ ہو جاتی ہیں کیا اس سے روکنے والی سزا یہ کافی ہو سکتی جو کافروں نے مسلمانوں میں فسادات پیدا کرنے کیلئے تجویز کی تھیں اور اب تک وہ چلی آرہی ہیں کہ چند روز کیلئے اسکو جیل بھیج دیا۔ پکا پکا یا بے فکری کے ساتھ روزانہ کھانا ملتا ہے پہننے کو کپڑے مل جائیں زیادہ سے زیادہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کیلئے کوئی کام بھی دے دیا جو دن بھر زمین کھودنے اینٹیں ڈھونڈنے دھوپ لو چلنے سے بچاؤ اور گھر سے اچھا کھانا ملنے لگا یہی تو سبب ہے کہ ایک بار جیل بھگتتے کے بعد چور ڈھیٹ ہو جاتا ہے اور تمام عمر یہ کام نہیں چھوڑتا اور عادی ہو کر حکومت کیلئے وبال بن جاتا ہے۔

بطور سزا داہنا ہاتھ کاٹنے کی وجہ

اب سزا کیلئے یہ دیکھئے کہ دوسروں کو پریشانی تلخ زندگانی اور موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا کرنے کا ذریعہ اس کا صرف داہنا ہاتھ ہی ہے جس سے اس نے یہ حرکت کی ہے دوسرا ہاتھ اور دونوں پاؤں اس کے مددگار ہیں اصل کام صرف داہنے ہاتھ کا ہے اس لئے اس کو قلم^(۱) کر دینا ضروری ہے اگر

دو بارہ پھر حرکت ہو سہ بارہ^(۱) اور چوتھی بار ہو تو معین ہاتھ پاؤں بھی اڑا دینے چاہئیں^(۲) مگر خلاق رحیم کریم کی پھر شفقت^(۳) ہے کہ دوسری بار میں داہنا پاؤں نہیں بایاں ہاتھ نہیں صرف بایاں پاؤں کاٹا جاتا ہے تاکہ بالکل معذور ہو کر نہ پڑ رہے۔ بائیں ہاتھ کی بغل میں لکڑی لگا کر داہنے پاؤں سے چل پھر کر ضرورتیں پوری کر سکے۔

ایک بات اور بھی ہے کہ چوری خفیہ طور سے کسی کی حفاظت میں سے لینے کو کہتے ہیں اور ایسے وقت چور دڑتا رہتا ہے مثل مشہور ہے کہ پتہ کھڑکا چور بھڑکا تو جلدی سے لینا اور بھاگنا چاہتا ہے۔ جلدی اور قوت سے یہ کام کرنا داہنے ہاتھ کا ہوتا ہے اور بھاگنے میں ہاتھ بھی مدد دیتا ہے اور پاؤں تو اصل ذریعہ ہی ہیں اس لئے دونوں پاؤں قطع ہونے چاہئیں مگر رحیم کریم ذات نے درجہ بدرجہ ایک ایک قطع کر دیا ہے کہ دین و دنیا کے کاموں سے بالکل بیکار نہ ہو جائے۔ اور پھر بھی باز نہ آئے تو اس کے بائیں ہاتھ داہنے پاؤں کا بھی نمبر آنا تھا مگر رحیم کریم ذات نے اس کی حاجتوں کی تکمیل کا ذریعہ باقی رکھا اور جس دوام^(۴) وہ بھی تا تو بہ خالص تجویز فرمایا تاکہ کسی وقت تو نیک اور مہذب بن جائے جو سزا کا اصل مقصد ہوتا ہے اور دوسرے بھی

(۱) تیسری بار (۲) وہ ہاتھ پاؤں جو اس کے مددگار ہیں کاٹ دینے چاہئیں (۳) پیدا کرنے والے رحیم و کریم خدا کی بڑی مہربانی ہے۔ (۴) ہمیشہ کے لئے قید کرنا نہیں بلکہ صرف تو بہ خالص کرنے تک قید رکھا جائے گا۔

اس سے عبرت لے سکیں

غور کیجئے کہ ہر ایک کی کس قدر رعایت ہے اور جب تک مال موجود ہوگا واپس کرنا ہوگا کہ حرام طریق پر لینے سے مالک کی ملک سے نہیں نکل سکتا مزید اور کرم یہ ہے کہ بغل تک ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ گٹے تک جیسے کہ بھتیگی اور مستدرک کی حدیث میں ہے۔ اور پھر داغ دیا جاتا ہے جیسے کہ ان کی دوسری حدیث میں ہے تا کہ نہ بالکل معذور ہونہ ختم ہو جائے دوسری بار میں بایاں پاؤں اور پھر جس دوام۔ حضرت علیؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے ورنہ ایسے جرم کا تقاضا تو اس کو ختم کر دینے کا ہے مگر رحیم ذات نے رحم فرمایا کہ کسی وقت بھی نیک بن سکے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قانون بن گیا تو سب ہاتھ کٹے پھرا کریں گے۔ مگر یہ بات صرف یورپ سے مرعوب ہو کر کہی جا رہی ہے۔ ورنہ کیا وہ پاکستان کے تمام باشندوں کو چور ہی چور سمجھتے ہیں۔ اور پھر ایک دم سب کا ایک وقت میں چوری کرنا فرض کرتے ہیں کہ دوسرے کی سزا کو دیکھنے سے پہلے ہی سب ایک دم چوری کریں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر آج حکومت اعلان کر دے کہ چوری کی سزا ہاتھ قلم کر دینا ہے تو تمام چوریاں ایک دم بند ہو جائیں گی۔ شاذ و نادر ہی کوئی کر سکے گا وہ بھی اس خیال سے کہ ممکن ہے یہ سیاسی طور سے دھمکی ہو اور اس پر عمل نہ ہو جیسے بعض قوانین میں ہو رہا ہے۔ اور جب چند لوگوں کے

ہاتھ کٹے ہوئے منظر عام پر لٹکے ہوں گے پھر سوچ کر بتائیے کہ کون ایسا جری ہو سکتا ہے کہ چند روپیوں کے لئے جو ”مال حرام بود بجائے حرام رفت“ (۱) قاعدے سے ہوا (۲) ہو کر اڑ جایا کرتے ہیں اور سب کا اور خصوصاً چوروں کا خود تجربہ بھی ہے۔ تمام عمر کے لئے ہاتھ جیسی رحمت سے محروم ہو جائے اور جہاں جائے جس مجلس میں شریک ہو ہاتھ کٹا ہونا اس کا سائن بورڈ ہو کہ اس نے چوری کی ہے۔ تمام عمر کے لئے ہاتھ سے بھی اور تمام عمر کے لئے عزت سے بھی محروم ہو جائے بلکہ تمام عمر کی بدنامی ذلت اور مع زندہ دلیل (۳) کے حاصل کر لے کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ پاکستان میں ایسے ہی احمق رہتے ہیں جو چند روپیوں اور چند روزہ مال کے بدلے ہاتھ سے عمر بھر کی محرومی بے عزتی اور ذلت کا بورڈ لگا لیں گے۔

اگر عقل کو اتنے غور کی تکلیف نہیں دی جاسکتی تو خود حج کو جا کر دیکھیں اور تحقیقات کریں یا کم از کم وہاں سے آنے والے مقامیوں یا حاجیوں سے ہی تحقیق کر لیں کہ وہاں کتنے ہاتھ کٹے نظر آ سکے ہیں؟ معلوم ہوا ہے کہ اس پچاس سالہ دور حکومت میں صرف نو دس ہاتھ کٹے ہیں اور چوری کا یہ عالم ہے کہ نماز کے وقت کھلی دکانیں چھوڑ کر حرم شریف میں چلے جاتے ہیں، سینکڑوں میل رات کو سونا چاندی لے کر سفر کرتے ہیں اچھالتے بناتے چلے جاتے ہیں اور ایک

(۱) حرام طریقہ سے کمایا گیا مال حرام تکدی خرچ ہوتا ہے (۲) حرام مال جلد فتم ہوتا ہے (۳) اس کا ہاتھ کٹا ہونا کی مکمل دلیل ہوگی کہ یہ فیض چور ہے۔

پائی کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ جو چیز کہیں بھول جائیں تو اخبارات میں اعلان ہوتا ہے اور نشانی بتانے پر مل جاتی ہے۔

کیا تمام دنیا کے تختہ پر کہیں چوری ڈاکہ سے ایسا امن وامان ہے جیسا سعودی حکومت میں شرعی سزا نافذ کرنے کی بدولت پچاس برس سے ہے؟ اگر پاکستان کے ذمہ دار حضرات چوری ڈاکہ سے امن وامان چاہتے ہیں تو شرعی سزا جاری کرنے سے ہی یہ بے مثال امن مل سکتا ہے جس کی ایک نظیر بھی قائم ہے کافروں کے خیالات سے قطع نظر کر کے حقیقت پر نظر کرنی ضروری ہے۔

اسلامی سزائوں کے نفاذ کی مخالفت کی وجہ

جو لوگ انگریزوں والی سزائوں کے حامی ہیں وہ انگریز کی چالوں کے شکار اور ان سے مرعوب ہیں وہ تو ہندوستان و پاکستان کو ان فسادات میں مبتلاء کرنا چاہتے تھے اور کر گئے تو اب تو ہوش کرنا چاہئے ان سزائوں کا باقی رہنا فتنہ و فساد کی پرورش کرنا بلکہ ترقی دینا ہے اگر ملک میں نہایت اطمینان بخش امن وامان پیدا کرنا ہے تو وہ اسلامی سزا سے ہی ہوگا۔

یہ بھی عجیب منطق ہے کہ یہ سزا مہذب ملکوں کے خلاف ہے معلوم نہیں کہ مہذب کا مفہوم ہے کیا؟ تہذیب تو اسی کا نام ہے کہ بدیوں اور بدیوں کے مادہ کو نکال دیا جائے اور نیکی اور اس کے مادے پیدا کر دیئے

جائیں تو ذرا غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ بدیاں اور ان کا مادہ اس شرعی سزا سے دور ہوتا ہے یا اس انگریزی سزا سے؟ جس کے متعلق روز کا تجربہ ہے کہ ایک بار کا سزا یافتہ ہمیشہ کے لئے عادی مجرم بن جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ کسی عادی مجرم نے سزائے حقیقی سے بچنے کے لئے گھڑا ہے یا کسی دشمن قوم نے ہمارے ملک میں سے امن و امان کا جنازہ نکالنے کے لئے کھڑا کیا ہے ورنہ مدتوں کا تجربہ اور عقل دونوں شاہد ہیں کہ موجودہ سزاجرائم کی ترقی کا ذریعہ ہے اور ان کا جاری رکھنا ملک و قوم کو تباہی کے گھاٹ اُتارنا ہے اور ملک و قوم کو مہذب بنانے کے لئے ہی تو سزا درکار ہے اسی سے بدی چھوٹی اور نیکی پیدا ہوتی ہے یہی صحیح مہذب بناتی ہے ورنہ نام مہذب کہہ کر چور ڈاکو امن و امان کو تباہ کرنے والا شریف زندگی کو محال بنانے والا بناتا ہے۔

اسلامی سزائوں میں رعایت حقوق

بہت ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ شبہ بھی آجائے کہ چوری میں اصل کام داہنے ہاتھ کا تھا اس کا قلم (۱) کر دینا بیشک قرین عدل و انصاف ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ زنا کی حد میں بھی مرد و عورت کے جس عضو سے اس جرم کا ارتکاب ہوتا ہے وہ بھی قلم ہونا چاہیے جیسے یہاں یہ انصاف ہے وہاں کیوں نہیں اگر وہاں نہیں تو پھر یہاں کیوں ہے؟

(۱) کاٹ دینا۔

تو اصل بات یہ ہے کہ یہاں چار چیزیں تھیں دونوں ہاتھ دونوں پاؤں جن سے یہ کام انجام پاتا ہے اور حکمت و رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ سزا بھی ہو اور ایسی سزا کہ خود اس کو بھی عبرت ہو اور دوسروں کو بھی عبرت ہو مگر اس کو بالکل ختم کرنا نہیں ورنہ ایسی سخت حرکات پر تو قتل کر دیا جاتا مگر مقصد یہ ہے کہ وہ مہذب اور نیک بن سکے گزشتہ کی تلافی کر سکے توبہ و اصلاح اور نیک عمل کر سکے یہ حاصل نہ ہوتا اسی لئے چار میں سے دو پر یکے بعد دیگرے قطع وارد (۱) فرمائی۔ اور پھر اس کو حصّہ دوام (۲) تا توبہ کی سزا دی ہے اور زنا میں تو تمام جسم کے ہر عضو کو لذت حاصل ہوتی ہے گو کم و بیش کا فرق ہو سب کو چھوڑ کر صرف ایک پر سزا جاری کرنا قرین انصاف (۳) نہ تھا۔ اس لئے تمام ہی جسم سزا کا مستحق ہے سنگساری یا کوڑے کا جس کا بیان انشاء اللہ آگے آئیگا۔ اور عضو کے قطع کرنے سے تو اس کو بیکار کر دینا تھا کہ یہ عضو ایک ایک ہی ہے بخلاف چوری کی سزا کے کہ وہاں ہاتھ بھی دو ہیں اور پیر بھی ایک ایک رہنے سے بیکار و مجبور کہ جائز کام بھی نہ کر سکے نہیں بنتا اور پھر قطع کرنے پر تو نسل کا ختم کرنا تھا حالانکہ انسان میں یہ قوت نسل کے لئے اور تمام دنیا کے قائم رہنے کا ذریعہ بنانے کے لئے دی گئی ہے ایسا کرنا منشاء تخلیق کے خلاف تھا ہاں اس کو بُرے استعمال سے بچانا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ

(۱) پہلی چوری پر دایاں ہاتھ اور دوسری پر بایاں پاؤں کاٹنے کا حکم دیا (۲) توبہ کرنے تک قید میں رکھنے کا حکم دیا (۳) زنا کی صورت میں صرف عضو تاسل کا کاٹنا انصاف نہیں ہے۔ کہ لذت تو پورے جسم نے حاصل کی سزا صرف ایک عضو کو ملی۔

قیامت میں کثرت امت پر فخر فرمائیں گے تو یہ حرکت تقلیل^(۱) امت کا سبب بن جاتی، نیک سے بد اور بد سے نیک بلکہ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا ہونے کا بھی معمول جاری ہے تو اس کے قصور کی سزا قیامت تک ہونے والی نسل خصوصاً نیک پر بھی جاری کرنا قرین انصاف نہیں تھا۔ مگر آگے انشاء اللہ آئے گا کہ زنا میں قتل کا جرم بھی لازم آتا ہے۔

ڈاکہ کی سزا

﴿انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فساداً ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیہم وارجلہم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لہم خزی فی الدنیا ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم﴾ (المائدہ آیت ۳۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب^(۲) سے کاٹ دیئے جائیں یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے۔ اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔

(۱) امت کی کمی کا سبب بن جاتی (۲) دایاں ہاتھ بائیں پاؤں۔

قطاع الطريق کون ہیں؟

روح المعانی ج ۶ ص ۱۰۶ پر ہے کہ اکثر مفسرین اور تمام فقہاء کے نزدیک یہ حکم ڈاکوؤں کا ہے اور یہاں مضاف محذوف ہے، اللہ و رسول ﷺ کے دوستوں یعنی مسلمانوں سے لڑنا مراد ہے۔ یہ قطاع الطريق کہلاتے ہیں یعنی لوگوں کو راستہ سے قطع کرنے والے اور حرب جنگ اور چھین لینے کو کہتے ہیں مگر یہاں مراد راستہ بند کر دینا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکم کھلا چوری پر آ پڑنا ہے خواہ شہر ہی کے اندر ہو یعنی شرح بخاری میں ہے کہ یہی قطاع طریق یعنی مسلمان ڈاکوؤں کے بارہ میں آیت کا حکم ہونا امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا قول ہے (ج ۲ ص ۲۸۴ جدید)

ہدایہ میں ہے کہ ایک جماعت قوت والی ہو یا تنہا ہو کہ بچنے پر قدرت رکھتا ہو اور فقہ میں شہر سے مسافت سفر پر ہونا درج ہے مگر فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ مسافت سفر سے کم یا شہر ہی میں ہو (زیلعی ج ۱ ص ۲۳۵) درمختار میں بھی ہے اگرچہ شہر کے اندر رات کے وقت ہو اسی پر فتویٰ ہے اور شامی میں ہے کہ ہتھیاروں کے ساتھ ہو یا بلا ہتھیار اور دن میں ہو تو ہتھیاروں کے ساتھ اس پر مشائخ نے فتویٰ دیا ہے (ج ۳ ص ۲۳۲)۔

سوال و جواب

سوال یہ ہو سکتا ہے کہ جب قرآنی لفظ یحاربون اللہ ورسولہ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں) ہے تو مفسرین و فقہاء نے مسلمانوں سے لڑنا کیوں مراد لیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں آگے یہ بھی ہے: ”الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم“ (سوائے ان کے جو اس سے توبہ کر لیں اس پہلے کے تم ان کو پکڑ لو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والے، بہت رحم والے ہیں۔) اور قرآن و حدیث میں بہت جگہ ثابت ہے کہ جو خدا تعالیٰ سے جنگ کرے یا رسول اللہ سے کرے وہ کافر ہے اور کفار اہل حرب^(۱) کی سزا قتل و جہنم ہے۔ انہیں یہ سزا دے کر نہیں چھوڑا جاسکتا۔ (ماخوذ از فتح الباری ج ۲، ص ۹۱) اس کا معاملہ پکڑنے کے بعد اور پہلے کا یکساں ہے، جو حکم پہلے ہے وہی بعد میں ہے۔ (از خازن) یعنی کافر اسلام لے آئے، توبہ کر لے تو اسلام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے پکڑنے سے پہلے ہو یا بعد میں۔ اگر کافر و مرتد مراد ہوتے تو ”اس سے پہلے کہ تم ان کو پکڑ لو“ بے فائدہ ہوتا۔

مسلمانوں سے لڑنے کو مسلمانوں کے اعزاز کے لئے اللہ و رسول

(۱) وہ کافر جو مسلمانوں سے لڑیں۔

سے لڑنا فرما دیا گیا ہے۔ (روح المعانی) اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امن و امان کو انتہائی درجہ پر فوٹ کرنا ہے جان کو بھی امن کو بھی مال کو بھی (بحر (۱)) یہ سب سزائیں اللہ تعالیٰ کے حق پر زیادتی سے اور کھلم کھلا اللہ سے جنگ کرنے کی وجہ سے حق اللہ ہیں اس لئے کسی کے معاف کرنے سے معاف نہ ہوں گی اور صرف بعض کے کرنے سے بھی سب کو سزا ملے گی (ذیلیعی کنز) اس لئے یہ جنگ گو بظاہر مسلمانوں سے ہے مگر حقیقت میں اللہ رسول سے جنگ ہے اس لئے اللہ رسول سے لڑنا فرما دیا گیا ہے اسی بناء پر اس کی سزائیں چوری کی سزاؤں سے سخت ہیں۔

ڈاکو کی سزا سخت ہونے کی وجہ

حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ انبوه (۲) لوگوں کا ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہوتا جن میں درندگی کا غلبہ ہو جرأت بہت ہو قتل کے لئے منظم ہوں تو وہ قتل و غارت لوٹ مار میں کمی نہیں کرتے یہ چوری سے سخت فساد ہے لوگ اپنے مال چوروں سے محفوظ کر سکتے بھی ہیں۔ یہاں ایسا نہیں ہو سکتا اور راستوں میں تو حکام اور عوام کی مدد بھی نہیں مل سکتی، ڈاکو شیر دل اور جری بھی ہوتا ہے اور پھر ان میں تنظیم و اتفاق ہوتا ہے، چور میں یہ نہیں ہے لہذا ان کی سزا کا چور کی سزا سے سخت ہونا واجب (۱) بحر الریق (۲) مجمع کثیر۔

ہے (ج ۲ ص ۱۲)

ڈاکوؤں کی چار سزائیں

یہ سزائیں چار قسم کی ہیں بعض اماموں نے تو امام وقت کو اختیار بتایا ہے کہ چاروں میں سے جو چاہے سزا دے دے مگر اکثر علمائے امت کا قول یہی ہے کہ چار سزائیں چار جرموں کی ہیں اور رائج یہی قول ہے۔ حدیث شریف قرآن مجید کا بیان ہے اس میں چار جرموں کی یہ چار سزائیں وارد ہیں، ہر ایک جرم پر چاروں کا اختیار ہونا مرحوم (۱) ہے۔

کیونکہ

نمبر ۱: ہر قسم کے جرم پر کسی ایک سزا کا اختیار ہوتا تو سب صورتوں میں ایک ہی سزا زمین سے نکال دینے کا بھی حق ہوتا حالانکہ باجماع امت اس سزا کا سب صورتوں پر دینا درست نہیں۔

نمبر ۲: اگر ڈاکو نہ مال لیں نہ قتل کریں تو ہر سزا کے اختیار پر ان کو قتل کرنے کا اختیار لازم آئے گا حالانکہ اس کا جرم فقط نیت ہی نیت ہے کام کچھ نہیں اس لئے ضروری ہے کہ چار سزائیں چار قسم کے جرموں کی ہوں (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۹۳)۔

(۱) رائج نہیں ہے۔

اب سزائیں تو آیت میں بیان ہیں مگر جرم بیان نہیں وہ سزاؤں سے خود معلوم ہو جاتے ہیں یہ چار سزائیں جرم کی چار کیفیتوں کی سزائیں ہیں کیونکہ حضرت امام شافعیؒ نے اپنے مسند کے ص ۱۹۲ پر یہ حدیث درج کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی) سے ڈاکوؤں کے بارہ میں (یہ چار باتیں) روایت کی ہیں (۱) جب وہ قتل بھی کریں اور مال بھی لے لیں تو قتل کئے جائیں یا سولی دے دیئے جائیں (۲) اور جب صرف قتل کر دیں مگر مال نہ لیں تو صرف قتل کر دیئے جائیں سولی نہ دیئے جائیں (۳) اور جب صرف مال لیں اور قتل نہ کریں تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں (داہنا ہاتھ بائیں پاؤں) (۴) اور جب صرف راہ والوں کو ڈرائیں دھمکائیں اور مال بھی نہ لیں تو زمین سے ہٹا دیئے جائیں (یعنی جس دوام^(۱) کر دیں) تفسیر طبری میں بھی ایسی ہی روایت موجود ہے وہ بھی حضرت ابن عباسؓ سے ہی ہے ذرا ترتیب میں فرق ہے اور پھر اسی صورت کو رائج قرار دیا ہے (ج ۶ ص ۱۳۸) اور خود حضور اکرم ﷺ کا ارشاد بھی ہے۔

ہدایہ کے حاشیہ میں ہے کہ امام شافعیؒ نے مسند میں اور امام محمدؒ نے (کتاب الآثار میں) اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی یہ حدیث حضرت

(۱) قید مسل۔

ابن عباسؓ سے نقل کر کے بیان کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بردہؓ سے مصالحت کی تھی کہ وہ نہ آپ کی مدد کریں گے نہ خلاف کی مدد کریں گے۔ تو کچھ لوگ اسلام لانے کے ارادہ سے آئے ابو بردہؓ کے ساتھیوں نے ان پر ڈاکہ ڈالا اور عہد توڑ دیا تو جبرائیل علیہ السلام ان کے بارہ میں یہ حد لے کر نازل ہوئے کہ جس نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا سولی دیا جائے اور جس نے صرف مال لیا ہے قتل نہیں کیا اس کا ایک ہاتھ پاؤں کاٹ دیا جائے اور جس نے راہ پر صرف ڈرانا دھمکانا کیا ہے اس کو زمین سے نکال دیا جائے (زمین سے نکالنا یہ ہے کہ جس دوام کر دیا جائے) ج ۲ ص ۵۳۶ گو وہ لوگ ایمان نہ لائے تھے مگر آیت کا مضمون عام ہے عام ہی رہے گا اگر مسلمان ایسا کریں گے تب بھی یہی حکم ہوں گے امام شافعیؒ والی حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے۔

تفصیل سزا اور مناسبت

آیت وحدیث سے معلوم ہوا کہ ڈاکوؤں کے چار کام ہیں اور ان کی

چار سزائیں ہیں:

جس دوام کی سزا کی وجہ

(الف) اگر جان و مال دونوں محفوظ رہیں صرف ڈرانا خوف دلانا

ہی واقع ہوا ہو، نہ قتل کوئی ہوا، نہ مال گیا تو اس نے ذہنی و طبعی تکلیف پہنچائی اور وہ پوری ہستی یا محلہ یا گھر انہ کو اور خدائی و حکومتی امن و امان کے حکم کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کیا ہے کہ زور شور سے آئے۔ بعض دفعہ خوف کی شدت سے ضعیف مرد یا بعض عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں۔ بعض کا دماغ فیل ہو جاتا ہے بعض کی دل کی حرکت بند ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔ بعض عورتوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں اور امراض اور موت تک پہنچا دیتے ہیں۔ اکثر ڈاکو ہتھیار بند اور دوسرا خالی ہاتھ یہ مستعد اور تیار دوسرا غافل یا سوتا ہوا اور خالی الذہن ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی مل کر قوت والے اور دوسرا تنہا کمزور یہ قتل و غارت کے ماہر فسادات پر جبری دوسرے سیدھے سادے کمزور جسم کمزور دل۔ ان میں اکثر ایسے ہی لوگوں کا اجتماع جن پر بھی قوت (۱) اور درندگی غالب ہو جن کو نہ کسی کی جان کی پروا نہ مال کی نہ عزت کی نہ عصمت کی۔ خدائی و حکومتی امن کی بغاوت کا عمل شروع کر دیا ہوا ہے۔

ظاہر ہے کہ حالات میں چوری سے بہت ہی سخت یہ کیفیتیں ہیں نہایت سخت تکلیف دہ ہیں اس لئے ڈاکہ کی سزا کا چوری سے بہت سخت ہونا ہی سزا کو جرم کے موافق کر سکتا ہے۔ اس لئے صرف خوف پیدا کرنا بھی یہاں بہت بڑا جرم ہے۔ اس پر اول تعزیر مار پیٹ ہے پھر جس دوام جب

(۱) جانوروں والی قوت اور حیوانیت غالب ہو۔

تک کہ توبہ نہ کرے اور توبہ کے آثار نہ ظاہر ہو جائیں یا مرنے جائیں۔
(در مختار)

بعض دوسرے اماموں کے نزدیک نفی یعنی زمین سے نکالنا جلاوطن کرنا ہے مگر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس دوام ہے اور رائج یہی ہے ورنہ دوسری جگہ پہنچ کر وہ فساد پیدا کریگا اور پھر زمین سے نکالنا مکمل نہ ہوا کہ دوسری زمین پر پہنچ گیا اور قید کرنے میں ہر جگہ سے نکال دیا گیا ہے سوائے جیل کی کوٹھری کے کہ وہ اس میں ہر جگہ سے بے تعلق ہو گیا ہے ورنہ کل زمین سے نکالنا تو ناممکن ہی ہے اس لئے یہی صورت صحیح ہوتی ہے۔

ایک ہاتھ ایک پیر کاٹنے کی وجہ

(ب) اگر مال بھی لے لیا اتنا کہ ان سب ڈاکوؤں پر تقسیم ہو کر فی کس ساڑھے اکتیس ماشہ چاندی کی قیمت حصہ میں آگئی تو جو آج کل چھ روپیہ تولہ کے حساب سے پچھتر پیسے ہوتے ہیں مگر قتل کسی کو نہیں کیا تو داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر داغ^(۱) دے دیا جائے گا بشرطیکہ ہاتھ پیر سالم ہوں (در مختار)۔

معلوم ہو چکا ہے کہ چوری سے سخت ہے اور یہاں تو مال لے لیا گیا ہے اس لئے اس کی سزا چوری سے زیادہ سخت ہونی ضروری ہے اس کے
(۱) گرم تیل میں ڈال کر داغ جائے گا تاکہ مسلسل خون نکل کر ہلاک ہی نہ ہو جائے۔

لڑنے خوف ڈالنے سے دو گنا جرم بلکہ اس سے بھی شدید ہو گیا تو وہ سزا ہوگی جو دو چوریوں پر ہوتی ہے ہاتھ پاؤں کی (یعنی ہدایہ) اور چوری کے اثرات پہلے عرض ہو چکے ہیں اور خوف کے اوپر آچکے یہاں بھی رب کریم کا فضل ہے کہ چاروں ہاتھ پیر قطع نہیں کرائے تاکہ اپنے جائز کاموں میں اور توبہ کر کے عبادات سے مجبور نہ ہو جائے اور نہ قتل کی سزا تجویز ہے کہ مسلمان کا قتل بغیر اس کے جواز کی صورتوں کے شرعاً نہیں۔

ڈاکہ میں قتل کی صورت میں قتل کی سزا

(ج) اگر مال نہیں لیا صرف قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا مال نہ لینے سے مقصود قتل کرنا ہی ہے تو یہ بھی قتل ہوگا۔ قتل سے ایک آدمی کی جان جانا جو خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا تھا عالمی مصلحت کیلئے پیدا کیا ہوا تھا اور اس طرح کہ جو خدا تعالیٰ کو ہر بندہ سے ماں باپ سے زیادہ محبت ہے اس محبت پر حملہ ہوا اور انسان کے وہ نقصانات ہوئے جو قتل کے بیان میں آیا کرتے ہیں اس کو قتل کرنا قرین^(۱) انصاف و رحمت ہے کہ اس کا چھوڑنا دوسروں کے قتل کا سبب بنانا ہے۔ مگر یہ قتل حق اللہ کیلئے ہے اس لئے مقتول کے ولی کے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا بلکہ معاف کرنا گناہ ہے کہ یہ خدا رسول ﷺ سے جنگ کے معنی میں ہے (در مختار) یہ صرف قتل کا قصاص

(۱) قاتل و مقتول کے بدلہ میں قتل کرنا بین انصاف ہے۔

نہیں کہ ولی کا حق ہو اور اس کے معاف کرنے سے معاف ہو سکے (۱)۔

قتل و سولی کی سزا کی وجہ

(د) مال بھی لیا اور قتل بھی کیا تو یہاں کئی جرم ہو گئے۔ خوف طاری کرنا، مال لینا قتل کرنا اس لئے اسکی سزا ان سب کی شدت کے موافق ہوگی، جس کی عقلاً دس صورتیں بنتی ہیں (۱) صرف ہاتھ پاؤں کا قطع کرنا (۲) صرف قتل کر دینا (۳) صرف سولی دے دینا (۴) ہاتھ پیر قطع کر کے قتل کرنا اور پھر سولی پر عبرت کیلئے لٹکانا (۵) پہلے ہاتھ پاؤں قطع کئے جائیں پھر قتل (۶) پہلے قتل پھر قطع (۷) پہلے قطع پھر سولی (۸) پہلے سولی پھر قطع (۹) پہلے قتل پھر سولی (۱۰) پہلے سولی پھر قتل مگر ان دس عقلی صورتوں میں سے نمبر (۱) صرف قطع کرنا جائز نہیں کہ یہ اس شدید جرم کے قریب کی بھی سزا نہیں ہے اور نمبر (۶) پہلے قتل پھر قطع سے کوئی اثر نہیں ہوتا ایسے ہی نمبر (۸) میں پہلے سولی پھر قطع کا کوئی اثر نہیں یہ بیکار ہیں ایسے ہی نمبر (۱۰) میں سولی کے بعد قتل سے کوئی اثر نہیں ان چار نمبروں کو نکال کر باقی چھ صورتوں کا حاکم کو اختیار ہے جو چاہے کر لے۔ مگر سولی دینے میں زندہ کو سولی پر لٹکانا اور نیزہ وغیرہ سے اس کا خوب پیٹ پھاڑنا ہے جب تک مرنے

(۱) بلکہ اس نے اللہ کے حق پر ڈاکو ڈالا ہے اس لئے کسی اور کو اس کو معاف کرنا درست نہیں اس کے لئے اللہ نے جو سزا تجویز کی ہے وہی دینا ضروری ہے۔

جائے اور مرنے سے تین دن بعد سولی پر لٹکا رہے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو پھر اس کے بعد اعزہ کو لاش دے دی جائے کہ وہ اس کا کفن دفن کر لیں۔ (در مختار و شامی) چونکہ یہ ڈاکہ محاذ جنگ ہے خدا رسول ﷺ حکومت اور کنبہ قبیلہ پر حملہ ہے اگر جماعت میں سے ایک شخص کے بھی خوف طاری کرنے، مال لینے قتل کرنے میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو تو سب پر یہ ساری سزائیں وارد ہوں گی کیونکہ سب ایک دوسرے کے معین مددگار ہیں اور یہ قتل، قتل انسانی کے بدلہ کا نہیں بلکہ حق اللہ سے جنگ کا ہے۔ یہ حد ہے قصاص نہیں ہے۔ (حوالہ بالا)

نتیجہ

ہمارے ملک میں کوئی دن شاید ہی ایسا خالی جاتا ہو جس میں کسی نہ کسی گھر، بازار، محلہ، راستے، بسوں اور ریلوں میں یہ ڈاکے وارداتیں نہ ہوتی ہوں اور خدا تعالیٰ کی مقبول ترین مخلوق مسلمان کو بیدردی سے ختم نہ کیا جا رہا ہو۔ کیا کوئی شخص تصور بھی کر سکتا ہے کہ ان سزاؤں کے اعلان اور جاری ہونے کے بعد ایسے واقعات تو کیا کوئی ایک واقعہ بھی پیش آ سکتا ہے۔ قریبی دوست ملک حجاز سعودی عرب موجود ہے جہاں یہ سزائیں دینے کا اعلان ہے اور بقول وہاں کے مقیم حضرات کے پچاس سال کے اندر ایک واقعہ بھی

ایسے ڈاکہ کا پیش نہیں آیا اگر عقل کی گہرائیوں سے کام نہ لیا جاسکے تو کم سے کم ایک نظیر^(۱) سے تو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ڈاکہ پر ان سزاؤں کا جاری نہ کرنا پولیس وغیرہ کو دفع دفع کی گنجائش دینا کیا بھی معنی نہیں رکھتا کہ ایسے خیال کے لوگ قصدِ اُملک و قوم کی جان و مال آبرو، دل و دماغ ذہن کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ملک و قوم اطمینان کا سانس لے سکے تو ان شرعی سزاؤں کو جاری کرانے کی کوشش کا کوئی ذریعہ نہ چھوڑیے۔ انہی سے امن و امان کی زندگی مل سکتی ہے اور ایسا امن و امان کہ ساری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہ مل سکے۔

زنا کی سزا

﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةً جَلْدَةٍ ۖ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (سورۃ نور آیت ۲)

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سوان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا رحم نہیں ہونا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

(۱) مثال۔

اس آیت شریفہ میں جو سو کوڑے کی سزا زنا کرنے والے مرد یا عورت کو ہے اس میں ایک قید بھی ہے جو تقریباً متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ محسن (شادی شدہ) نہ ہو جس کی شرطیں اور تعریف آگے آئے گی۔ اور اگر وہ مرد یا عورت محسن ہیں تو پھر ان کی سزا کوڑے نہیں ہیں رجم ہے یعنی پھر پتھر مار مار ہلاک کر دینا ہے کتاب المغنی للحنا بلہ ج ۱۰ ص ۱۲۱ پر ہے کہ رجم کرنا (پتھر مار مار کر زانی کو ہلاک کرنا) رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ کے ارشاد سے بھی اور آپ کے عمل سے بھی اتنی حدیثوں سے کہ جو تواتر (۱) کے درجہ میں ہیں اور اس کے کئی حکموں پر حضور اکرم ﷺ کے سب صحابہؓ نے اجماع کیا ہے جن کو ہم اسی باب میں ان کے مواقع پر انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے مگر اس کے لفظ تو منسوخ ہیں حکم منسوخ نہیں ہوا کیونکہ۔

دلائل فرضیت رجم

روی عن عمر بن الخطابؓ انه قال ان الله تعالى بعث محمد ﷺ بالحق وانزل عليه الكتاب فكان فيما

(۱) حدیث متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک اتنے لوگ نقل کرتے ہوں جن کا عقلاً جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ ایسی حدیث سے جو حکم ثابت ہوگا وہ فرض ہوگا اور اس کا انکار کفر ہے (۱۲/خ)۔

انزل علیہ آیۃ الرجم فقرأ قہاد عقلتہا ووعیتہا رسول اللہ ﷺ ورجمنا بعدہ فاخشی ان طال بالناس زمان ان يقول قائل مانجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلو بترك فريض انزلہا اللہ تعالیٰ فالرجم حق علی من زنی اذا احصن من الرجال والنساء اذا قامت البینۃ او كالحبل اولا اعتراف وقد قرأ بها (الشیخ والشیخۃ اذا زنیاً فارجموہما البتۃ نکالا من اللہ عزیز حکیم ﴿ متفق علیہ

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (منبر پر جیسے کہ دوسری حدیث میں ہے) کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ان پر کتاب نازل فرمائی تو جو کچھ ان پر نازل فرمائیں اس میں رجم کی آیت بھی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر لوگوں کے ساتھ زمانہ دراز ہو گیا تو کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ ہم رجم کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے پھر وہ ایک ایسے فریضہ سے گمراہ ہو جائیں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو رجم کرنا حق ہے ہر اس پر جس نے زنا کیا جبکہ محسن (شادی شدہ) مرد ہوں یا عورتیں گواہ قائم ہو جائیں یا حامل یا اقرار ہو پھر حضرت عمرؓ نے وہ آیت پڑھی (جس کے لفظ منسوخ اور حکم باقی ہے) ”کہ عمر رسیدہ مرد و عورت جب زنا

کریں تو تم ان کو رجم ضرور کرو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اللہ غالب اور بڑی حکمت والے ہیں۔“ (بخاری شریف)

آگے ص ۱۲۲ پر ہے کہ ابن المنذر کہتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس کو رجم (۱) کیا جاتا ہے اس پر اس وقت تک رجم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔

نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۶۵ پر ہے کہ تمام علماء کا اجماع ہے کنوارے زانی کو سو کوڑے مارنے پر اور محسن کو رجم کرنے پر فتح الباری شرح بخاری ج ۱۲ ص ۹۸ پر ہے ابن بطل کہتے ہیں کہ تمام صحابہؓ اور تمام شہروں کے اماموں کا اس پر اجماع ہے کہ محسن زنا کرے قصداً جان بوجھ کے اختیار کرے تو اس پر رجم ہے۔

یعنی شرح بخاری (ج ۲۳ ص ۲۹۰ جدید) میں ہے کہ حنفیہ کے نزدیک محسن (شادی شدہ) ہونے کی سات شرطیں ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا (۲) آزاد (۳) عاقل (۴) بالغ (۵) صحبت کئے ہوئے ہونا (۶) صحبت نکاح صحیح سے ہو (۷) واقعہ کے وقت دونوں کا ایسا ہونا۔ دوسرے اماموں کے نزدیک غیر مسلم رعیت پر رجم ضروری ہے۔ یہ سب شرطیں حدیث سے ثابت ہیں۔ اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۳۷۶ پر دلائل دیکھے جاسکتے ہیں۔ غیر مسلم

(۱) پتھر مار کر ہلاک کرنا۔

میں اختلاف ہے باقی کیلئے امام شعرانی کہتے ہیں کہ سب شرطیں سب اماموں کے یہاں ہیں۔ (میزان ج ۲ ص ۱۴۰)

فرضیت رجم پر اجماع ہے

خیال ہو سکتا ہے کہ شاید رجم کہ واقعات پہلے کہ ہوں اور سورہ نور کی آیت بعد میں نازل ہو کر اس کو منسوخ کر چکی ہو۔ جواب میں علامہ عینی اسی جلد کے ص ۲۹۱ پر کہتے ہیں کہ ”اس پر دلیل قائم ہے کہ رجم کا واقعہ سورہ نور کے بعد ہوا ہے کیونکہ سورہ نور کا نزول قصۂ اٹک میں ہوا ہے، اختلاف ہے کہ سنہ ۴ یا ۵ یا ۶ میں ہوا ہے اور رجم کا واقعہ اس کے بعد کا ہے کیونکہ اس میں حضرت ابو ہریرہؓ موجود تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ ۷ھ میں اسلام لائے ہیں۔“ یعنی پھر تو ضروری ہے کہ رجم کے واقعہ ۷ھ اور اس کے بعد کے ہوں پھر خلفائے راشدین کہ زمانے میں بھی رجم ہوئے اس لئے یہ سب اس کی دلیل ہیں کہ رجم مستقل حکم ہے۔ اور قیامت تک باقی ہے۔ اسی پر تمام امت کا آج تک اجماع ہے۔ کسی ایک دو کے خلاف کرنے سے کچھ نہیں ہوتا جیسے خارجیوں وغیرہ سے منقول ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ رجم کرنے پر صحابہ کرام اجماع ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۱۳) اس پر تمام صحابہؓ اور گزشتہ علمائے مسلمین کا اجماع ہے خارجیوں کا انکار کرنا باطل ہے۔ یہی بحر الرائق ج ۵

ص ۸ پر ہے۔ زیلیعی شرح کنز ج ۳ ص ۱۶۷ پر ہے کہ رجم کرنے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے اور ان کا یہ اجماع ہم تک تو اتر سے پہنچا ہے اور خارجیوں کے انکار کے کوئی معنی نہیں کیونکہ حکم قطعی کا انکار کر رہے ہیں تو یہ محض عناد اور مکابرہ ہے عینی شرح ہدایہ ج ۲ ص ۶۵۶ پر ہے مھسن کے رجم پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور ترمذی نے اپنی سند سے سعید بن المسیب کے واسطہ سے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا ہے فرمایا کہ ”رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم کیا“۔ ابوبکرؓ نے بھی رجم کیا ہے اور میں نے بھی رجم کیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا شمار ہو جاؤں گا میں اس کو مصحف (یعنی حاشیہ پر جیسے کہ ایک روایت میں ہے) لکھ دیتا ہوں کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کچھ قومیں آئیں گی اور قرآن مجید میں اس کو نہ پائیں گی تو اس سے مکر جائیں گی“ اور حضرت عمرؓ کی یہ حدیث موطاء میں بھی ہے (علامہ عینی)۔

عرض کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے سامنے رجم جاری کیا کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو یہ اجماع کے منزلہ میں ہے اور شرح قطع میں ہے کہ ساری امت میں سے کسے کا اسکے فرض ہونے میں اختلاف نہیں سوائے ایک روایت کے خارجیوں سے مگر ان کے قول پر التفات نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اجماع کو توڑنے والی بات ہے حالانکہ اس کے بارے میں احادیث

بھی قریب قریب متواتر کے ہیں“

حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۸۱۱ پر ہے ”معلوم کر لو کہ ہم سے پہلی شریعتوں میں بھی (۱) قتل کرنے پر قصاص (۲) زنا کرنے پر رجم (۳) اور چوری کرنے میں ہاتھ کاٹ دینا ہے، تو یہ تینوں سزائیں تمام آسمانی شریعتوں میں ہوتی چلی آرہی ہیں اور ان پر جمہور انبیاء اور امتوں کا اتفاق رہا ہے تو ایسے حکموں کیلئے تو ضروری ہے کہ ان کو دانتوں سے پکڑ لیا جائے اور چھوڑا نہ جائے ہاں شریعت مصطفویہ میں بعض اور طرح کہ کچھ تغیرات ہیں“ (۱)

ایک شبہ کا ازالہ

شبہ ہو سکتا ہے کہ جب قرآن شریف میں زنا کرنے والے، والی کی سزا سو کوڑے ہیں اور عام ہے کہ وہ محسن ہو یا غیر محسن تو سب کیلئے کوڑوں کی سزا ہوئی، محسن کیلئے بھی ہوئی اس کو منسوخ کہنا پڑے گا اور ناسخ کیلئے منسوخ کا ہم پہلے ہونا ضروری ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ روح المعانی ج ۱۸ ص ۷۰ میں ہے ”لیکن یہ محسن کے بارے میں قطعی طور سے بالکل منسوخ ہے کیونکہ اس کے حق میں تو سزا رجم کرنا ہے ہاں ناسخ کی تعیین کیلئے ہمیں یہی کافی ہے کہ یقین ہے کہ حضورؐ کا رجم کیلئے حکم اور آنحضورؐ کے زمانے میں خود آپؐ کا فعل

(۱) رجم کے دلائل اور اس کی سزا کے ثبوت قرآن وحدیث واجماع صحابہ سے معلوم کرنے کے لئے مفتی صاحبؒ کی کتاب ”فریث رجم“

کا مطالعہ کیجئے۔ ۱۲

بار بار ہوا ہے۔ (جو تواتر معنوی سے اب بھی یقینی ثابت (۱) ہے) تو یہ آیت کے مضمون کا قطعی و یقینی حدیث سے منسوخ ماننا ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام سلف، تمام علمائے امت اور آئمہ مسلمین اسی پر متفق ہیں کہ محسن کو پتھروں سے یہاں تک مارا جائے کہ وہ مر جائے۔ حضور ﷺ سے رجم کا ثبوت معنوی متواتر سے ہے جیسے حضرت علیؑ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت، یعنی ان دونوں باتوں کا جیسے سب کو یقین ہے ایسے ہی رجم کے حکم اور حضور ﷺ کے فعل کا یقین ضروری ہے تو یقینی سے یقینی نسخ درست ہے۔ اور ص ۱۷ پر ہے کہ شیخ ابن ہمام (صاحب فتح القدیر) کا قول ہے کہ حدیث قطعی و یقینی کا نسخ قرار دینا اس سے بہتر ہے کہ آیت منسوخ اللفظ سے منسوخ کیا جائے۔ حضرت علیؑ نے جب شراحہ کو کوڑے لگائے پھر ثبوت پر رجم کیا تو فرمایا کہ میں نے کتاب اللہ کی وجہ سے کوڑے لگائے اور حضور کی سنت سے رجم کیا، رجم کی دلیل آیت منسوخ التلاوة (۲) کو نہیں پیش کیا تھا سنت کو دلیل بنایا یہی رائج ہے معلوم ہوا کہ سو کوڑے سزا تو غیر شادی شدہ مرد و عورت کی ہے اور مہتر مار مار کر ہلاک کرنا شادی شدہ مرد و عورت کی سزا ہے جس کیلئے سات شرطیں ہیں مزید تفصیلات طریقے اور جزئیات کے مسئلے وقت ضرورت فقہ سے یا کسی مفتی سے معلوم کر لئے جائیں اور ممکن ہے ان کی منظوری دینے پر

(۱) تواتر سے جو حکم ثابت ہو وہ فرض ہوتا ہے (۲) وہ آیت جس کی تلاوت منسوخ لیکن حکم باقی ہے۔

خود ہی کوئی لکھ کر پیش کر دے (۱)۔

جرم کا ثبوت

ہاں یہ سزائیں جاری کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے اس کا ثبوت تمام ثبوتوں سے سخت ہے۔ ثبوت دو ہی ہوتے ہیں مدعی علیہ کا اقرار گواہوں کی گواہی اور ہر دعویٰ کے ثبوت کے لئے ایک بار اقرار یا دو گواہ مرد معتبر مختلف حدوں کے علاوہ ہیں یا ایک مرد و عورت معتبر کافی ہیں لیکن یہاں اگر اقرار ہو تو حاکم کی چار مجلسوں میں چار بار اور اگر اقرار نہ ہو گواہ ہوں تو کم از کم چار مرد عادل (جو کبیرہ گناہ سے بچتے ہوں) چشم دید گواہی بغیر کسی کنایہ کے اس طرح دیں کہ سرمہ دانی میں سلائی کے جانے کی طرح ہم نے زنا کرتے دیکھا ہے اور ایک ہی مجلس میں بیان کریں۔ عورتیں یہاں گواہ نہیں بن سکتیں۔ (در مختار و شامی ج ۳ ص ۱۵۹) خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَاللّٰتِ يٰۤاَتَيْنِ الْفٰحِشَةَ مِنْ

نِسَاءٍ كَمَفٰسْتَشْهَدُوْا عَلَیْھِن اَرْبَعَةٌ مِنْكُمْ﴾

(نساء آیت ۱۵)

﴿اور جو کہ کر بیٹھی ہیں زنا تمہاری عورتوں میں سے تو تم ان پر اپنے

چار گواہ بناؤ﴾ اور

(۱) جیسا کہ ”فرضیت رجم“ کتاب خود مفتی صاحبؒ نے لکھ دی۔

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ

يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ﴾ (النور آیت ۴)

(اور جو لوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو پھر وہ چار گواہ نہ لائیں) تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اگر گواہ چار نہ ہو سکے صرف دو یا تین بھی چشم دید ہوں گے تب بھی ثبوت نہ ہوگا بلکہ گواہ ہی مجرم ہوں گے)

﴿لَوْلَا جَاؤُا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَذَلِمَ يَا تَوَّابُ

بِالشُّهَدَاءِ فَاولئك عند الله هم الكافرون﴾
(النور آیت ۱۳)

(یہ لوگ اس الزام پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں)۔ اس میں تو یہ چار گواہ نہ ہوں تو جھوٹ قرار دیا جائے گا چاہے حاکم کو خود بھی علم ہو اور چار گواہ پر سب علماء کا اتفاق ہے (بدلیۃ المجتہد)

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ادأوا الحدود

بالشبهات﴾ (شہوں سے حدوں کو ملتی کر دو)

(ابن حجر عن ابی حنیفہ تلخیص الحسیر ج ۲ ص ۳۵۳ و سکت فہو حسن و صحیح علی اصلہ)

جرم کی قباحت شدیدہ

اب ذرہ اس پر غور کرنا ہے کہ زنا سے کس قدر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

اور یہ کس قدر سخت ترین جرم ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ سزائیں بالکل اس کے مناسب ہیں۔

(۱) سب سے بڑے بڑے جرم کفر اور قتل سمجھے جاتے ہیں لیکن کفر والا اپنے کفر کو برا نہیں سمجھتا نہ اس میں اپنے مبتلا ہونے کو برا سمجھتا ہے بلکہ صحیح سمجھتا ہے اور قتل کرنے والا بھی اس کو فخریہ کام سمجھتا ہے بہادری گنتا ہے۔ تو یہ جرم ان کی اپنی نظروں میں برے یا بہت برے نہیں مگر زنا ایسی چیز ہے کہ اس میں ہر مبتلا ہونے والا بھی اس کو فحش بدی اور اپنے خاندان تک کیلئے انتہائی عار سمجھتا ہے (زواج ابن حجر کی ج ۲ ص ۱۱۲) لہذا وہ جرم جو اس کے اور سب کے نزدیک بالاتفاق گندہ برا اور عار و حیا کا ہے وہ ان جرموں سے بہت سخت ہوگا جو اوروں کے نزدیک تو برے تھے مگر یہ خود ان کو برا نہ سمجھتا تھا۔

(۱) انسانی وجود کو چلانے والی تین قوتیں ہیں ایک عقل دوسری قوت غضبیہ، تیسری شہوانیت اور تینوں درجہ بدرجہ اعلیٰ ادنیٰ ہیں، قوت عقل کا فساد تو کفر اور بدعتوں وغیرہ سے ہوتا ہے اور غضبیہ کا قتل وغیرہ سے اور تینوں قوتوں میں خسیس (۱) ترین قوت، قوت شہوانیہ ہے۔ تو اس کا فساد لامحالہ ہر فساد سے خسیس ترین فساد (۲) ہے (ایضاً) اس لئے یہ جرم انتہائی خسیس و خبیث (۳) ہے اور اس قدر خسیس کہ اس میں مبتلا ہونے والا بھی اس کو گوارا

(۱) سب سے گھٹیا درجہ کی (۲) ہر فساد سے بدترین فساد ہے (۳) انتہائی بُرا اور گھٹیا ہے۔

نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی یا ماں بہن کے ساتھ کوئی ایسا کرے۔

(۳) یہ حرکت عورت کے سارے خاندان کے لئے شدید ترین عار پیدا کرتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۸) جس سے پورے خاندان کو ذہنی و دماغی سخت ترین صدمہ لاحق ہوتا ہے بلکہ شریفوں میں مرد کے خاندان^(۱) کے لئے بھی۔

(۴) کسی ایک عورت پر متفرق لوگوں کا جمع ہونا انسانی فطرت کی تبدیلی ہے (حوالہ بالا) کہ باقی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور طبیعتوں میں کینہ و حسد عداوت و دشمنی پیدا ہوتی ہے۔

(۵) ایسے مواقع پر تصادم جنگ و جدل و قتل و غارت کا ذریعہ بھی بنتا ہے (حوالہ بالا) اس لئے یہ جرم کئی جرموں کی جڑ ہے۔ اخباروں میں روز ایسے واقعات آتے رہتے ہیں اور کئی کے تصادم کے بغیر ایک ایک میں بھی قتل و غارت کا سبب بنتا ہے جس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اب تک بہت سے مسلمانوں میں سور کھانے والی قوم کے تعلق سے وہ بے حیائی نہیں آئی جس سے احساس ہی باطل ہو جاتا ہے اب بھی بچہ بچی کی ایسی حرکت پر حرارت ایمانی جوش میں آ جاتی ہے جو مار پیٹ اور بعض اوقات قتل کی زیادتی کی نوبت بھی پیدا کر دیتا ہے۔

(۱) مطلب یہ ہے کہ جو مرد اس فیج فعل میں مبتلا ہو اس کے خاندان کے لئے بھی باعث عار ہے۔

(۶) زنا تمام ادیان و ملل میں حرام ہے (بحر الرائق ج ۵ ص ۱۱۴ از فتح القدیر) جو چیز کسی دین میں حلال رہی ہوگی اس کی حرمت و گندگی میں بہ نسبت اس کے کمی ہوگی جو سب خدائی مذہبوں میں حرام ہی رہی ہے۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے قوت تمام جانداروں میں بقائے عالم کے لئے بھی رکھی تھی۔ اور اس کا جوہر (۱) تمام اعضاء سے حاصل شدہ جوہر بنایا تھا جس سے پورے انسان یا جانور وجود میں آ جاتا ہے۔ انسانوں میں اس کو نکاح کے بعد معتبر مانا جاتا ہے۔ بغیر نکاح کے ضائع کرنا ہے۔ تو ایک بڑے خدائی انعام کی ناقدری بلکہ اس کو مخالف طریقہ پر ضائع کرنا بڑا جرم ہے اور خاندان کی نسل مٹا دینا ہے یا مٹانے کی کوشش۔

(۸) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے میں قیامت میں کثرت امت پر تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ تو اس حرکت سے حضور اکرم ﷺ کی ذریعہ فخر بات کی مخالفت ہوئی محبت رسول کا قلع قمع کر دیا کہ سلسلہ نسل میں بند کر دیا یہ تو ہر حال میں خرابیاں ہیں اور اگر اولاد بھی ہوگئی تو اور بھی خرابیاں الگ ہوں گی۔

(۹) جیسے ہر بیج سے اسی قسم کے پھل پھول پتے شاخیں ہوتی ہیں

(۱) مٹی جو پورے جسم کا خلاصہ اور جوہر ہے جو انسان کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے زنا سے اس جوہر عظیم کو ضائع کرتا ہے جو کفران نعمت کے مترادف ہے اور اپنی نسل کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

جیسی اصل درخت کی تھیں اسی طرح ہر خاندان کی اولاد میں کچھ فطری صلاحیتیں، شرافت، حوصلہ، سخاوت، حیا، ظلم، شفقت عامہ وغیرہ اوصاف ہوتے ہیں مگر اس حرکت سے ان کو مخلوط بلکہ غائب کیا جا رہا ہے کیونکہ بغیر نکاح کے وہ اس کی اولاد ہی نہیں ہو سکتی۔ نہ یہ اوصاف آگے چل سکیں گے۔

(۱۰) پاک بازی و شرافت بعض خاندانوں اور گھرانوں کا سرمایہ امتیاز تھا۔ ایک شخص بھی ایسا کر گزرتا ہے تو پورے خاندان کی شرافت خاک میں ملا دینا اور خصوصاً عورت یہ سب کو ذلیل کرنے کا ذریعہ ہے کہ ان کو منہ دکھانے کی نہیں رہتی۔ گویا سب کو معنوی موت دے دی۔

(۱۱) بعض غیر شادی شدہ لڑکیوں کو بہکا کر بے وقوف بنا لیا جاتا ہے واقعہ معلوم ہو جانے پر یا حمل سے وہ ناقابل شادی قرار پا کر ساری عمر وہ اور اسکے والدین سراسیمہ (۱) رہتے ہیں۔ سب کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور تمام عمر کی ذلت و رسوائی پورے خاندان پر پڑتی ہے۔ شادی کے لئے لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ سب کو زندہ درگور (۲) کر دیا۔

(۱۲) بعض دفعہ حمل ضائع کرایا جاتا ہے۔ اور وہ امراض کا سبب بن جاتا ہے اور اگر ایک سو بیس روز سے زیادہ کا ہوگا تو جان پڑ جانے کی وجہ سے ایک ایسی جان کا قتل بھی ہوگا جس کا کوئی قصور نہیں اور بعض دفعہ ولادت

(۱) پریشان (۲) گویا کر زندہ ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔

کے بعد ہی مار ڈالا جاتا ہے جو قتل کا الگ جرم ہے۔

(۱۳) نسب مخلوط ہو جاتا ہے اولاد کو کوئی یہ نہیں جان سکتا کہ واقعی

اس کی ہے یا نہیں ہے۔

بقول حضرت مجذوبؒ

آج کی بے پردگیوں کا یہ نتیجہ نکلا

جس کو سمجھے ہوئے بیٹا تھے بھتیجا نکلا

(۱۴) ایک عورت کی اس حرکت سے ایسا زبردست ڈاکہ پڑتا ہے

کہ شاید ساری دنیا میں اس جیسا ڈاکہ اور کوئی اور کبھی نہیں ہوا ہو گا نہ شاید کبھی

ہو سکے گا۔ ایسا ڈاکہ ہر قانون کی بھی اس کو حمایت حاصل رہتی ہے۔ اور دنیا

بھر میں کوئی اس کا کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ عورت نے دوسرے کے بچے کو

خاوند کا ظاہر کیا اور کسی کو حقیقت کا علم نہ ہوا تو خاوند کی کل جائیداد صحرائی ہو

یا سکنائی نقد ہو یا سامان کارخانہ ہو یا فرم بلکہ حکومت و سلطنت تک ہر قانون

سے بیوی کی اور اس کی بن جائے گی۔ جس کا واقع میں خاوند سے کوئی تعلق

نہیں ہے اور اس قدر قاعدہ ضابطہ کے اندر کہ کوئی شخص رکاوٹ نہیں ڈال سکتا

اگر یہ لڑکا ہو گا تو خاوند کے بھائی بہن اصلی وارث بالکل محروم اور اگر بیوی بھی

پہلے فوت ہو گئی ہو تو کل کے کل کا وارث یہی قرار پائے گا۔ اور جو واقعی عزیز

تھے ان کو ایک پائی بھی کسی قاعدہ قانون سے نہ مل سکے گی اب غور کر کے بتائیے کہ کیا ابتدائی دنیا سے انتہائی دنیا تک اس ڈاکہ سے بڑھ کر کوئی ڈاکہ ہو سکتا ہے۔ پھر اس تمام مالی ڈاکہ کے ساتھ عزت آبرو شرافت و نظافت خاندانی خصوصیات شجاعت عدل حیا شرافت سب پر ہی ڈاکہ ڈال دیا گیا بلکہ ایک ہونے والی اس جان پر بھی کہ اس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

(۱۵) ایسے ہی جس مرد نے کسی لاولد کی بیوی سے یہ حرکت کی تو اس نے لاولد کی تمام جائیدادوں پر اور عزت و شرافت سب پر ڈاکہ ڈالا اور اس کی تمام مملوکات کا مالک اپنے جزو کو بنا دیا اور حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہر قانون نے اس کی حمایت کر دی وہی کل کا مالک بن گیا اس سے بڑھ کر کوئی ڈاکہ ہوگا؟

(۱۶) ایسی صورت سے جو بچہ بچی پیدا ہوگا چونکہ ان کا کوئی باپ نہیں اس لئے ان کی تربیت تہذیب تعلیم طور طریق اور اخراجات کا کوئی ذمہ دار نہ ہو سکے گا۔ اس کی زندگی برباد کر ڈالی گئی اگر عورت نے کسی سے نکاح کر بھی لیا تو یہ بچے اس سے خلقی و فطری تعلق نہ رکھنے کی وجہ سے ایسے ہوں گے جیسے لاوارث بچے یا نوکر تو اس حرکت سے ان کی زندگی برباد ہوگی اور اس حرکت کا بانی ہی اس کا ذریعہ ہوگا اس نے گویا ان کو معنوی موت دے دی۔

اور اگر کسی غیر مسلمہ سے یہ حرکت کی تو صلیبی (۱) اولاد کو اسلام سے بھی محروم کر دیا۔ اور بجائے مسلمانوں کی آبادی بڑھانے کے کافر آبادی بڑھائی یہ قومی نقصان کیا۔

(۱۷) ایسے بچوں کو اگر پیدائش سے پہلے ہی یا فوراً بعد ملک عدم (۲) پہنچا دیا گیا تو اس کا ظلم عظیم اور جرم شدید ہونا ہر شخص جانتا ہے۔ اگر یہ زندہ ہے جیسے کہ رہنا چاہیے تو عمر بھر کے لئے حرامی شمار ہو کر ہر جگہ ذلیل و خوار رہیں گے۔ جن لوگوں کو واقفیت ہوگی وہ کسی وقت بھی اچھی نظر سے کبھی ان کو نہ دیکھ پائیں گے۔ ایسی زندگی پر شاید وہ تو موت کو ہی ترجیح دینے لگیں ہاں اگر تقویٰ طہارت میں علم و فضل میں اعلیٰ ہو گئے تو خیر۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ نے اعزاز و اکرام تو تقویٰ و طہارت پر عطاء فرمایا ہے۔ مگر باہمی شناخت اور تعارف کے لئے کنبے برادر یوں خاندانوں میں تقسیم کر دیا ہے ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾ (بیشک تم میں سب سے معزز اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ متقی ہے) اور ﴿وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا﴾ (ہم نے تم کو شاخیں اور قبیلے اس لئے بنایا ہے کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو) مگر یہ شناخت و امتیاز نسب سے ہوگا۔ زنا میں نسب ہی نہیں اس لئے یہ اس قاعدہ کی

(۱) انٹی لسی اولاد (۲) پیدا ہوتے ہی ماریا گیا۔

تو ہین بن رہا ہے اور اپنے سلسلے کو اس امتیاز سے محروم کر رہا ہے۔

(۱۹) اوپر (۱۴) و (۱۵) میں عرض کیا گیا ہے کہ چونکہ یہ حرکت

خفیہ ہوتی ہے بہت مرتبہ علم نہیں ہو پاتا تو اس طرح دوز بردست ڈاکوں کا ذریعہ ہے جن کی کوئی نظیر ابتدائے دنیا سے آخر دنیا تک نہ ہوگی لیکن اگر علم ہو گیا تو جو فسادات قتل و غارت وغیرہ اس پر مرتب ہوں گے ظاہر ہیں اور ان بچوں کی زندگی کا کیا حشر ہوگا اندازہ لگا لیجئے اور ہر وراثت سے محروم رہا جس کے یہاں پیدا ہوا اس کا تو نہیں ہے (۱) جس کا تھا اس سے بے نکاح (۲) کے ہے کسی مرد کی وراثت کا حصہ دار نہ ہوا۔

(۲۰) نسب اور قومیت باپ سے ہوتی ہے اور باپ نکاح سے بنتا

ہے اس لئے اس صورت میں اسکو ہر قوم برادری خاندان عزیزوں اور ہمدردوں سے محروم اور بے یار و مددگار کر کے اس کی زندگی تباہ و برباد کر ڈالی ہے حضرت علیؑ کی طرف یہ شعر منسوب ہے

واما امہات الناس او عیۃ مستودعات وللا نساب اباء

(لوگوں کی مائیں تو برتن ہین جن میں امانت رکھ دی گئی تھی اور نسبوں کے واسطے صرف باپ ہی ہیں۔

(۱) اس لئے وراثت سے محروم رہا (۲) بغیر نکاح کیونکہ نسب ثابت نہیں اس لئے اس کی وراثت سے محروم رہا۔

سزا کی موزونیت

ایسے سخت جرم ایسے سخت گناہ ایسے سخت حرام کی سزا غور کیجئے کتنی سخت ہونی چاہیے قتل اور سولی سے کیا کم ہو مگر نہیں وہ سزا تو ایک منٹ دو منٹ کی سزا ہے۔ اور ان اعضاء پر نہیں، حقیقت میں سر سے پیر تک ہر ہر عضو جو اس سے لطف لیتا ہے اس میں شریک ہے اور باہر کے اعضاء بھی اور اندر کے بھی جس مادہ کے جوش سے بدعنوانی کر کے یہ صورت پیش آئی وہ وہ مادہ ہے جو ہر ہر عضو کے جوہر پر مشتمل ہے جس سے ایک انسان کا ہر ہر عضو بنتا ہے۔ اس لئے یہ فعل درحقیقت تمام ظاہری و اندرونی اعضاء کا ہے اور چونکہ اس مادہ سے ہی ایک عرصہ کا سکون خلل پاتا ہے اس لئے ایک دو منٹ کی سزا نہیں طویل سزا اور ایک دو عضو پر نہیں تمام اعضاء پر ہونا اس کے مناسب ہے اب اسکی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں اعلیٰ کہ پتھر مار مار کر اس کو ختم اور تمام جسم کے حصوں پر یہ سزا جاری کر کے قصہ تمام کر دیا جائے۔ دوسری ادنیٰ کہ ہو تو تمام اعضاء پر جس سے ظاہری بھی اذیت پائیں باطنی بھی اذیت پاجائیں لیکن اس کو ختم نہ کیا جائے وہ تمام اعضاء پر کوڑے مارنا ہے مگر نہ اتنی بڑی تعداد ہو کہ ہلاکت تک پہنچائے اعلیٰ سزا کے قریب ہو جائے نہ اتنی کم مقدار ہو کہ ایسے بڑے جرم سے بچانے والی نہ بن سکے۔ اس کی مقدار سو کوڑے دونوں

پہلوؤں کے جامع ہے۔

دونوں سزاؤں کا تفاوت اور ان میں جو سات شرطیں^(۱) ہیں ان کی حکمت حضرت حکیم الامتہ مجد الملتہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کتاب ”المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ“ میں خوب بیان فرمائی ہے جلد سوم ص ۶۶ طبع جدید پر ہے مگر عبارت سہل کر کے پیش ہے اور کچھ توضیح بھی ہے ”رجم ایک سخت ترین سزا ہے۔ اور ان ساتوں شرطوں میں اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہونا کھلی بات ہے۔ ساتوں باتیں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں ایک معمولی نعمت کے خلاف کرنا بھی کفران نعمت ناشکری و نمک حرامی کہلا کر سزا کا مستحق بنا دینا ہے تو ایسی بڑی بڑی سات نعمتیں ہونے کے بعد ایسا گناہ سخت ترین عذاب دنیوی کا بھی سبب ہونا ضروری ہے اور عذاب اخروی کا بھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ساتوں نعمتیں علاوہ نعمت عظیمہ ہونے کے ہر ایک اپنی ذاتی حیثیت سے بھی زنا سے خود روکنے والی ہے چنانچہ (۱) عقل کو گناہوں سے روکنے والا ہونا سب جانتے ہیں عقل کے معنی لغت میں باندھنے کے ہیں۔ عقل اس قوت کو اسی لئے کہا گیا ہے کہ انسان کو برائیوں

(۱) زنا کی حد جاری ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں ۱ عاقل ۲ بالغ ۳ مسلمان ۴ آزاد ۵ ہونا ۶ نکاح صحیح سے عورت کی ہمسری پر شرعاً قدرت حاصل ۷ ہونا ۸ واقع کے وقت دونوں کا ایسا ہونا۔

بدیوں اور گناہوں سے باندھنے والی ہے۔ (۲) بالغ ہونا عقل کے قبل اعتبار ہونے کا ایک درجہ ہے کیونکہ پیدائش کے وقت بھی ہلکے درجہ کی عقل بچہ میں موجود ہوتی ہے اور سات سال کی عمر میں اس سے اونچے درجہ کی عقل ہو جاتی ہے مگر اتنی نہیں کہ وہ ذمہ داریاں قبول کر سکے۔ اسی لئے اس پر کوئی عبادت فرض نہیں ہوتی مگر نماز وغیرہ کی تاکید کرنے کا حکم آیا ہے۔ پھر بالغ ہونا عقل کی پختگی کا ایک درجہ ہے جس میں پہلے درجوں سے زیادہ پختہ عقل ہوتی ہے۔ اور اب ذمہ داریوں کا بوجھ اس پر آ جاتا ہے۔ عبادات بھی فرض ہو جاتی ہیں۔ تو جب عقل خود گناہوں اور بدیوں سے روکنے کا چابک ہے تو اس کا ایک پختگی کا درجہ اور بھی بڑا سبب جرموں سے روکنے کا ہوا۔ (۳) اور مسلمان ہونا کفر و شرک کی طرح تمام گناہوں سے بچانے والا ہے۔ (۴) اور آزاد ہونا یعنی غلام زرخید نہ ہو اس لئے کہ غلام تو خود نکاح کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اس کا نکاح بھی آقا کے کرنے سے ہو سکتا ہے۔ اور آزاد جو غلام نہ ہو خود نکاح پر کہ جس کی وجہ سے زنا سے رکنا آسان ہے اختیار و قدرت رکھ سکتا ہے۔ اور نکاح صحیح سے ہی عورت کی ہم بستری پر شرعاً قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور وطی یعنی ہم بستری سے طبعیت سیر ہو جاتی ہے۔ اور حلال سے سیر ہو جانے کا حرام سے رکنے کا سبب ہونا ظاہر ہے اور عورت

میں بھی ان شرطوں کا ہونا اس لئے مفید ہے کہ طبیعت کو سیری اسی ہم بستری سے ہو سکتی ہے جو رغبت سے ہو اور عورت میں یہ صفتیں ہونا اس کو قابل رغبت بنا دیتی ہیں۔ کیونکہ غیر عاقل یعنی مجنوں عورت کی ہم بستری سے نفرت ہونا ایک طبعی بات ہے۔ اور نابالغ کو چونکہ رغبت نہیں ہوتی اس لئے اس کی طرف مرد کو بھی رغبت پوری نہیں ہو سکتی اور باندی کی ہم بستری میں رغبت اس لئے کم ہوتی ہے کہ اولاد کے غلام ہونے کا اندیشہ ہے اور کافر عورت سے اسکے دین سے نفرت شدیدہ کی وجہ سے نفرت ہوتی ہے یا رغبت کم ہوتی ہے طبعی اور شرافت کا تقاضا یہی ہے۔ غرض دونوں میں یہ صفتیں ہوں کامل ہوں گی تو یہ نعمت اور بھی کامل ہو گئیں ادھر رغبت بھی منکوحہ کی طرف یا عورت کی خاوند کی طرف کامل ہوئی اور نعمتوں کا کامل ہونا اور پھر رغبت منکوحہ یا خاوند کا کامل ہونا دونوں اس جرم کے ارتکاب کے لئے سدا راہ (۱) ہیں۔ اب اگر اس جرم کا ارتکاب ہوگا تو نہایت سخت ترین سزا کا مستحق ہوگا جو کہ رجم ہے۔

اور ان صفتوں میں سے کسی صفت کی کمی سے رکاوٹ میں کمی واقع ہوگئی کہ اتنی سخت در سخت رکاوٹ نہیں رہی مگر رکاوٹ کے اسباب اب بھی موجود ہیں گو اس درجہ کے نہ ہوں کہ اسلام بھی ہے جو اصل رکاوٹ ہے عقل بھی ہے بالغ ہونا بھی ہے یا ایسے ہی ایک شرط کے مفقود ہونے پر باقی کا تو

وجود ہوگا تو ان رکاوٹوں کے سبب سخت ترین سزا تو ہوگی مگر اس درجہ قوی رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس درجہ کی سخت سزا نہ ہوگی یعنی صرف سو کوڑے لگانا ہے۔

شبہ کا ازالہ

شبہ ہو سکتا ہے کہ طرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے

﴿الغیبت اشد من الزنا﴾ (غیبت زنا سے زیادہ

سخت ہے) تو جب غیبت سخت ہے تو اس میں بھی سنگساری ہونی ضروری تھی ورنہ زنا میں بھی نہ ہوتی جواب یہ ہے کہ وہ گناہ میں سخت ہے (شرح احیاء العلوم ج ۷ ص ۵۳۳) اور فتاویٰ ابن حجر مکی میں ہے کہ غیبت حق العبد ہونے سے سخت ہے (ج ۲ ص ۲۳۱) اس پر دونوں نے حضرت جابرؓ کی حدیث سے یہ مضمون ثابت کیا ہے لہذا اس کی سختی حق العبد ہونے کی وجہ سے دوسری قسم کی ہے اور زنا خود بخود سخت ہے۔

اثبات جرم کے لئے سخت شرائط

لیکن جیسا گناہ اور اس کی سزا سخت ہے اسی طرح اس کے ثبوت کی شرائط بھی بہت کڑی ہیں اس کے لئے گواہ چشم دید چار ہونا بالاتفاق ضروری ہیں۔ سب اماموں کا اس پر اتفاق ہے (میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۴۰) یہ قطعی

ہے اس پر اجماع ہے اور اس میں مسلمان کی عزت کی پردہ پوشی ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ چار ہونے کی حکمت یہ ہے کہ گواہی دو آدمیوں پر اس کے دواغلوں کی گواہی ہے۔ ہر ایک کے لئے دو دو گواہ درکار تھے چار لازم ہو گئے مگر اصل بات یہی ہے کہ پردہ پوشی ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی شرطیں زیادہ ہوتی ہیں اس کا وجود کم ہوتا ہے کیونکہ جس چیز کا وجود چار پر موقوف ہو گا وہ ایسا نہیں جیسا دو پر موقوف ہونا ہوتا ہے کہ جلد جلد ہو سکے تو گویا اس طرح حد سے درگزر کی صورت ہو جائے گی جو حضور اکرم ﷺ کو پسند تھی ورنہ بات یہ ہے کہ دو کی شہادت جیسے ایک معاملہ پر معتبر ہوتی ایسے ہی دو معاملوں پر بھی ہو سکتی ہے اس لئے دونوں کے فعلوں کے الگ دو دو گواہ کل چار نہیں بلکہ پردہ پوشی کے لئے ہی چار قرار دئے گئے ہیں (فتح القدیر ج ۵ ص ۵)۔

ثبوت زناء کے لئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں

آگے حد قذف میں اور وجہ بھی آئے گی شبہ ہو سکتا ہے کہ جب قتل پر دو گواہ کافی ہیں تو زنا پر چار کیوں ہیں حضرت تھانویؒ نے جواب دیا ہے کہ مقصود دونوں جگہ احتیاط ہے۔ اگر قتل میں چار ضروری ہوتے تو خون ریزیاں بکثرت ہوتیں۔ لوگ دلیر ہوتے اکثر قاتل قصاص سے بچ جاتے خون

ریزی بہت ہوا کرتی اور زنا میں چار گواہ میں احتیاط ہے پردہ پوشی ہے۔ چار چشم دید (۱) گواہ ہوں تاکہ احتمالات اور گمان کا شبہ نہ رہے، اسی لئے اقرار بھی چار بار ہے (المصالح العقلیہ جدید ج ۳ ص ۷۴) اور قتل تو آن واحد کا کام ہے بھاگ سکتا ہے چار گواہ مشکل ہیں یہ دیر کا ہے اور یہ بہت سنگین جرم ہے شبہ پیدا ہونے پر حد کا ساقط ہونا بھی محض فضل و کرم ہے ایسے عظیم جرم پر عظیم سزا تو بیشک تجویز ہے۔ مگر اس کے لئے شرطیں اور دو گنی گواہیاں اور پھر حاکم کی طرف سے گواہوں کو اور اقرار والے کو تلقین اور شبہ ہونے کا استفسار (۲) جو سب جگہ بیان ہے انتہائی احتیاط کی چیزیں ہیں جو نہایت فضل و کرم ہے۔

اس سزا کا اعلان ہوتے ہی یہ جرم ملک سے کا فور ہو جاتا ہے ایسا بہادر کوئی نہیں ہو سکتا کہ چند منٹ کے لطف و کیف اور وہ بھی ڈرتے ڈرتے حاصل کرنے کے لئے جان عزیز کو بالکل ختم کر دے اور جز جز کو اذیت دلوا کر ختم کر دے یا کوڑوں سے جسم کو چھلنی بنوالے۔ ایک بار اس قانون کا اعلان کر کے تو دیکھ لیا جائے۔

(۱) جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو (۲) جو آدمی زنا کے ارتکاب کا اقرار کرے تو قاضی اس کے اقرار پر فوراً فیصلہ نہ سنائے بلکہ اس کو تلقین کرے اور استفسار کرے کہ کہیں اس کو شبہ تو نہیں ہو گیا کہ صرف بوس و کنار کیا ہو جس کو زنا سے تعبیر کر رہا ہو وغیرہ وغیرہ۔

نظم

مملکت سعودیہ میں جیسے کہ وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا ہے پچاس سال کے اندر صرف ایک واقعہ ایسا ہوا اور حدِ رجم جاری کر دی گئی اور کوئی واقعہ نہیں ہوا اور نہایت امن و امان حفظ آبرو کے ساتھ ایسے زندگی گزاری جا رہی ہے کہ دنیا بھر میں کہیں اسکی مثال نہیں ہے کاش ہمارے ارباب اقتدار عقل سے یا کم از کم نقل سے ہی کام لے لیں کہ دنیا بھر کے امن و امان والے ملک کی نقل اتار لیں۔

اسبابِ جرم

یہ جرم اتنا شدید ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کے اسباب اور قرب و حوالہ کو بھی حرام فرمادیا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْرِبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾ (سورہ اسراء آیت ۳۲) (زنا کے قریب بھی مت جاؤ یہ بہت گندگی اور برا راستہ ہے) زنا کے قریب جانے کو اور ایسی باتوں کو جو اس تک پہنچانے والی ہوں حرام فرمادیا ہے جس میں نامحرم عورت کو دیکھنا بات کرنا تنہائی میں جمع ہونا اسکی آواز کا سننا اس کی طرف چل کر جانا اس کی طرف ہاتھ بڑھانا اور ایسے ہی تصویروں مشینوں سے یہ کام لینا سب زنا کی

تمہیدیں ہیں حدیث شریف میں آنکھ کا زنا ہاتھ کا زنا پاؤں کا زنا فرمایا گیا ہے مگر یہ سب تمہیدات ہیں ان پر حد نہیں تعزیرات میں یہ سب حرام ہیں۔ انسان میں جو بھی (۱) قوت ہے اسکو بے قاعدہ حرکت میں لانے کے یہ سب کام بھی گناہ ہیں خواہ سینما وغیرہ کھیل تماشے ہوں یا ناول افسانے غزلیں گاتے بجاتے ہوں ایسی ہر قسم کی بات کرنے والے کو جس سے نوبت تمہیدات زنا بلکہ زنا تک آتی ہو دنیا و آخرت میں عذاب کی اطلاع دی گئی ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (سور نور آیت ۱۹) (جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحش پھیل جائے ان کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے) مگر ان سب پر شرعاً تعزیرات (۲) ہیں جو حکومت اسلامی کے فرائض میں داخل ہیں حد زنا نہیں ہیں۔

عذرِ لنگ

بعض لوگ آجکل ایک عذر لنگ کرتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ بہت

(۱) حیوانی طاقت (۲) قاضی وقت مجرم اور جرم کی مناسبت سے جو سزا تجویز کرے اس جرم میں جس میں شکی ہے سے حد ساقط ہوگئی ہو تعزیر کہلائی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ سزا حد سے کم درجہ کی ہو۔

گندہ ہے اس میں یہ حدود نہیں جاری ہو سکتیں اول معاشرہ کو درست کرنیکی فکر ہونی چاہیے اس کے بعد حدود جاری کرنے کا اہتمام ہو سکتا ہے مگر یہ ان کی خام خیالی ہے اور کچھ نہیں کیونکہ حدود الہی نازل ہی اس واسطے ہوئی ہیں کہ جو لوگ معاصی میں منہمک ہیں اور وعظ و نصیحت کا اثر قبول نہیں کرتے ان کو یہ سزائیں دی جائیں تاکہ وہ بھی باز آسکیں اور ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی عبرت حاصل کریں اور سب مسلمان ان گناہوں سے باز آجائیں تو معاشرہ کی درستی کا تو ذریعہ ہی یہ ہے جب معاشرہ اتنا درست ہو جائے گا کہ کوئی متنفس بھی حد کے قابل گناہ نہ کریگا تو یہ حدود خود بخود در کی کی رکی رہ جائیں گی۔ جیل اور سزائیں اسی لئے تو ہوتی ہیں کہ جرائم ترک کرادیں اور جہاں ماحول جرائم کا ہی نہ ہوگا وہاں پولیس کی ضرورت نہ جیل خانہ کی۔ دوسری بات یہ کہ جس وقت اسلام آیا وحی نازل ہونی شروع ہوئی، جاہلیت کا دور دورہ تھا اس زمانہ کے حالات کو ذرا اپنے زمانہ سے ملائیے یہ زمانہ کیسا ہی گندہ سہی مگر اس سے غنیمت ہے۔ تو اس زمانہ میں تو ان احکام کا آنا جبکہ معاشرہ گندہ در گندہ تھا سب کے نزدیک نہایت مفید نہایت ضروری نہایت قابل قدر تھا اور آج العیاذ باللہ ناقابل التفات ہے کیا کہیں یہ ”خوئے بدرا بہانہ“ بسیار تو نہیں؟ (۱)۔ تیسرے جب قرآن مجید میں ہر وقت کے لئے حدود

(۱) ہماری عادت والوں کے لئے بہانے بہت ہیں۔

ہیں، اپنی طرف سے ان میں کوئی قید وقت و معاشرہ کی بڑھانا تو احکام الہی میں رد و بدل کرنا ہے جس کو مسلمان گوارا نہیں کر سکتے چوتھے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اس کے معنی تو یہ ہو گئے کہ یہ احکام اور اسی طرح اسلام کے تمام احکام اس زمانہ کیلئے ہی نہیں ہیں صرف اسی زمانہ کیلئے تھے تو گویا پورے دین کا انکار لازم آتا ہے اس لئے مسلمانوں کو ایسی باتوں اور خیالوں سے بچنا چاہیے۔

زنا کی تہمت کی سزا

﴿وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا
بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلَدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً
وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ﴾ (سورۃ النور آیت ۴)

اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں گے تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو اور یہ لوگ فاسق ہی ہیں:

اور ارشاد ہے کہ ان لوگوں پر عذاب بھی سخت ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ

الْغُفْلَتِ الْمُؤْمِنَتِ لُعْنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿سورة النور آیت ۲۳﴾

جو لوگ تہمت (زنا) لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں
ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والی ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی
جاتی ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ سات ہلاک کرنے والی باتوں سے
بچو (ساتویں نمبر پر ہے) مسلمان پاک باز بے خبر عورتوں پر تہمت لگانے سے۔
دوسری آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ تہمت لگانے والوں کو دنیا
و آخرت میں عذاب شدید اور دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔ اول آیت سے
ان پر حد اسی کوڑوں کی ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ یہاں تہمت سے زنا کی تہمت
ہی مراد ہے۔ اس پر اجماع ہے اور آیت میں اس کی طرف اشارہ بھی کہ چار
گواہوں کے نہ لاسکنے کی شرط ہے اور چار گواہ زنا ہی کے لئے خاص ہیں امام
رازیؒ نے چوتھی دلیل یہ بھی دی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ کسی اور جرم کی
تہمت پر کوڑے نہیں لگائے جاسکتے تو اجماع اس کی دلیل ہے کہ یہاں زنا
کی تہمت مراد ہے (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۳۰)۔

روح المعانی میں ہے کہ زنا کاروں کے ذکر کے بعد اس کو بیان

فرمانا بھی اس کی دلیل ہے کہ زنا کی ہی تہمت مراد ہے۔ اور لفظ محصنات بھی جو کہ زنا سے پاک دامن کے معنی میں ہے (ج ۱۸ ص ۷۹)۔

فتح الکبیر میں اس کا جواب بھی ہے کہ آیت کا حکم تو مردوں کے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کا ہے مرد کے مرد پر، عورت کے عورت یا مرد پر لگانے کو نہیں فرمایا جواب دیا ہے کہ وہ دلالت النص سے ثابت ہیں جو قطعی دلیل ہے (ج ۵ ص ۸۹) یعنی حکم آیت کا ایسی علت سے ہوتا ہے کہ جس کا سمجھنا اجتہاد سے نہیں بلکہ ہر شخص سے ممکن ہے اور وہ علت اس سے عار کو دور کرنا ہے جس کی طرف اسے منسوب کیا جاتا ہے اگر مرد مرد کو تہمت لگائے گا تو عار اس کی طرف منسوب کریگا۔ اس عار کو حد سے دور کرنا ہے اور ایسے ہی عورت کے مرد کو یا عورت کو تہمت لگانے میں ہے (روح المعانی ج ۱۸ ص ۷۹) اور زیلعی شرح کنز میں ہے کہ آیت اگرچہ پاک دامن عورتوں کے متعلق ہے مگر حکم پاک دامن مردوں کا بھی یہی ہے۔ کیونکہ علت عار کا دفع کرنا ہے۔ جو دونوں کو شامل ہے تو مردوں کا یہ حکم دلالت النص سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع ہے (ج ۳ ص ۲۰۰) تفسیر کبیر میں یہی ہے کہ اس بارہ میں مردوں عورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ (ج ۶ ص ۳۳۵)

ان دلیلوں سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ حکم زنا کی تہمت کا ہے اسی کی

سزا ہے دوسرے کسی گناہ کی تہمت کی سزا نہیں اور یہ کہ چاروں صورتوں میں یہ سزا ہے مرد مرد کو یا عورت کو تہمت لگائے اور عورت مرد کو یا عورت کو تہمت لگائے تو حد قذف (۱) (زنا کی تہمت کی حد) ہر ایک پر لگائی جائے گی۔

احادیث مبارکہ سے تہمت لگانے والے میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ عاقل ہو دیوانہ نہ ہو دوسرے بالغ ہو۔ المغنی للحنابلہ میں ہے کہ تمام علمائے امت نے اجماع کیا ہے کہ جو محسن کو تہمت لگائے اور وہ مکلف (عاقل بالغ) ہو اس کو حد لگائیں۔ (ج ۱۰ ص ۲۰۲) جبکہ تمام احکام کے مکلف ہونے کیلئے بھی یہی شرطیں ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت ہو (در مختار) شامی میں ہے کہ گونگا اور سخت جبر کیا ہوا نہ ہو ان کی تہمت میں شبہ ہوتا ہے اور دارالاسلام میں ہو (ج ۳ ص ۱۸۴) اور جس کو تہمت لگائی جائے اس کے لئے محسن ہونے کی شرط ہے اور محسن (۲) ہونے کیلئے اوپر زنا کی سزا میں سات شرطیں عرض ہوئی تھیں مگر یہاں عار لگنے میں نکاح صحیح اور ہمبستری کو دخل نہیں۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۱۲ ص ۱۵۲) پر ہے کہ یہ حکم شادی شدہ کے لئے خاص نہیں ہے کنواریوں کا بھی یہی حکم ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اسلئے صرف پانچ شرطیں ہوں گی (۱) آزاد یعنی غلام نہ ہو (۲) عاقل یعنی

(۱) اتنی کوڑے لگائے جائیں گے (۲) شادی شدہ ہونا۔

دیوانہ نہ ہونا (۳) بالغ (۴) پاکدامن ہو زنا سے (درمختار) ان سب کی حدیثیں اعلیٰ السنن (ج ۱۱ ص ۵۰۳) میں ہیں، بالغ ہونا عاقل ہونا چاہیے مرد ہو یا عورت ہو یا غلام ہو یا آزاد مسلم ہو یا غیر مسلم اور جس کو تہمت لگائی جائے اس کے لئے علماء امت کا اتفاق ہے کہ اس میں پانچ شرطیں جمع ہوں، بالغ ہونا، آزاد ہونا، زنا سے محفوظ ہونا، مسلمان ہونا اور آلہ زنا موجود ہونا۔ یہ سب شرطیں احادیث سے ثابت ہیں خصوصاً محلی ابن حزم (ج ۱۱ ص ۲۶۶ تا ۲۹۱)۔

امام شعرانی کہتے ہیں کہ تمام ائمہ دین اس پر متفق ہیں کہ آزاد بالغ عاقل مسلمان خود مختار جب زنا کی تہمت لگائے کسی ایسے مرد آزاد عاقل بالغ مسلمان پاک دامن کو جس کو پہلے کسی زمانہ میں زنا کی حد نہ لگی ہو یا تہمت زنا کی لگائے کسی ایسی عورت آزاد بالغ عاقل مسلمان پاک دامن بے کان والی کو جس پر زنا کی حد نہ لگی ہو اور صاف زنا کی تہمت ہو، غیر دار الحرب میں ہو اور جس کو تہمت لگائی گئی ہے وہ حد قذف کا مطالبہ کرے تو اس پر اسی کوڑے مارنا فرض ہیں اسی^۱ سے زائد نہ ہوں (میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۴۶) اور عمر بھر کے لئے اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ (ہدایہ)

جرم کی شدت

اب ذرا اس پر غور کیجیے کہ زنا کی تہمت لگانے پر کتنے سخت جرم کا مرتکب ہو رہا ہے۔ (۱) اس جرم کی شدت کے لئے دو پہلوؤں پر غور کرنا ہے ایک اس جرم کی شدت پر کہ جس کی تہمت لگائی گئی ہے تو وہ جرم زنا ہے۔ اور زنا کی شدت اسکے بیان میں آپ دیکھ چکے ہیں دوسری بات اس شخص کی حیثیت و عزت ہے جس کو اس کی تہمت سے خاک میں ملایا گیا ہے اس پر بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(الف) ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ﴾ (سورۃ البینہ آیت ۷)
ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں:

عرش و کرسی بھی مخلوق ہیں (۱)۔

(ب) حدیث میں ہے۔ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة (جو کلمہ پڑھ لے گا (دل سے) وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا یعنی اول ہی یا سزا پا کے) قرآن و حدیث سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر

(۱) مومنین صالحین کو ساری مخلوقات سے بہتر قرار دیا گیا اور عرش و کرسی بھی مخلوق ہیں تو یہ ان سے بھی بہتر ہوئے تو ان کی توہین پر کتنی سخت سزا ہونی چاہئے۔

مسلمان شروع سے ہی یا بعد سزا پانے کے جنتی ہے جیسے بھی ہو ہے جنتی۔
 (ج) مسلمان مطیع تابعدار ہے اور ہر کافر خدا کا باغی ہے لامحالہ
 فرمانبردار باغی سے ہر حال میں بڑھا ہوا ہے اور بہت بڑھا ہوا ہے
 (د) ہر کافر خدا اور رسول ﷺ کا دشمن اور ہر مسلمان ان کا دوست
 ہے۔

(ہ) ﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾
 (سورۃ منافقون) (اور اللہ کیلئے ہی عزت ہے اور اس کے رسول کیلئے
 اور مومنوں کیلئے) اسلئے تمام مخلوقات میں سے انسانوں کو اشرف المخلوقات
 ہونے کی عزت حاصل ہے اسی طرح اللہ و رسولؐ کے بعد مومنوں کو سب
 انسانوں سے زائد عزت حاصل ہے۔ یہ جنتی ہیں جنت میں انکے ماں باپ
 پیدا ہوئے اور اب ان کو بھی جنت میں ہی جانا ہے۔ ان کا وطن اصلی جنت
 ہے۔ دنیا میں عارضی کام کیلئے آگئے ہیں جیسے شہزادہ شکار میں پہچانا نہیں جاتا
 اگر مسلمان دنیا میں نہ پہچانے جائیں تو بعید نہیں ہے نہ اس پر کوئی اثر نہ اس پر
 تو ایک اللہ کے دوست ساری مخلوق سے بہتر اور جنتی کو ایسے سخت جرم کی تہمت
 لگانا کہ جس کے سامنے موت بھی ہلکی ہے۔ اور اس کو اس قدر ذلیل کرنا بدنام
 اور رسوا کرنا بڑا سخت جرم ہے جس کیلئے سخت ہی سزا درکار ہے اور جب اللہ

تعالیٰ نے صرف زنا کی تہمت پر سزا کی حد مقرر کی اور کسی بہتان تہمت پر نہیں کی تو معلوم ہوا کہ سب سے سخت ترین جرم ہے۔

(۲) اس تہمت سے صرف اسی کو عار اور بے عزتی نہیں حاصل ہوئی بلکہ اس کے تمام عزیزوں دوستوں خاندان برادری محلہ والوں کو بھی ذلت لاحق ہوئی جو کہ سب مسلمان ہیں اللہ رسولؐ کے دوست سب سے باعزت اشرف ترین مخلوق ہیں اس لئے یہ ایک ہی شخص کو ذلیل اور ذہنی دماغی کوفت میں مبتلا کرنا نہیں۔ ان تمام معزین کرام کو ذلیل کرنا ہے۔

مسلمانوں کو یہ عزت خدا اور رسول ﷺ کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے اس کو ذلیل کرنا اس تعلق کو ذلیل کرنا ہے۔ جو اس کو حاصل تھا تو گویا اس طرح خدا اور رسول ﷺ کی ایک صفت پر حملہ کرنا ہے کیونکہ غلاموں کی تذلیل سے آقا کی، شاگردوں کی تحقیر سے استاد کی۔ مریدوں کی سبکی سے پیر کی سبکی لازم آتی ہے اس لئے اس کا اثر کچھ نہ کچھ اللہ و رسول ﷺ تک پہنچتا ہے اس لئے اور سخت ترین جرم بن جاتا ہے۔

(۴) مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا ”کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ذکر کرنا ایسے کہ اسکو ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا یہ تو فرمائیے کہ اگر میرے بھائی

میں وہ بات ہو جس کو میں کہتا ہوں فرمایا اگر اس میں وہ ہو تب تو تم نے غیبت کی ہے اور اسمیں وہ نہ ہو تو تم نے بہتان لگایا ہے۔“ تو حضور اکرم ﷺ نے غیبت سے بہتان کو سخت قرار دیا۔ اور غیبت کے لئے ارشاد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت ہے (شرح احیاء الطیرانی) تو خیال کر لیجیے کہ اس بہتان کا گناہ کتنا سخت ہوگا۔ غیبت تو ہر معمولی سے معمولی عیب کو بھی منسوب کرنا ہوتا ہے اور یہ تو نہایت سخت ترین جرم کا منسوب کرنا ہے اور گودونوں میں حق العبد ہونے کی وجہ دونوں زنا سے سخت ہیں مگر جتنا فرق غیبت اور اس تہمت میں ہے اتنا ہی فرق دونوں کی شدت میں بھی ہونا ضروری ہے۔

بدایۃ المجتہد ابن رشد مالکی میں ہے کہ تہمت لگانے والے سے حد قذف صرف اسی وقت ساقط ہو سکتی ہے کہ جس کو تہمت لگائی ہے اس کا زنا چار عینی شاہدوں سے ثابت ہو جائے اس پر اجماع ہے (ج ۲ ص ۴۱۳) یہ اس قدر سنگین جرم ہے کہ اگر واقعہ بالکل صحیح بھی ہو چشم دید بھی ہو بلکہ ایک اور کا بلکہ دو اور بھی آنکھوں سے دیکھنے والوں کا ہو مگر چار نہ ہوں یا چار میں سے کوئی ایک عورت یا غیر معتبر ہو تو باوجود امر واقعہ ہونے اور چشم دید ہونے کے بھی زبان سے نکالنا حرام ہے اور حد قذف کی سز کا حقدار بنا دیتا ہے جب تک قاعدہ کے تحت میں نہ آجائے جیسے کہ اس آیت اور زنا کی بحث کی آیت

میں ہے کہ چار نہ ہوں اور ضابطہ و نصاب پورا نہ ہو تو منہ سے نکالنے والے ہی مجرم ہیں۔ مسلمان کی عزت کی کوئی انتہا نہیں کہ بے ضابطہ سچ بھی اس کے حق میں جرم عظیم و لعنت ہے۔

(۶) المغنی للکتاب (ج ۱۰ ص ۳۰۱) پر ہے ”یہ تہمت حرام ہے قرآن شریف حدیث پاک اور اجماع سے حرام ہے“ جس قدر قوت سے اس کی حرمت ثابت ہوگی اسی قدر سخت ترین جرم ہونا ثابت ہوگا یہ تہمت سچی ہو یا جھوٹی ہو سخت ترین جرم ہے اور لعنت بھی ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ۲) پر ہے کہ ”دنیا میں جس قدر بھی مذہب ہیں کسی مذہب میں بھی لوگوں کے مال لینا، آبروؤں پر حملہ کرنا اور زنا اور نشہ جاز نہیں کیا گیا گو پینا کہیں جائز ہوا ہو“ اس لئے یہ آبروریزی پھر ایک کی نہیں خاندان بھر کی وہ جرم ہے جسے کوئی مذہب برداشت نہیں کرتا، اور جو چیز کسی مذہب میں جائز نہ ہو اس کی شدت ظاہر ہے۔

(۸) بہت واقعات گوش گزار ہو چکے ہوں گے کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آبرو کے مقابلہ میں جان و مال تک کی پرواہ نہیں کرتے تو ایسا الزام لگانا جان و مال کو برباد کرنے سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ سخت سزا کا حقدار ہے۔

(۹) کنواری لڑکی یا لڑکے شریف کنوارے کو یہ تہمت لگانا علاوہ اس کی اور اس کے گھر کنبہ کی تذلیل کے ان کو خانہ آبادی سے محروم کر کے زندگی تلخ کر دینا ہے اور جب سلسلہ جنابی (۱) پر اس تہمت کا ذکر آئے گا اس وقت ان کو موت بھی زندگی سے اچھی معلوم ہوگی اور اگر شادی شدہ پر ہے تو میاں بیوی میں تفریق حرام کا ذریعہ ہو کر زندگی کو موت سے بدلنا ہے۔

(۱۰) در مختار اور شامی میں ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو حکم دے تو مجھ پر زنا کی تہمت لگا دے تب بھی اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ اس میں گو حق العبد بھی ہے مگر حق اللہ غالب ہے۔ اس لئے سزا ہوگی اور اس کے معاف کرنے سے معاف بھی نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے کہ کسی کو کہا کہ مجھ کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر دیا تو قصاص نہ ہوگا کہ وہ خالص حق العبد تھا معاف کرنے سے معاف ہو سکتا تھا (ج ۳ ص ۱۸۶) تو معلوم ہوا کہ یہ جرم قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اسکی سزا سخت ہونی چاہیے گو بڑھنا بعض اعتبارات سے ہے اور کسی کی جان و مال کا نقصان نہیں۔

سزا کا مناسب ہونا

اب ذرا اس پر غور کرنا ہے کہ اتنی^۸ کوڑے جو اس کی سزا مقرر ہے

(۱) جب ان کے نکاح وغیرہ کی کسی جگہ بات چلے گی اور اس تہمت کا ذکر آئے گا۔

وہ کس قدر موزوں سزا ہے اور پھر اس کی گواہی کا قبول نہ ہونا اور شرطیں کس قدر مناسب ہیں۔

سزا اور جرم میں مناسبت

(۱) اس تہمت سے عزت و آبرو کو مجروح کیا جاتا ہے اور عزت آبرو کا تعلق انسان کے ہر ہر جز سے ہے کہ سب کو ذلیل کرنا اور نظروں میں حقیر بنانا ہے اس لئے سزا بھی ایسی مناسب ہے جس کا تعلق ہر ہر جز سے ہو کوڑے لگانے میں بھی یہ بات حاصل ہوتی ہے اور رجم کرنے میں بھی مگر اس میں ایک فعل کو منسوب کرنا ہے خود فعل کا کرنا نہیں۔ اس لئے فعل کی حد سے کم ہو نا ہی لازمی ہے اور اس کی بدی زنا کے برابر بھی نہیں ہے اس لئے اس کی سزا سے کم۔

(۲) یہ جرم ایک ایسے جرم کی طرف منسوب کرتا ہے جس کا تعلق ایسے جوہر سے ہے جس کا تعلق ہر ہر جز سے ہے۔ جیسے کہ زنا کے بیان میں آچکا ہے اس لئے اس سزا کا تعلق بھی ہر ہر جز سے ہونا ضروری ہے۔

(۳) چونکہ یہاں زنا کا فعل نہیں ہے اس کی طرف نسبت سے اس کی اشاعت ہے اور عزت و آبرو بہت سے مسلمانوں کی خاک میں ملانا ہے اس کی شدت بھی زنا کے قریب ہے اس لئے اس کی سزا بھی زنا کے قریب مگر

اس سے کم ضروری ہے اس لئے رجم نہیں ہے صرف کوڑے ہیں اور کوڑے بھی سو نہیں ایک ایسی مقدار کم ہے جو شریعت میں معتبر درجہ رکھتی ہے یعنی پانچواں حصہ چنانچہ زکوٰۃ کے کئی مسئلوں میں پانچواں حصہ ملحوظ ہے لہذا اسی کوڑے ہی مناسب ہوئے۔

چار گواہ نہ ہونے پر حد قذف جاری کرنے کی وجہ

(۴) آیت سے معلوم ہوا کہ اگر چار گواہ پورے نہ ہوں گے تو ہر ایک مجرم قرار پائے گا خواہ وہ بالکل سچا ہی ہو حالانکہ قتل کے ثبوت کے لئے بھی صرف دو گواہ درکار ہیں تو اس کی دو وجہ زنا کی سزا کے بیان میں گذر چکی ہیں کہ پردہ پوشی ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔ ان کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہاں دو باتیں ایک دوسرے کی مخالف واقع ہو رہی ہیں وہ یہ کہ زنا ایک گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا سد باب اس پر حد قائم کرنا ہے۔ اور اس پر مواخذہ کرنا بھی ضروری ہے اور ایسی ہی قذف یعنی زنا کی تہمت بھی گناہ کبیرہ ہے اس میں بہت سخت عار و تذلیل ہوتی ہے اس پر بھی حد قائم کرنا ضروری ہے۔ مگر یہاں قذف شہادت سے مشتبہ ہو رہا ہے۔ اگر قذف و تہمت والے کو پکڑتے ہیں تاکہ اس پر حد قذف یعنی تہمت کی حد اسی کوڑے لگائیں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو اس زنا کا گواہ ہوں جس پر حد جاری

کرنا حکومت کا کام ہے گویا میں حکومت کا گواہ ہوں۔ اس طرح تو حد قذف باطل ہوتی ہے کہ ہر ایک یہی کہہ سکتا ہے۔ اور دوسری طرف جو شاہد ہے زنا کا اس سے زنا کی شہادت رہ جاتی ہے کیونکہ اس کا قاذف یعنی تہمت لگانے والا ہونا اور مستحق حد قذف ہونا ثابت ہے تو حد قذف لگانی چاہیے غرض نہ حد زنا جاری ہو سکے گی نہ حد قذف جب دونوں حدوں میں انتظام کے وقت تعارض ہو گیا تو کسی صاف کھلی بات سے اس کا فیصلہ ہونا ضروری ہے اس کے لئے مجبوروں کی کثرت کی ضرورت ہوگی جب واقعہ کی خبر دینے والے زیادہ تعداد میں ہو جائیں گے تو گو گواہی اور سچائی کا گمان قوی ہو جائے گا اور تہمت کا گمان کمزور پڑ جائے گا کیونکہ تہمت لگانا تو دو باتوں پر موقوف ہے۔ ایک تہمت لگانے والے کا دین و تدین میں کمزور ہونا دوسرے اس سے کہ جس پر تہمت لگائی ہے۔ کینہ و چپقلش ہونا اور ان دونوں باتوں کا ایک جماعت کی جماعت میں جمع ہونا بعید ہے۔ اس لئے ایک جماعت کی شرط ہوئی اور دو معتبر آدمی اس لئے قبول نہیں کئے گئے کہ وہ ہر معاملہ میں ہوتے ہیں تو اس تعارض اور دونوں حد زنا و حد قذف میں مخالفت کے وقت کوئی خاص اثر ظاہر نہیں ہو سکتا تھا اور جماعت میں کم از کم چار کی تعداد جو تین جمع (۱) کے عدد سے زائد ہے اس لئے تجویز فرمائی گئی کہ شہادت کے نصاب کا دو گنا ہو جائے کہ

(۱) اس لئے کہ تین اقل جمع ہے۔

ہر معاملہ کیلئے دو گواہ ہوتے ہیں اس کے لئے چار (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲) جب اس شہادت کا نصاب چار معتبر مسلمان مرد ہوں گے تو شہادت کا نصاب پورا نہ ہونے پر کوئی بات ثابت نہ ہو سکے گی اور جب زنا ثابت نہ ہو سکے گا تو تہمت ثابت ہے اس لئے اگر چار میں سے ایک بھی کم یا غیر معتبر رہا تو تہمت ثابت اور اس کی سزا واجب ہوگی۔ یہ بالکل اصولی چیز ہے اور عقل کے موافق ہے۔

محدود القذف کے مردود الشہادت ہونے کی وجہ

(۵) تمام عمر اس کی شہادت کا قبول نہ کیا جانا بھی سزا ہے سزا دو قسم کی ہوتی ہے ایک جسمانی ایک دینی چونکہ یہ جرم ایک خبر دینے کا جرم ہے اس کی سزا بھی خبر کی جنس سے مناسب ہے تو گواہی دینا بھی خبر ہی دینا تھا ایسی خطرناک خبر کی سزا پر خبر دینا بند کر دینا ہی مناسب ہے تاکہ جسمانی و دینی دونوں سزائیں ہو کر جرم کی تلافی کر دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ تہمت لگانے والے پر جب دارو گیر ہوگی تو وہ اپنے بچاؤ کیلئے کہہ سکتا ہے کہ میں تہمت نہیں لگاتا ہوں شہادت دے رہا ہوں۔ ایسے شدید جرم کے بعد فرار کی صورت سے روکنا بھی مناسب سزا ہے کہ وہ شہادت کا اہل ہی نہیں ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۰) ابداً (ہمیشہ) کا لفظ اسی کو ظاہر کرتا ہے جو حنفیہ کا مذہب ہے کہ بعد توبہ کے بھی اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔

حد قذف کے جاری کرنے میں عقل و بلوغ کی شرائط کی وجہ

(۶) تہمت لگانے والے میں دو شرطیں کہ عاقل ہو بالغ ہو بہت

ضروری ہیں کیونکہ نابالغ کم عقل والے اور مجنون بے عقل دیوانہ پر احکام کی

ذمہ داری ہی نہیں ہے اور یہ سزا ذمہ داری پر ہونی چاہیے۔ اور جرم یہاں بے

آبرو کرنا ہے اور سب جانتے ہیں کہ بچے اور دیوانے کے کچھ کہنے سے نہ کسی

کو اعتبار ہوتا ہے نہ بے آبروئی ہوتی ہے اس واسطے یہ جرم ناقابل سزا ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ مسلمان ہونا بھی شرط ہونا چاہیے تھا کہ وہی احکام کا مکلف

ہے تو بات یہ ہے کہ یہاں جرم آبروریزی اور عزت کو خاک میں ملانے کا

ہے اور ایسے شخص کی عزت کو جو اللہ رسول کا تابع دار دوست ہے باغی نہیں

جنتی ہے تمام مخلوقات سے افضل ہے تو جب خود اسی جیسے شخص کے آبروریزی

کرنے سے بھی عزت خاک میں ملتی ہے تو جو بدترین مخلوق ہو جیسے کہ سورۃ

بینہ میں ہے۔

﴿ان الذین کفروا من اهل الكتاب

والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا

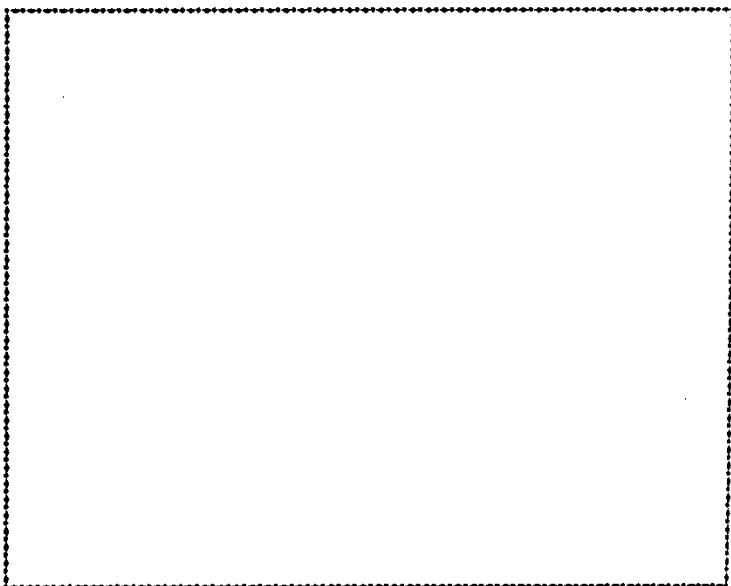
اولئک ہم شر البریہ﴾ (سورۃ البیۃ آیت ۶) (جن لوگوں نے

کفر کیا ہے اہل کتاب ہوں یا مشرک آگ جہنم میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں

گے یہی لوگ تمام مخلوقات سے بدترین ہیں) تو اس کی طرف سے یہ حرکت اور بھی شدید ترین جرم ہوگا۔ اس لئے تہمت لگانے والا مسلمان وغیر مسلم دونوں اس سزا کے مستحق ہیں۔

متہم میں عقل و بلوغ کی شرائط کی وجہ

(۷) چونکہ جرم یہاں آبروریزی ہے لہذا جس پر تہمت لگائی جائے اس کا تہمت لگانے والے سے زیادہ باعزت ہونا ضروری ہے مسلمان عاقل بالغ آزاد ہونا اور زنا سے پاکدامن ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی کے آلہ ہی نہ ہوگا تو تہمت لگانے والا سب کی نظر میں خود ہی ذلیل ہو جائے گا اس لئے یہ شرطیں نہایت ضروری ہیں۔



شراب نوشی کی سزا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ
أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي
الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ
الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ (المائدہ آیت)

(اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جو اور بت وغیرہ اور
قرعہ کے تیر، یہ سب گندی باتیں شیطان کے کام ہیں تو تم اس سے بالکل
الگ رہو تا کہ تم کو فلاح حاصل ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب و جو کے
ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ
کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ تو اب بھی تم باز آؤ گے۔

شرابوں کا حرام ہونا

فتح الباری شرح بخاری کتاب الاشریہ میں ہے کہ ابو بکر رازی نے
احکام القرآن میں بیان کیا ہے اس آیت سے شراب کا حرام ہونا اتنی وجوہوں
سے ثابت ہے؛

(الف^(۱)) اس کو رجس (نہایت گندی) فرمایا اور قرآن شریف میں رجس ایسی چیز کو کہا گیا ہے جس کے حرام ہونے پر ساری امت کا اجماع ہے یعنی سور کے گوشت کو (لہذا یہ بھی ویسی ہی گندی اور حرام ہوئی۔

(ب) من عمل الشیطن (شیطان کے کام) فرمایا اور جب کوئی کام شیطان کا کام ہوگا تو اس کا کرنا حرام ہی ہوگا۔

(ج) اجتناب بالکل الگ رہنے کا حکم ہے اور ہر حکم فرض ہوتا ہے۔ تو جس سے بچنا فرض ہے اس کا کرنا حرام ہے۔

(د) فلاح یعنی دونوں جہان کی کامیابی کا حاصل ہونا اس سے بچنے پر ہی فرمایا گیا یعنی جو چیز ایسی کامیابی میں خلل انداز ہوگی وہ حرام ہے۔

(ه) شراب عداوت و بغض یعنی دشمنی و کینہ مسلمانوں میں ڈالنے کا سبب ہے جو چیز مسلمانوں میں دشمنی و کینہ ڈالے وہ حرام ہے اس لئے یہ حرام ہے۔

(۱) حضرت مفتی صاحبؒ نے نمبر شمار کے لئے حروف ابجد استعمال کئے ہیں الف سے یا تک حروف کے عدد منقول ہیں۔ چنانچہ ایک سے نو تک عدد علی الترتیب ان حروف کے ہیں الف۔ ب۔ ج۔ د۔ ه۔ و۔ ز۔ ح۔ ط۔ دھائیاں علی الترتیب ان حروف میں ہیں۔ ک۔ ل۔ م۔ ن۔ س۔ ع۔ ف۔ م۔ سو سے ہزار تک سینکڑے ان حروف میں ہیں۔ ق۔ ر۔ ش۔ ت۔ ث۔ خ۔ ذ۔ ض۔ ظ۔ غ۔ گیارہ، بارہ لکھنے کے لئے اکائی والے حرف کے ساتھ دھائی ملائی جاتی ہے۔ جیسے مفتی صاحبؒ نے ۱۱ کے عدد کے لئے یا لکھا ہے مطلب یہ ہے کہ الف کا ایک ی کے دس کل گیارہ ہوئے۔ ۱۲۔ خ۔

(و) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روک دیتی ہے اور جو چیز خدا سے روکتی ہو وہ حرام ہے۔

(ز) نماز سے بھی روکتی ہے یعنی نماز فرض ہے اس سے روکنا حرام تو روکنے والی چیز بھی حرام ہے۔

(ح) آخر میں ارشاد ہے فہل انتم منتہون تو اب بھی تم باز آؤ گے جو سختی سے روکنے اور جھڑکنے کے لئے ہوتا ہے اسی واسطے جب حضرت عمرؓ نے سنا تو عرض کیا ﴿انتہینا انتہینا﴾ (ہم رک گئے) جس سے سختی سے روکنا ہو وہ حرام ہے۔ (ج ۱۰ ص ۲۵) امام فخر الدین رازی نے ان سب وجہوں کے ساتھ اور بھی وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

(ط) اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے ذکر کو بتوں اور قرعہ کے تیروں کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کی گندگی بھی ان کے قریب قریب ہے۔

(ی) اس کے بعد ارشاد ہے ”واطیوا اللہ واطیوا الرسول واحذروہ“ (اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور خلاف سے بچو) تو اس آیت کے احکام میں بھی فرمانبرداری کرنا اور مخالفت سے بچنا فرض اور خلاف کرنا حرام ہے۔

(یا) آگے ارشاد ہے ”فان تولیتہم فاعلموا انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین“ (اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے) یہ مخالفت کرنے والے کیلئے سخت وعید ہے اور تیز دھمکی ہے فرمایا ہے کہ اگر تم اب بھی اعراض گے تو تم پر جہنم قائم ہو چکی۔ رسول ﷺ اپنے فرض منصبی سے بری ہو چکے اب اسکے بعد جو عتاب و عذاب ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۶۵۸)

حنبلی مذہب کی کتاب المغنی اور شرح کبیر میں ہے کہ شراب پینا حرام ہے اللہ کی کتاب سے بھی حدیثوں سے بھی اور اجماع سے بھی۔ آیت بالا کے بعد لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور خمر حرام ہے رواہ ابو داؤد والامام احمد۔

اور عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر، پلانے والے، فروخت کرنے والے، نچوڑنے اور نچوڑوانے والے، اٹھا کر لانے والے اور اس پر جس کے لئے اٹھا کر لائی جائے اس کو ابو داؤد نے بیان کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے شراب کے حرام ہونے میں اتنی حدیثیں ثابت ہیں کہ

ان کا مجموعہ تو اتر کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور تمام امت نے اس کے حرام ہونے پر اجماع کیا ہے بعض حضرات کو کچھ شبہ ہو گیا تھا تو صحابہؓ کے علماء نے ان کے شبہ کو دور کر دیا تھا اور جس جس نے پی لی تھی ان پر حد قائم کی تھی تب اس پر اجماع منعقد ہو گیا تھا تو اب جو شخص اس کو حلال سمجھے گا وہ حضور رسول ﷺ کو جھوٹا قرار دیتا ہے کیونکہ یہ نقل متواترہ (۱) سے ثابت شدہ ہے وہ اس حرام ہونے کے انکار سے کافر ہو جائے گا اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کیا جائے (ج ۱۰ ص ۳۲۵)۔

حد والی شراب

امام شعرانی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امت کے چاروں امام ان باتوں پر اتفاق رکھتے ہیں کہ خمر یعنی شراب پینا حرام ہے اور وہ ناپاک ہے اور خمر کے تھوڑے یا بہت پینے پر حد واجب ہے اور جو اس کے پینے کو حلال سمجھے گا اس پر کافر ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ انگور کا شیراجب گاڑھا ہو جائے جھاگ دینے لگے تو وہ خمر (شراب) ہے اور اس پر بھی سب متفق ہے کہ جو شراب نشہ لاتی ہے اس کی تھوڑی اور زیادہ مقدار سب حرام ہے اور اس کا بھی نام خمر رکھا جاتا ہے اور اس کے پینے پر بھی حد ہے خواہ انگور کی ہو یا کشمش یا گندم یا جو یا ذرہ یا چاول یا شہد یا دودھ وغیرہ کسی چیز کی ہو (میزان ج ۲ ص ۱۵۵)

(۱) جو حکم خبر متواتر سے ثابت ہو فرض ہوتا ہے اس کا انکار کفر ہے۔

بدلیۃ المجتہد لابن رشد^(۱) مالکی میں ہے کہ نیذ یعنی غلہ یا پھل پانی میں ڈال کر ان کا عرق شیریں لینا تو ان میں سے عن اقتراف جو نشہ نہ کریں ان میں اختلاف ہے مگر سب کا اجماع ہے کہ ان میں سے نشہ والی سب حرام ہیں۔ (ج ۲ ص ۴۳۴)

زواج من افتراف الکبار میں ابن حجر کی کہتے ہیں کہ جو اسی وقت نشہ لائے وہ حرام و فسق ہے بالا جماع ایسے ہی انگوروں و کجھوڑ کا تھوڑا سا بھی شیرہ جب گاڑھا ہو اور جوش مارے بغیر آگ پر رکھے حرام و ناپاک ہے بالا جماع پینے والے پر حد ہوگی فاسق شمار ہوگا بلکہ اگر حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا (ج ۲ ص ۱۲۸)

لہذا حد جاری ہوگی دو صورتوں پر یا تو انگور کی کچی شراب جو جوش مارے یعنی نیچے سے اوپر آنے لگے اور نشہ پیدا کرے یہ تو خمر ہے حقیقی معنی سے ایک قطرہ تک پر حد ہے یہ نجاست ہے اس کے انکار پر کفر کا حکم ہوگا دوسری صورت اس کے علاوہ شراب کی بہت سی صورتیں وہ سب بقدر نشہ ہوگی تو حد جاری ہوگی اور کم گو حرام ہوں گی مگر ان پر حد نہیں تعزیر جاری ہوگی۔

(۱) ابن رشد مالکی کی کتاب ”بدلیۃ المجتہد“۔

اقسام شراب و شرائط حد

تنویر الابصار در مختار^(۱) اور شامی کا خلاصہ یہ ہے کہ شراب نوشی کی حد اس مسلمان پر لگائی جائے گی جو گونگانہ ہو عاقل ہو، یعنی دیوانہ نہ ہو، بالغ ہو، بغیر سخت ترین جبر و مجبوری کے پئے، حرام ہونے کو جانتا ہو یا اسلامی حکومت میں ہو، وہ خمر یعنی انگور کی کچی شراب جب کہ وہ جوش میں آچکی ہو گاڑھی نشہ والی ہو چکی ہو چاہے ایک قطرہ ہی پئے، نشہ ہو یا نہ ہو، یا پھر کسی اور شراب سے نشہ تک پی لے (ج ۳ ص ۱۷۷) ان سب شرطوں کی وجہ آگے عرض کی جائے گی۔

اور کتاب الاشریہ میں ہے کہ چار قسم کی شرابیں حرام ہیں اول تو خمر یعنی انگور کا کچا پانی جب کہ اس میں جوش آجائے یعنی نیچے سے اوپر کو اٹھ آئے اور قوی ہو جائے کہ نشہ دینے لگے یہ تو حقیقی خمر ہے باقی کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں اس قسم کا تو حکم یہ ہے کہ کم ہو یا زیادہ بالا جماع حرام ہے خود اس کی ذات ہی حرام ہے نشہ ہو یا نہ ہو اور نجاست مغلظہ^(۲) ہے جیسے کہ پیشاب اس کو حلال سمجھنے والا کافر قرار دیا جائے گا اور مسلمان کیلئے بے قیمت چیز بن گئی کہ ضائع کرنے پر تاوان نہ ہو گا اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھانا حتیٰ کہ جانوروں کو پلانا یا مٹی میں ملا کے گھر وغیرہ بھی لپیٹنا حرام ہے اس کی خرید

(۱) کتابوں کے نام ہیں (۲) سخت ناپاکی ہے۔

وفروخت کرنا حرام ہے پینے والے پر حد ہوگی گو نشہ نہ ہوا ہو (باقی شرابوں کے پینے پر نشہ ہونے سے حد ہوگی) اور اس کو بطور دوا استعمال کرنا بھی حلال نہیں راجح قول یہی ہے۔

دوسری قسم انگور کی پکی شراب جس کو پکایا گیا ہو کہ نصف یا دو تہائی سے کچھ کم جل کر نشہ والی بن جائے فتویٰ یہ ہے کہ یہ بھی قسم اول کی طرح نجاست غلیظہ ہے (احکام آگے آرہے ہیں)

تیسری قسم کجھور کی کچی شراب ہے جبکہ قوی نشہ والی اور جھاگدار ہو جائے۔

چوتھی قسم کشمش کی کچی شراب ہے جس میں جوش پیدا ہو گیا ہو۔ یہ تینوں ۲، ۳، ۴ اگر جوش میں نہ آجائیں تو بالاتفاق حلال ہیں اور اگر جوش میں آکر جھاگ دیدیں تو بالاتفاق حرام ہیں اور ۳، ۴ کی نجاست کے غلیظہ و خفیفہ ہونے میں اختلاف ہے مگر ان کا حرام ہونا نمبر اسے کم درجہ کا ہے ان کو حلال سمجھنے والا کافر نہیں قرار دیا جائے گا^(۱)۔

شرائط کے دلائل

اوپر درمختار وغیرہ سے حد جاری کرنے کی آٹھ شرطیں بیان ہو چکی ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ گو ننگے پر حد نہیں ہے چاہے اس پر دو یعنی گواہ گواہی

(۱) اگرچہ پیمانہ کا بھی حرام ہے۔

دے دیں خود اپنی عادت معروفہ کے ساتھ اشارہ کر دے کیونکہ پہلے حدیث شریف سے عرض ہو چکا ہے کہ حدیں شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں تو یہاں شبہ ہے کہ اگر وہ بول سکتا تو شاید کسی ایسی صورت کی خبر دے دیتا جس پر حد جاری نہیں ہوتی مثلاً کسی نے اس پر شدید ترین جبر کیا ہو یا حلق میں لقمہ اٹک گیا ہو اور پانی پاس نہ ہو شراب کے گھونٹ سے اس کو اتارا گیا ہو یا یہ کہتا کہ میں نے اس کو نبیذ (انگور یا کھجور کشمش پڑا پانی) سمجھا تھا اور عاقل بالغ ہونا تو ظاہر ہے اس لئے کہ تمام احکام انہی پر ہیں مجنون اور بچہ پر جیسے اور احکام نہیں حد بھی نہیں اور سخت ترین جبر و مجبوری نہ ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ جبر و اکراہ کی حالت میں تو اس کے لئے جائز ہو گئی تھی ایسے طویل فاقوں کے بعد مردار حلال ہونے کے وقت یا گلے میں سے لقمہ اتارنے کے لئے جبکہ پانی نہ ہو یہ جرم ہی نہیں رہی بقدر جان بچانے کے استعمال جائز تھا اور مسلمان ہونا اس کیلئے ضروری ہے کہ کافروں پر ان کے دین کے بارہ میں دار و گیر نہیں ہوتی مگر حسن بن زیاد سے نقل ہے کہ اگر ان پر نشہ ہو جائے گا تو حد جاری کی جائے گی کیونکہ نشہ ہر دین میں حرام ہے اور یہی بہتر ہے (ازبدائع ج ۷ ص ۴۰) حرام کو جانتا ہو یا اسلامی حکومت میں ہو کیونکہ اسلامی حکومت میں اس کا نہ جہننا عذر نہیں ہے اور دار الحرب سے آیا ابھی مسلمان ہوا اور نہیں جانتا تھا تو یہ

عذر ہوگا خمر حقیقی کا ہونا یا نشہ والی ہونا مجازی خمر کا شرط ہے کیونکہ سزا خمر کی ہے اور نشہ سے ہی مجازی خمر قرار پاتی ہے۔

سزا

(ترمذی ج ۱ ص ۱۸۴ پر ہے) ﴿عن معاویہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من شرب الخمر فاجلدوه فان عاد فی الرابعة فاقتلوه فی نفع فوت المختونی (ج ۱ ص ۱۷۳) صححہ ابن حبان والحاکم وفی نصب الراية (ج ۲ ص ۹۵) قال الذہبی صحیح قال ابن حجر عن الترمذی ، قال وسمعت محمداً (البخاری) يقول حدیث معاویة فی هذا اصح﴾ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۶۶)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شراب پئے اسکو کوڑے مارو پھر عود کرے تو چوتھی بار پھر فرمایا اس کو قتل کر دو۔

امام نووی کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خمر (انگور کی کچی

شراب یا دوسری قہ ریشہ) کا پینا حرام ہے اور اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ خمر تھوڑی یا زیادہ پینے والے پر حد جاری کرنا واجب ہے۔ اور اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے گا خواہ بار بار پی چکا ہو۔ اس اجماع کو ترمذی اور بہت لوگوں نے نقل کیا ہے قاضی عیاض نے کسی شاذ جماعت سے چوتھی بار کے بعد قتل کو نقل کیا ہے۔ مگر یہ قول باطل ہے صحابہؓ اور بعد کے تمام مسلمانوں کے اس اجماع کے خلاف ہے کہ شرابی قتل نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ چار بار سے زائد مکرر پی چکا ہو اور قتل کا حکم منسوخ ہے پھر علماء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اجماع خود اس کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے سوائے ان تین میں سے ایک بات کے جان کے بدلہ جان ہو اور محسن زنا کار اور مرتد اسلام کو ترک کرنے والا (شرح مسلم ج ۲ ص ۷۱، اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۴۶۷، اور فتح الباری شرح بخاری ج ۱۲ ص ۶۰۶) پر بہت سی حدیثیں نقل ہیں جن میں چوتھی بار یا زیادہ بار پر قتل نہ کرنا بلکہ کوڑے مارنا ہی بیان ہے۔ ان سب سے بھی قتل کا حکم منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ان کے بعد فتح الباری میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ حد تو باقی رہی اور قتل کا حکم مرتفع ہو گیا اور امام شافعیؒ

نے اس حدیث کے بعد فرمایا کہ ”یہ ایسی بات ہے کہ جہاں تک مجھے علم ہے اہل علم میں اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور امام ترمذیؒ کا بھی قول نقل کیا ہے کہ ہم اسکے بارے میں اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں جانتے نہ قدیم زمانے میں نہ جدید زمانے میں“

شراب پینے کی سزا قرآن مجید میں نہیں آئی ہے مگر قرآن مجید نے بار بار حکم دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جو دیں وہ لو جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ اور بھی بہت سی آیات میں اس قسم کا حکم ہے جو حد زنا کے بیان میں عرض ہو چکی ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ کا ہاتھوں سے کھجور کی شاخوں وغیرہ سے مارنا بھی نقل ہے اور کوڑے مارنا بھی بلکہ قتل کا حکم بھی مگر ان میں سے یہ دیکھنا ہے کہ کون منسوخ ہو گیا اور کون کون سا باقی ہے؟

شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن المذکر کہتے ہیں کہ شراب پینے والے کے بارہ میں حضور اکرم ﷺ کا عمل مارنا اور تکلیفیں دینا تھا۔ پھر یہ منسوخ فرما دیا گیا تھا کوڑے لگانے کے حکم سے پھر اگر چار بار مکرر پینا ثابت ہو جاتا تھا تو قتل کر دیا جاتا تھا پھر یہ بھی منسوخ ہو گیا۔ صحیح احادیث کے ذریعہ اور تمام اہل علم کے اجماع کے ذریعہ سے (فتح الباری ص ۱۲ ص ۶۶) اور صفحہ ۶۰ پر متعدد حدیثیں درج کی ہیں جن میں مارنا بھی نہ تھا اور حضرت ابن عباسؓ کی

حدیث بھی کہ حضور اکرم ﷺ نے شرابی کو کوڑے مارنے کی سزا خیر میں دی ہے پھر علامہ قرطبیؒ کی یہ تحقیق درج کی ہے جس میں سب حدیثوں کو جمع کیا ہے کہ شراب کے بارہ میں اول اول حد نہیں تھی اسی پر عدم سزا کی حدیثیں محمول ہیں پھر تعزیر کا شرعی حکم ہوا جیسے کہ بہت سی حدیثوں میں ہے جن میں کوئی مقرر مقدار نہیں۔ پھر حد مقررہ مشروع ہوئی مگر پھر بہت سے افراد کو اس کے صاف متعین ہو جانے کی اطلاع نہیں ہوئی مگر یہ اعتقاد رہا کہ کوئی مقررہ حد ضرور ہے۔ حضرات ابو بکرؓ نے اس عمل کی تحقیقات کی جو حضور اکرم ﷺ کے سامنے کیا گیا تھا اور اسی پر (چالیس کوڑے) حد مقرر ہو گئی۔ پھر حضرت عمرؓ اور ان کے موافقین نے چالیس پر زیادہ کرنا پسند کیا یا تو استنباط سے حد مقرر کرنے کیلئے یا تعزیر کیلئے یعنی اسی کوڑے قرار دیئے جو بعض کے نزدیک حد کے ہیں اور بعض کے نزدیک چالیس حد کے اور چالیس تعزیر کے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ حد خمر کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ، ابو ثور، داؤد اور اہل ظاہر اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حد خمر چالیس کوڑے ہیں۔ ہاں امام شافعیؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ اسی تک پہنچا دے تو چالیس سے اوپر سب تعزیر ہوگی اور قاضی عیاض نے جمہور سلف و فقہاء سے نقل کیا ہے جن میں امام مالکؒ، ابو حنیفہؒ، اوزاعیؒ، ثوریؒ۔

امام احمد واسلمیٰ ہیں۔ سب نے کہا ہے کہ اس کی حد اسی کوڑے ہے اور دلیل یہ بتائی ہے کہ اسی کوڑے پر حضرات صحابہؓ کا اجماع قائم ہوا ہے اور حضور اکرمؐ کا فعل تحدید و تعین کے لئے نہ تھا اسی لئے ایک روایت میں نحرار بعین (چالیس جیسے) فرمایا ہے۔ ج ۲ ص ۷۱۔

آگے اس حدیث کے تحت کہ ولید بن عقبہؓ پر حد لگواتے وقت حضرت علیؓ نے چالیس پر روک دیا اور فرمایا کہ حضور اکرمؐ نے چالیس، ابو بکرؓ نے چالیس، عمرؓ نے اسی لگوائے ہیں۔ سب سنت ہے اور یہ مجھے زیادہ پسند ہے، یوں ہے۔

جان لو کہ یہاں کتاب مسلم میں تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید بن عقبہؓ کو چالیس کوڑے لگوائے ہیں اور صحیح بخاری میں عبید اللہ بن عدی بن الحیار کی روایت سے ہے کہ حضرت علیؓ نے اسی کوڑے لگائے اور واقعہ ایک ہی ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مذہب تو شراب کے باب میں اسی کوڑے کا ہی ہے اور ان کا یہ ارشاد بھی ہے ”فی قلیل الخمر و کثیرھا ثمانون جلدۃ“ (کم یا زیادہ شراب میں اسی کوڑے ہیں) البتہ حضرت علیؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ نجاشی کہلانے والے شخص کو اسی کوڑے لگائے تھے اور مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے ہی حضرت عمرؓ کو اسی

کوڑے حد قائم کرنے کی رائے دی تھی جیسے کہ پہلے موطاء وغیرہ کی حدیث سے بیان کیا گیا ہے قاضی صاحب کہتے ہیں یہ سب اسکی روایت کو ترجیح دیتا ہے جس نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید بن عقبہ کو اسی کوڑے لگائے قاضی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ بخاری کی اتنی کی اور مسلم کی چالیس کی حدیثوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ آپ نے ایسے کوڑے سے مارا تھا کہ اس کے دوسرے تھے دونوں سروں سے چالیس بار مارا تو اسی بار ہو گیا (ج ۲ ص ۷۲) اور یہ دوسرے ہونا بھی ایک حدیث میں آیا ہوا ہے، اور عینی شرح بخاری میں حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد سے ایک ایک روایت اتنی کی حد کی بھی لکھی ہیں اور لکھا ہے۔

﴿اتفق اجماع الصحابة في زمن عمر
على الثمانين في حد الخمر ولا مخالف
لهم منهم وعلى ذلك جماعة التابعين
وجمهور فقهاء المسلمين ولا خلاف في
ذلك كالشذوذ المعجز بالجمهور﴾ (حضرت عمرؓ کے
زمانہ میں تمام صحابہؓ کا اجماع حد خمر میں اسی کوڑوں پر ہو چکا ہے اور صحابہؓ میں
سے کوئی ان کا مخالف نہ تھا اسی پر تابعین کی جماعت اور مسلمانوں کے فقہاء کی

اکثریت ہے۔ اس بارہ میں مخالفت شاذ ہو کر جمہور کے مقابلہ میں کمزور ہے
(ج ۲۳ ص ۲۶۶ جدید)

غلط فہمی

یورپ سے مرعوب یا شراب کی گندگی کی اہمیت میں غلط فہمی کی وجہ
سے بعض لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ جیسے شراب کی ممانعت رفتہ رفتہ آئی تھی
اب یہی رفتہ رفتہ سزا ہونی چاہیے کہ اول بار میں مکے بید۔ دوسری بار میں
چالیس کوڑے تیسری بار میں اسی کوڑے وغیرہ وغیرہ۔ تو یاد رکھنا چاہیے کہ
منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ جتنے احکام سابق یا اس شریعت کے منسوخ
ہو چکے کسی پر عمل درست نہیں اس میں قرآنی حکم کی توہین ہوئی ہے کہ ناسخ کو
بہتر قرار دیا تھا ہم منسوخ کی برابر یا کمتر بنانے لگے۔ ابتدائے اسلام میں
جتنے جتنے احکام نازل ہوتے جاتے فرض ہوتے جاتے تھے جب دین مکمل
ہو گیا تو اب توکل دین پر عمل کرنا ضروری ہو گیا۔ ذرہ برابر کی گناہ ہے نو مسلم
پر پانچوں نمازیں، سب روزے زکوٰۃ حج عقائد سب ایک دم فرض ہوتے
ہیں یہ درست نہیں کہ فلاں حکم پہلے آیا تھا پہلے وہ فرض پھر فصل کے موافق
مدتوں پر دوسرے فرض ہوں۔ ”ادخلو افی السلم کافۃ“
(پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ) کا حکم ہے۔ بچہ کا دودھ چھڑانا ہو تو ایک دم

چھڑانے سے چھوٹتا ہے ورنہ ساری عمر نہ چھوٹے گا اعلان سزا کے بعد لوگ خود چھوڑنے کی تدبیریں سوچ لیں گے۔

جرم کی اہمیت

اب اس پر بھی غور کرنا ہے کہ شراب نوشی کا جرم کیسا عظیم ہے اور اس کیلئے کتنی سخت سزائیں موزوں ہیں اس لیے چند چیزیں پیش ہیں۔

(۱) غیر مستقل اور مستقل وجود والی مخلوقات، جمادات۔ نباتات اور

حیوانات میں انسان سب سے افضل ہے ارشاد ہے ”ولقد کرمنا

بنی آدم“ (ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا ہے) اور فطری بات بھی یہی

ہے کہ ہر مخلوق اشرف ہے کیونکہ کسی ایک مخلوق کی پوری کی پوری قسم اگر دنیا

سے معدوم ہو جائے تو انسان کی کوئی نہ کوئی ضرورت یا نفع معدوم ہو جائے گا

لیکن کل انسان دنیا سے معدوم ہو جائیں تو کسی کا کوئی نقصان نہیں یہ اس کی

دلیل ہے کہ یہ سب انسان کے لئے ہیں اور انسان ان کیلئے نہیں ہے وہ سب

سے اشرف ہے حاکم ہے اور یہ سب محکوم ہیں یا اس کے کام میں لگے ہوئے

ہیں انسان جو تمام جانداروں کی طرح کھاتا پیتا جاگتا سوتا چلتا پھرتا اور سب

کام کرتا ہے اپنی بساط کے موافق ان کی طرح گھر بناتا ہے۔ اپنی اپنی بولیوں

میں سب کی طرح بولتا ہے مگر پھر بھی سب سے اشرف و افضل ہے تو یہ

فضیلت ایک عجیب جوہر کی وجہ سے ہے جس کو عقل کہتے ہیں انسان کے سوا مذکورہ مخلوقات سب اس سے محروم ہیں یہ وہ ہتھیار ہے جو دوسروں کے ہتھیاروں سے بڑھ کر ہے کسی کو ہوا میں اڑ کر، کسی کو سینگ، کسی کو ڈنک سے بچنے کے ہتھیار دیکر بھیجا گیا ہے مگر انسان کو ان میں سے کوئی ہتھیار نہیں دیا گیا صرف یہ جو ہر ایاز بردست ہتھیار دیا ہے کہ جس سے وہ سب سے بچ بھی سکتا ہے بلکہ سب پر حکومت کرتا ہے اور قابو کر لیتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ انسانیت اور عقل ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں اگر عقل ہے تو انسانیت ہے ورنہ اس میں اور دوسرے جانوروں میں کوئی فرق نہیں ہے جیسے کہ آپ خود دیکھتے اور کرتے رہتے ہیں کہ دیوانہ کو پاگل خانہ میں ڈال دیتے اور پٹواتے بندھواتے ہیں جیسے جانوروں کو کرتے ہیں۔ تو اس سرمایہ امتیاز جو ہر یعنی عقل کو زائل کرنے والی چیز کا استعمال انسانیت کی توہین کرنا ہے جو پوری انسانی نوع کا جرم ہے اور خدا تعالیٰ کی اس قدر عظیم الشان نعمت کی جس سے سب پر فوقیت دی گئی تھی بیکدوری ہی نہیں اس کی دشمنی کرنی ہے اور جو نعمت تمام مخلوقات مذکورہ پر فوقیت کی عطا فرمائی گئی تھی اس کی عداوت ہے اور اپنی بھی توہین ہے کہ خود کو اس نعمت سے محروموں میں داخل کرنا ہے یہ اس قدر بڑی نعمت کی دشمنی اور انسانیت کی تو

ہیں انسان کیلئے ناقابل معافی جرم ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز ایسے مایہ شرف کی دشمن ہے وہ خبیث ترین شے ہے۔

(۲) قرآن شریف نے اس کو (رجس) (گندگی) فرمایا ہے اور رجس وہ کام ہے جو بہت گندہ شمار ہو۔ یہ لفظ (رجس) سے بنایا ہے جس کے معنی سخت آواز کے ہیں ”سحاب، رجاس“ اُس بادل کو کہتے ہیں جس میں کڑک کی سخت آواز ہو تو یہ وہ کام ہوگا جو گندگی میں سختی و کرخنگی کے قوی رتبہ کو پہنچا ہوا ہو (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۶۵۶)

(۳) اسکو شیطان کا عمل فرمایا ہے اور شیطان کافر ہے اور کافر حسب حکم ﴿انما المشركون نجس﴾ (ضروری ہے کہ مشرکین نجاست ہیں) ایک نجاست ہے اور شیطان خبیث بھی ہے اور بگم ﴿الخبیثات للخبیثین﴾ (خبیث باتیں خبیثوں کے لیے ہیں) وہ انسان کو خباثت کی طرف لیجاتا ہے تو یہ بھی نجاست ہے اور خباثت کی طرف لیجاتی ہے (کبیر)

(۴) اس سے دنیا کا ایک ضرر تو آپس میں عداوت (۱) پیدا کرنا اس کا خاصہ فرمایا ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شراب پینے والا مجمع کے ساتھ پیتا ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان ساتھیوں سے محبت پیدا ہوگی ان سے

باتیں کرنے سے لطف و کیف حاصل ہوگا مگر یہ غرض مخالف باتوں سے بدل جاتی ہے کیونکہ شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے جب عقل زائل ہو گئی تو قوت شہوت و قوت غیظ و غضب جن کو عقل نے روک رکھا تھا کو آزادی مل جاتی ہے اور ان کا طبیعت پر غلبہ ہو جاتا ہے فوراً ساتھیوں سے جھگڑے شروع ہو گئے اور بعض مرتبہ فحش کلامی مار پیٹ اور قتل تک نوبت آ جاتی ہے۔ یہ ایسی شدید ترین عداوت پیدا کرتی ہے جو کبھی پشت در پشت چلی جاتی ہے (کبیر)

(۵) بغض و کینہ پیدا کرنے کو فرمایا ہے کیونکہ شراب سے عقل میں فتور آیا اور گالیاں مار پیٹ قتل و غارت کا بازار گرم ہوا جب انسان اپنے افعال سے بے خبر ہوگا اور بدلہ لینے میں کامیاب نہ سمجھے گا تو ہمیشہ کو دل میں کینہ پیدا ہوگا جو تمام عمر بلکہ عزیزوں، خاندان والوں کو بھی دوسروں سے کینہ رکھنے کا اور پھر ہمیشہ قتل و غارت کا ذریعہ بنا دے گا۔ (کبیر)

(۶) دینی نقصانات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہونا (۱) فرمایا ہے کیونکہ شراب پینے سے سرور و کیف اور لذت حاصل ہوگی اور نفس انسانی کی فطرت یہ ہے کہ جب لذتوں میں منہمک ہو جاتا ہے تو اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ (کبیر)

(۱) ذکر سے روکنے والی۔

(۷) اور نماز سے بھی غافل بنانے والا فرمایا ہے کیونکہ شراب پینے سے کیف و لذت میں منہمک نفس ایسے مجاہدے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا جو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ (کبیر) اور یہ سب باتیں بالکل مشاہدہ میں ہیں۔

(۸) عقل کو عقل اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اونٹ کی عقل (۱) کی طرح ہے جب انسان کی طبیعت کسی بدی کی طرف جانے لگے روک دیتی ہے اور کبھی اقدام نہیں کرنے دیتی جب تک کہ بالکل مغلوب نہ ہو جائے۔ جب کوئی شراب پی لیتا ہے تو روکنے والی قوت تو مغلوب ہو جاتی ہے اور طبیعت جو بدیوں کی طرف مائل تھی شتر بے مہار (۲) ہو کر دوڑ پڑتی ہے اس لئے ہر بدی کا صادر ہونا آسان ہو جاتا ہے (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۳۲) اس سے تمام گناہ اور بدیاں بے روک ٹوک صادر ہونے لگتی ہیں اسی لئے حضور ﷺ نے اس کو ”أُمُّ الْخَبَائِث“ تمام بدیوں کی ماں فرمایا اور ”جماع الاثم“ (تمام گناہوں کی جامع) فرمایا ہے بلکہ طبرانی کی حدیث سے جامع صغیر میں ہے کہ شراب پینے والا اپنی ماں خالہ پھوپھی سے زنا کر بیٹھتا ہے اس سے اس کے خطرناک ہونے کا اندازہ لگایا جائے۔

(۹) اس جرم کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کا مشغلہ بہت اور اس

(۱) اونٹ کو باندھنے والی رتی (۲) آزاد اونٹ کی طرح بھاگنے لگتی ہے۔

پر ہمیشگی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی طرف رغبت زیادہ اور نفس میں اس کے لئے بڑی قوت محسوس ہوتی ہے بخلاف زنا کے کہ ایک ہی مرتبہ کے بعد اس کام کی رغبت کم ہو جاتی ہے اور جس قدر اس کی کثرت ہوگی اس کی شکستگی اور نفرت بڑھ جاتی ہے اس لئے یہ زنا سے بھی زیادہ خطرناک ہے (کبیر)

(۱۰) جب انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے تو ہر وقت لذات بدنہ میں غرق رہتا ہے آخرت اور اپنے انجام سے منہ پھر لیتا ہے خدا کو بھول جاتا ہے جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ بھی اس کو بھلا دیتے ہیں۔ (کبیر)

(۱۱) حضور اکرم ﷺ سے اس پر حد لگانا تو سب حدیثوں میں نقل ہے۔ ہاتھوں، شاخوں، جوتوں سے مارنے کو کوڑوں سے منسوخ کی مقدار کا اجماع سے اسی ہونا ثابت ہے مگر غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص انتہائی ناپاک چیز پیشاب پی لے تو اس پر یہ سزا نہیں پاخانہ جانوروں کا یا انسان کا ہی کھالے تو اس پر یہ سزا نہیں ہے کیا یہ اس کی صاف دلیل نہیں ہے کہ شراب پینا پیشاب پینے سے بھی زیادہ حرام اور گندہ کام ہے۔ رواج پڑ جانے سے ذہنوں میں اس کی گندگی کم ہو گئی ہے اور پیشاب پینے کا رواج نہ ہونے سے اس کی گندگی ذہنوں پر مسلط ہے ورنہ دونوں کے ناپاک اور حرام ہونے میں فرق نہیں ہے بلکہ سزا یہاں ہے وہاں نہیں ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ پیشاب

پی لینا اس سے ہلکا ہے کہ شراب پی لے۔

(۱۲) ایسے واقعات سننے میں کثرت سے آئے ہوں گے کہ شراب پی کر لوگ زنا میں مبتلا ہو گئے دوسرے کا مال لے گئے یا تباہ و برباد کر دیا، گالیاں دیں اور آبروریزی کر دی، قتل و خون کر دیا، مال لٹا دیا، ملک دے ڈالا وغیرہ وغیرہ تو ایسی چیز جو ان سب کا ذریعہ ہو جہاں ایک کا بھی ذریعہ ہونا خطرناک ہے اتنوں کا ذریعہ ہونا اتنی ہی بار خطرناک ہے۔

(۱۳) عادت پڑ جانے کے بعد آدمی بغیر اس کے بے قرار رہتا ہے اور دل کی ہوک^(۱) بھجانے کیلئے اس کو چوری ڈاکہ سے اس کی قیمت حاصل کرنی لازم بن جاتی ہے یہ شراب ان کا سبب ہو جاتی ہے۔

(۱۴) اس کی وجہ سے رعب جاتا رہتا ہے کیونکہ نشہ میں عقل جاتی رہتی ہے تو انسان باز بچہ اطفال بن جاتا ہے بچے چھیڑتے فقرے کتے اور بعض دفعہ ڈھیلے مارنے لگتے ہیں جب ہوش درست ہو جائیں گے تو کیا ان بچوں یا اس وقت کے دیکھنے والوں کے سامنے کوئی رعب بلکہ شرافت باقی رہ سکے گی (روح المعانی ج ۲ ص ۹۸)

(۱۵) جب انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے سخت بے چین رہنے لگتا ہے۔ ایک منٹ بھی ہوک اٹھنے کے بعد گزارنا مشکل ہوتا ہے

(۱) دل کی تپ۔

اس کی یہ کیفیت چند روز بعد سخت ترین امراض کا سبب بن جاتی ہے جیسے کہ طب کی کتابوں میں ان کی فہرست درج ہے۔ (ایضاً)

(۱۶) حضرت تھانویؒ نے المصالح العقلیہ حصہ سوم ص ۵۶ طبع جدید

پر اس کی قباحت پر ایک جامع تقریر درج کی ہے۔ مع توضیح نقل ہے۔ چونکہ لوگوں کی معاشی اور خانگی تدابیر اور سیاستِ مدن بغیر عقل و تمیز کے مکمل نہیں ہو سکتیں اور شراب خوری کی عادت سے تمام انسانی انتظامات میں ہلچل پڑ جاتی ہے۔ اس سے جنگ و جدال اور ذاتی رنجشیں پیدا ہوتی ہیں اور طبائعِ انسان میں جو بیہودہ خواہشیں ہیں وہ بھی عقلوں کو مغلوب کر لیتی ہیں (کہ زائل ہو ہو کر عقل کمزور اور خوہشات سے مغلوب ہو جاتی ہے) پھر اس کو تمام گندگیوں اور گناہوں کی رغبت ہوتی اور سب تدبیریں ختم ہو جاتی ہیں اگر اس کی روک تھام نہ ہوئی تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے یہ ایسی باتوں کا ذریعہ بنے گی جن سے خداوند کریم ناخوش ہوں گے ان کی طرف خالص توجہ نہ ہوگی تمدن اور خانہ داری کے انتظام درہم برہم ہو جائیں گے لہذا حکمتِ الہیہ کا تقاضا ہوا کہ اس کو پیشاب پاخانہ کی برابر گندہ و ناپاک کر دیا جائے تاکہ اس کی برائی لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آجائے اور لوگوں کے دل خود بخود اس سے ہٹ جائیں اس لئے سخت حرام اور سخت سزا کا حقدار قرار دیا ہے۔

(۱۷) آگے ص ۵۸ پر ہے اور جس گھر اور قوم یا ملک میں شراب ہوگی وہاں مصائب کی کثرت ہوگی یہی وجہ ہے کہ ممالک یورپ میں کثرت شراب نوشی کے باعث مصائب و جرائم کی بھی روز بروز ترقی ہو رہی ہے۔ دور نہ جانیے یورپ میں بلجیم ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کی آبادی ساڑھے تین ملین سے زیادہ نہیں ہے لیکن ایک لاکھ نو ہزار شراب خانے ملک میں موجود ہیں۔ یعنی ہر پینتیس شخصوں کے لئے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں ایک شراب خانہ ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں بلجیم کی آبادی میں فی صدی پچاس کی ترقی ہوئی لیکن شراب خانے فی صد دو سو اٹھاون زیادہ ہوئے۔

اہل بلجیم ایک سال میں پچپن گیلن شراب پیتے ہیں اور مجموعی مقدار دو کروڑ دس لاکھ چالیس ہزار پونڈ شراب میں خرچ کرتے ہیں یعنی روزانہ ستاون ہزار چھ سو پونڈ کی شراب خرچ ہوتی ہے فی کس $3\frac{1}{3}$ پونڈ اور فی خاندان پندرہ پونڈ سالانہ کا حساب بالا وسط ہے۔ اس شراب خوری اور فضول خرچی کا نتیجہ یہ ہے کہ جرائم کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہے۔ بڑی مقدار میں خودکشی ہو رہی ہے اور بہت سے لوگ جیلوں میں، پاگل خانوں اور فقر و فاقہ میں رہتے ہیں اسلام نے شراب کو حرام کر کے نوع انسانی پر غیر معمولی

احسان کیا ہے۔

(۱۸) انسان میں فرشتوں کی قوت بھی ہے اور بہائم کی بھی اس کا کمال بھی قوت کو کمزور کرنا اور فرشتہ والی قوت کو بڑھانا تھا مگر شراب شہوانی اور بھی قوت کو بڑھاتی ہے جس سے انسان دو جہان میں ذلیل ہوتا ہے اور تباہی و بربادی و عذاب سہتا ہے۔

(۱۹) جو چیز شہوانی و بھی قوت کو بڑھا کر انسان کو جانوروں سے بدتر کرے اس کی اجازت دینا تو بدیوں اور بد کرداریوں کا پھیلانا اور معاشرہ کو گندہ کرنا ہے۔

(۲۰) جو قوم جو مذہب جو سوسائٹی نشہ کی اجازت دے تو کیا وہ مذہب اور قوم یا سوسائٹی کہلانے کی حقدار ہوگی اسی لئے کسی نبی سے بھی اس کا پینا ثابت نہیں ہے۔ (روح المعانی) (۱)

سزا کی موزونیت

اب اس پر بھی غور کیجئے کہ اتنی کوڑے جو اس جرم کی سزا وارد ہوئی ہے کس قدر اس جرم کے مناسب ہے اس کے لئے چند امور عرض ہیں

(۱) عینی شرح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے دریافت

(۱) حضرت مفتی صاحبؒ ہی کا شراب کے بارے میں ایک شعر ہے۔

اک قطرہ مے کو بھی ہلکا نہ سمجھنا عالم اسلام پہ ڈاکہ ہے ایمان کی چوری ہے

کیا کہ شراب پینے والے کے بارہ میں آپ لوگ کیا مناسب سمجھتے ہیں حضرت علیؓ نے کہا کہ جب شراب پئے گا نشہ والا ہو جائے گا اور جب نشہ والا ہو گا ہڈیاں کرے گا (واہی تباہی بکے گا) اور جب ہڈیاں کرے گا تہمت لگائے گا۔ اور زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا اس کوڑے ہیں (ج ۲۳ ص ۲۶۶ جدید) گو بعض اور صحابہؓ نے بھی سب حدوں میں سے کم کی رائے بھی دی تھی مگر یہ حد اسی کوڑے یوں مناسب ہیں کہ تہمت کی سزا ہے اور نشہ و تہمت کا ذریعہ شاہ ولی اللہ یہ فرماتے ہیں اسمیں گمان غالب تہمت کا ہوتا ہے۔ اور گمان معتبر ہے۔

(۲) اس کی سزا کو زنا و قتل اور چوری ڈاکہ سے ہلکی مقرر فرمایا ہے کیونکہ اور جرموں میں دوسرے تک اثر پہنچانے والا جرم اسی وقت ہوتا ہے کہ چوری کر لی ڈاکہ ڈال لیا یا زنا کر لیا اور یہاں اس وقت تک کوئی فعل ایسا نہیں ہو رہا ہے مگر یہ سب ایسے گناہوں کا ضرور ہے۔ اس لئے اسکی سزا سب سزاؤں میں سے کم قسم کی سزا رکھی گئی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۳)

(۳) شراب پینے سے جو سرور کیف و لذت ہوتی ہے اور خواہشات میں ہیجان کا عالم پیدا ہوتا ہے اس کا اثر سر سے لیکر پیر تک ہر ہر عضو میں گھومتا رہتا ہے اس کے لئے ایسی ہی سزا کی ضرورت ہے جو تمام اعضاء پر اثر انداز

ہو سکے اسکے لئے کوڑوں کی ہی سزا نہایت موزوں سزا ہے۔

(۴) انگور کی شراب کا ایک قطرہ پینے سے بھی اتنی کوڑے کی حد ہے اور پیشاب کئی سیر پینے یا گندگی کئی سیر کھا جانے سے یہ حد نہیں ہوتی تو وجہ حضرت تھانویؒ نے بیان فرمائی ہے کہ پیشاب پینے اور گندگی کھانے سے اللہ تعالیٰ نے فطری طریقہ سے انسانی طبیعت میں نفرت پیدا کر رکھی ہے جو ایسے اقدامات سے اس کو روک دیتی ہے اس لیے ان میں حد کی ضرورت نہیں اور شراب پینے کیلئے عام رواج پڑ جانے سے طبیعتوں میں بجائے نفرت کے خواہش پیدا ہو جاتی ہے ان کے لئے سخت سزا مقرر کرنے کی ضرورت ہے تا کہ تھوڑی سی بھی نہ پی سکیں ورنہ تھوڑی تھوڑی بہت کا ذریعہ بن جاتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ شراب پینے سے جو فسادات و نقصانات ذاتی اور دوسروں کے ہوتے ہیں وہ پیشاب پینے سے اور گندگی کھانے کے ذاتی نقصان سے کئی گونا گونا گوند ہوتے ہیں اسلئے شراب میں حد جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی تیسری بات یہ کہ پیشاب اور گندگی کھانے پینے کی مضرت خود اسی شخص تک محدود رہتی ہے دوسروں تک اس کا اثر نہیں پہنچتا اور شراب میں دوسروں تک بھی اثر پہنچتا ہے اور پھر وہ ضرر (۱) بھی عقل کے باقی ہونے سے اتنا سخت نہیں ہے سکتا جتنا سخت شراب پینے میں عقل کے زائل ہونے

سے ہوتا ہے اس لئے شراب میں حد ہے اور ان میں نہیں ہے (المصالح
العقلیہ ج ۳ ص ۷۵ جدید مع توضیح)

جرم کا ثبوت

(۵) حد جاری کرنے کے لئے جو شرطیں ہیں ان کی مصلحتیں ان
کے ساتھ ساتھ اوپر بیان ہو چکی ہیں ہاں ثبوت کیلئے آیت 'فاستشهدوا'
شہیدین من رجالکم' (اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ
بنالو) آگے آیت میں دو مرد نہ ہونے پر ایک مرد، دو عورتوں کا بیان بھی ہے
مگر حدود میں عورت کی گواہی معتبر نہیں ہوتی۔ کیونکہ حد زنا کے قریب حدیث
شریف نقل ہو چکی ہے کہ حدوں سے شبہ ہونے پر درگزر کر دو اور قرآن مجید
میں خود عورت کی گواہی کو شبہ قرار دیا گیا ہے کہ ایک بھول جائے تو دوسری یاد
دلا دے۔ اسی لیے دو عورتوں ایک مرد کے قائم مقام فرمایا گیا تھا۔ مگر شبہ
در اصل دور کا ہی سہی اب بھی قائم ہے اس لیے حد میں عورت کی گواہی معتبر نہ
ہوگی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج ص ۱۹۶ پر امام زہری کا قول نقل کیا
ہے کہ حضور اکرمؐ کے بیان سے اور دونوں خلیفہ کے بیان سے یہ سنت قائم
ہے کہ حدوں میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔ (اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۳۶) لہذا
جب تک دو معتبر مرد چشم دید گواہی نہ دے دیں کہ بلا جبر و اکراہ بلا حالت

اضطراب اور عقل و ہوش میں انگوری شراب پیتے دیکھا یا فلاں شراب پیتے پھر نشہ میں دیکھا ہے حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ باقی شکلوں میں شبہ رہے گا اور پکڑنے کے وقت شراب کی بوموجود ہونا بھی شرط ہے تاکہ ان کے بیان میں شبہ نہ رہے۔

اور اگر دو چشم دید گواہ نہ ہوں اقرار ہو صرف شراب کی بومعلوم ہوتی یا نشہ ہو یا اس کو شراب کی قے آگئی ہو تو اسی حدیث کی وجہ سے حد جاری نہ ہوگی کہ شبہ باقی ہے کہ شاید کسی حلال چیز سے نشہ ہو گیا ہو یا کسی اور چیز کی بوموجود ہو کیونکہ سفر جل وغیرہ کی بوموجودی اس کے مشابہ ہوتی ہے اور یہ احتمال ہے کہ اس کو کسی نے قتل کی دھمکی دے کر پلا دی ہو یا گلے میں لقمہ پھنس جانے پر پانی وغیرہ کوئی شے نہ ہونے کے وقت شراب کا گھونٹ لیا ہو یا عرصہ سے کوئی کھانے پینے کی چیز دستیاب نہ ہونے سے موت کے قریب پہنچ گیا اور جان بچانے کے لیے کچھ پی ہو تو ان شبہات کی وجہ سے حد جاری نہ ہوگی (واللہ اعلم)

ان حدوں کی جاری کرنے کیلئے کچھ قواعد بھی ہیں جو قرآن وحدیث کے رائج وقوی دلائل سے ترجیح دیکر فقہ میں درج ہیں جاری کرنے کے وقت ان کے موافق کرنا ضروری ہے اس وقت دیکھ لیے جائیں یا طلب کر لیے جائیں اختصار کے لیے نہ ان کو درج کیا ہے نہ سیر حاصل دلائل کو درج کیا ہے اس وقت صرف حدوں کو ذکر کیا گیا ہے جو مقرر ہیں اور صرف حق

اللہ یا غالب حق اللہ ہیں اور بعض کثیر الوقوع جرائم اور سزاؤں کو بھی اس وقت ملتی کیا گیا ہے۔ مثلاً قتل کے اقسام پر قصاص اور دیتیں بغاوت ارتداد وغیرہ وغیرہ ممکن ہے کسی وقت ان کو بھی پیش کیا جاسکے۔

مولانا مفتی محمود صاحب^(۱) نے بڑا مومنانہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ اپنے صوبہ کی مملکت میں شراب کا داخلہ بند کر دیا۔

”اِس کار از تو آید و مرداں چنیں کنند“^(۲)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائیں اور دوسرے صوبوں کو بھی اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔ امید ہے کہ دوسری سزائیں بھی سب صوبے اپنے یہاں جاری کر دیں گے تاکہ ملک و معاشرہ واقعی پاک و پاکستان بن جائے۔ اور وہ امن و امان نصیب ہو جو غیر مسلموں کو خواب میں بھی نظر نہیں آ سکتا اور یہ ملک بھی سعودی عرب کی طرح امن و امان میں بے مثل ثابت ہو اور خطرات سے بھی مامون ہو سکے (آمین ثم آمین)

﴿رَبَّنَا ثَبِّثْ لَنَا ذِلَّةَ الْإِسْلَامِ وَارْزُقْنَا الْعِلْمَ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾

(۱) مولانا مفتی محمود صاحب صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے تھے تو انہوں نے شراب پر پابندی لگائی تھی
(۲) جو کام تم نے کیا ہے مرداں کیسے ہی کام کیا کرتے ہیں۔



﴿ کیا سنگساری اسلامی سزا ہے؟ ﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلے میں کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ زانی پر سنگساری کی سزا اسلامی نہیں ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے۔ امید ہے کہ آپ قرآن، حدیث، اجماع و قیاس شرعی سے جواب کو مزین فرمائیں گے۔ شکریہ
پروفیسر ناصر اقبال۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

الجواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رجم حد شرعی ہے

رجم، یعنی شادی شدہ زانی کو شرعی ثبوت کے بعد پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ایک خدائی حد ہے۔ اس کا انکار کرنا یا اس کو تعزیر یعنی حاکم وقت کی خود کی تجویز قرار دینا ہی خود ایک غیر اسلامی کام ہے۔ شادی شدہ زنا کار کو بعد ثبوت شرعی رجم کرنا قرآن مجید، احادیث متواترہ، اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت اور قیاس شرعی سے ثابت ہے، خطرہ ہے کہ ایسا کہنے والے اسلام سے

ہی خارج نہ ہو جائیں (۱) جس طرح بھی جس سے ہو سکے ان سے توبہ (۲) کرا لے۔

قرآن مجید

۱:- ”الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة“ (زنا کرنے والی اور زنا کرنے والا ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ) اس آیت شریفہ میں یہ مذکور نہیں کہ یہ شادی شدہ کی سزا ہے یا غیر شادی شدہ کی یا دونوں کی، یہ عام ہے خاص، اس کی تشریح کے لئے ہم کو تشریح نبویؐ کی ہی ضرورت ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور سب دین و دنیا کے احکام کلی قرآن مجید میں ہیں اور تفصیلات کی تشریح کے لئے تشریحات نبویؐ ہی کی ضرورت ہے۔ ان کے مقابل کسی کی کوئی تشریح معتبر نہیں ہو سکتی ایسے ہی یہاں ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات یعنی احادیث پاک سے جو آگے درج ہیں معلوم ہو گیا کہ صرف (۲) غیر شادی شدہ کی سزا بیان فرمائی گئی ہے، شادی شدہ کی سزا بیان نہیں فرمائی۔ یہ بڑا ہی کرم اور شفقت ہے کیونکہ غیر

(۱) اس لئے کہ حدیث متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے (۲) تفصیل کے لئے دیکھئے ”فرضیت رحم“ مفتی صاحب کی ایک مستقل تصنیف ہے کتب خانہ جمیلی عمران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور سے ملتی ہے (۳) اس آیت میں صرف غیر شادی شدہ کی سزا بیان کی گئی ہے۔

شادی شدہ کو بظاہر کچھ نہ کچھ مجبوری سی بھی ہو سکتی ہے پھر بھی وہ اس سزا کا مستحق (۱) ہے۔ اور شادی شدہ کو کوئی مجبوری نہیں ہو سکتی وہ سخت مجرم بنتا ہے، مگر مسلمان سے یہ صورت بعید (۲) تھی، ہمارا عیب مشہور نہیں کیا مستور (۳) کر کے تشریحات (۴) میں بیان کر دیا۔ صرف اتنا اشارہ یہاں ہوا کہ کچھ مجبوری (۵) پر بھی یہ سزا ہے تو بغیر مجبوری کے تو سخت ترین سزا کا حقدار ہوگا۔

۲:- ”ما آتاکم الرسول فخذوه وما نہکم عنہ فانتہوا“ (جو تم کو رسولؐ دیں لے لو! جس سے روکیں رک جاؤ!) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر عمل اور ہر ممانعت سے بچنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو گیا۔ (۶) جب احادیث متواترہ (۷) سے رجم اسلامی سزا قرار پائی تو اس حکم الہی سے رجم بھی ایک خدائی حد بن کر فرض ہو گئی۔ اب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر امر و نہی کی مخالفت کریگا وہ اس خدائی حکم کی مخالفت ہوگی۔

۳:- ”ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ“ (جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی) اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نہیں کریگا اس نے اللہ

(۱) تو شادی شدہ کو تو اس سے بڑی سزا کا مستحق ہونا چاہیے (۲) کہ اس کے پاس حلال بیوی ہو اس کو چھوڑ کر غیر کے پاس جائے (۳) بچھا کر (۴) احادیث میں (۵) یعنی غیر شادی شدہ ہونے پر (۶) اس آیت کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم دیں خواہ وہ قرآن میں نہ ہو اس کا اتباع فرض ہے (۷) حدیث متواترہ ہے جس کو نقل کرنے والے اتنے کثیر ہوں جن کو عقل جھوٹا نہ تسلیم کرے اس کا انکار کفر ہے جیسے قرآن کی آیت کا انکار۔

تعالیٰ کی فرمانبرداری بھی نہیں کی۔ اس لئے رجم (سنگساری) کو اسلامی حد نہ قرار دینا بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے نکلنا ہوگا۔

۴:- جب بہت حدیثوں (۱) میں رجم کرنے کو کتاب اللہ کا حکم قرار دیا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ آیت ”الشیخ والشیخۃ اذا زنیَا فارجمواهما نکالا من اللہ“ (بڑی عمر والا اور بڑی عمر والی جب زنا کریں تو اللہ کے عذاب کے طور پر ان کو رجم کرو، یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرو) اس کے صرف لفظ منسوخ ہوئے ہیں اور حکم باقی ہے۔ لہذا یہ حد شرعی ہے ”تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۲۳“ پر ہے کہ صحیح ابن حبان (حدیث کی کتاب) میں ہے کہ یہ آیت سورہ احزاب میں تھی۔

حدیث شریف سے ثبوتِ رجم

۱:- حضرت عمرؓ نے جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر تشریف رکھتے تھے خطبہ دیا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی۔ جو کچھ کتاب اللہ میں آپؐ پر نازل ہوا اس میں آیت رجم بھی تھی جس کو ہم نے پڑھا، یاد کیا، اور سمجھا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ زمانہ گزرنے پر کوئی یوں نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم کتاب (۱) جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

اللہ میں نہیں پاتے۔ تو وہ ایک دینی فریضہ چھوڑ دینے سے گمراہ ہو جائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اور سمجھ لو کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق ہے اس شخص پر جو مردوں اور عورتوں میں سے محسن یعنی شادی شدہ ہو، جبکہ اس کے زنا پر شرعی شہادت قائم ہو جائے یا حمل (کنواری کا) یا اعتراف پایا جائے (مسلم ج ۲ ص ۶۵) (بخاری ج ۲ ص ۲۰۰) اور نسائی میں اسی روایت کے بعض الفاظ یہ ہیں ”زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم کرنے پر مجبور ہیں، کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ خوب سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہے تو میں قرآن مجید کے کسی حاشیہ میں اس کو لکھ دیتا اور عمر بن الخطاب گواہ ہے، عبدالرحمن بن عوف گواہ ہیں اور فلاں فلاں صحابی گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے رجم کیا“ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ کوئی قوم اسے کتاب اللہ میں نہ پائے تو اس کی وجہ سے کافر (۱) نہ ہو جائے۔“

تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۲۳ پر ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ خطبہ صحابہؓ کی موجودگی میں تھا۔ ان میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا۔ یعنی حضرت

(۱) یعنی اس سزا کا انکار کر کے۔

عمرؓ کے اس تمام بیان کو تمام صحابہؓ نے تسلیم کیا (۱)۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے تین کے۔ ایک جان کے بدلے جان، دوسرا شادی شدہ زانی (۲)، تیسرا مرتد (۳)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو، ایک عورت غامدہ یہ اور ایک عورت جہینہ کو رجم فرمایا اور یہ واقعات بہت بہت سندوں سے حدیثوں میں آئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رجم کرنا معنوی متواتر حدیثوں سے ثابت علمائے فقہ نے بیان کیا۔ اور تمام خلفائے راشدین کا عمل رہا ہے جو حد متواتر کو پہنچ گیا ہے۔ (مظہری)

رجم کے حد ہونے پر اجماع امت

روح المعانی ج ۱ ص ۷۰ پر ہے۔ اس بات پر تمام صحابہؓ، اسلاف علمائے امت اور تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ محسن (شادی شدہ) زانی اور زانیہ کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۳۳ پر بھی تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق رجم کے سزائے شرعی اور اس کے حد ہونے پر درج ہے۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ بر حاشیہ میزان ج ۲ ص ۱۳۹ پر ہے کہ تمام

(۱) جس سے صحابہ کا اجماع بھی ثابت ہوا (۲) بطور سزا پتھر مار مار کر ہلاک کیا جائے (۳) کہ ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے۔

ائمہ کا اتفاق ہے اس پر کہ زنا گناہ عظیم ہے۔ یہ حد واجب کرتا ہے اور شادی شدہ کی حد رجم ہے۔ تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۲۲: جبکہ زانی اور زانیہ شادی شدہ ہوں دونوں کو رجم کیا جائے گا۔ اور تمام صحابہؓ اور بعد کے تمام علمائے خیر کا اس پر اجماع ہے۔

رجم کے حد شرعی ہونے پر قیاس شرعی

شرعی قیاس جو کسی بات کے دینی ہونے کی ایک دلیل ہوتی ہے صرف عقلی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن یا حدیث کے حکم کی علت جہاں جہاں پائی جائے گی ان سب کو اسی قرآن یا حدیث کے حکم کے تحت داخل کرنا شرعی قیاس ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا مفہوم عقلی بات قرار دے کر غلطی میں پڑنا قبول کیا ہے۔ یہاں ایسی دلیل بھی موجود ہے۔ اس سے کوڑوں اور رجم کے اسلامی سزا ہونے کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ چوری کی سزا داہنا ہاتھ کاٹنے کی علت جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ چوری کے جرم میں داہنا ہاتھ ہی اصل مدار ہوتا ہے، اسی سے کام لیا جاتا ہے تو علت سزا کی وہ چیز ہوئی جس کو اس جرم میں دخل ہو، زنا میں سر سے پیر تک ہر ہر عضو لطف اندوزی کر کے دخیل ہوتا ہے اس لئے ہر ہر عضو پر سزا وارد ہونی چاہئے۔ غیر شادی شدہ کے جرم میں کچھ مجبوری سی (۱) ہونے سے ہلکا سن ہے تو اس کی سزا یہی دوسری سزا ہے

(۱) کہ اس کے پاس حلال محل شہوت کا پورا کرنے کا موجود نہیں۔

ہلکی، مگر سارے بدن کے ہر ہر عضو پر سو کوڑے کی ضرب ہے۔ اور شادی شدہ میں جرم کا ہلکا پن نہیں^(۱) ہے اس میں ہر ہر عضو کو تلف کرنا اور سختی سے تلف کرنا سزا ہوگی یہی پتھر مار مار کر ہلاک ہونے سے ادا ہوگی۔

دلیل فقط ایک بھی کافی ہے دو چار اور پھر چاروں قسم کی دلیلوں کی ضرورت نہیں۔ ایک سے بھی حکم ثابت اور تعمیل لازمی ہوتی ہے۔ مگر یہاں متعدد چاروں قسم کی دلیلیں موجود ہیں۔ اب بھی کوئی کسی قسم کی رٹ لگائے تو خود ہی سمجھ لیجئے اسے کیا کہنا چاہئے؟

حد میں نرمی گناہ ہے

ممکن ہے کوئی صاحب محض اس لئے اس سے انکار کرتے ہوں کہ مخلوق خدا پر رحم ہو، مگر اول تو سزا میں رحم کرنا جرم کو پرورش کرنا ہے۔ آیت مذکورہ کے بعد ہے ”ولا تأخذکم بہما رأفة فی دین اللہ“ (اور تم کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا بھی رحم نہ آئے) دوسرے تفسیر احمدی ص ۳۵۸ پر ہے کہ حدیث میں ہے، قیامت میں ایک حاکم پیش ہوگا جس نے حد میں ایک کوڑا کم کر دیا تھا اس پر سوال ہوگا تو عرض کرے گا۔ آپ کے بندوں پر رحم کرنے کیلئے۔ ارشاد ہوگا کیا تم اس پر مجھ سے زیادہ رحم کرنے والے ہو؟ اور اس کے لئے دوزخ کا حکم فرما دیا جائے گا۔ پھر ایک

اور حاکم پیش ہوگا جس نے حد میں ایک کوڑا زائد کر دیا تھا۔ اس پر سوال ہوگا تو عرض کرے گا اس لئے کہ وہ آپ کی نافرمانیوں سے رُک جائے۔ ارشاد ہوگا کیا تم میرے بندوں کی مصلحتیں مجھ سے زیادہ جانتے ہو؟ اس کو بھی دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ متعدد کتابوں میں یہ حدیث بھی موجود ہے ایک عورت نے چوری کی تھی اس پر صحابہؓ نے سفارش کا قصد کیا اور اسامہ بن زیدؓ کو جن سے حضورؐ کو بہت محبت تھی سفارش کے لئے بھیجا۔ حضور ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟ خدا کی قسم محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ بھی اگر چوری کرے گی (العیاذ باللہ) میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔ امید ہے کہ یہ لوگ اس پر بھی غور کریں گے۔

جمیل احمد تھانوی

مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

مشیر فقہ و فاتی شرعی حکومت پاکستان



﴿عورت کی نصف دیت﴾

بسم الله الرحمن الرحيم

تمہید

ملک میں بے دینی کے ماحول نے مسلمانوں کی اکثریت کو دین و دیانت سے عاری کر دیا ہے اور اسلام سے قطعاً ناواقف بلکہ دشمن یا دوست نما دشمن بنا ڈالا ہے، جس کا اثر یہ ہوا کہ ہر خلاف اسلام بات کو یہ لوگ سراہنے لگے اور سب اسی کا اثر لینے لگے۔ و باجب پھیلتی ہے تو تندرست بھی پورے تندرست نہیں رہتے سوائے شاذ و نادر کے اسی سے ایسے لوگوں نے بھی کچھ اثر لے لیا جو کچھ دینی ذہن رکھتے تھے بلکہ اکثریت اب اسی میں ڈوب گئی۔

نشر و اشاعت کے ذرائع جو بھلائی شائع کرنے کے ذمہ دار تھے اب برائیوں کی اشاعت کے ٹھیکیدار ہو رہے ہیں، جس دل و دماغ میں لازمہ بیت دین سے بے تعلقی اور تمام دینیات میں شکوک و شبہات پیدا کئے ہوئے ذخیرے موجود ہو گئے ہوں گے وہ قرآن و حدیث میں ہیر پھیر کر کے اس پر منطبق کر کے گویا اسلام کا کام انجام دے رہے ہیں اسی لئے ان کی اکثریت علماء دین سے بھی مطالبہ کرتی ہے کہ حالات حاضرہ کے مسائل حل

کرنے والا اسلام پیش کرو، یعنی وہ اسلام جو ان تمام غلط باتوں اور حرام کاموں کو عین اسلام ثابت کر دے حالانکہ یہ حرکت خدا اور رسول پر تہمت لگا کر خود کو اور سب کو جہنم کا ایندھن بنانا ہے، آج کل الیکشن کے رسیا لوگوں نے عورتوں کے ووٹ حاصل کرنے کیلئے اپنا دین اور ایمان تک قربان کر ڈالا، عورت کو مرد کے برابر کرنے کا لالچ دے کر اپنے لئے ووٹ ریز رو کر دوانے کی فکر کی ہے خواہ، اپنا اور ان کا ایمان سلامت رہے یا نہ رہے۔

مبادا دلی آں فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

الیکشن جیتنے کیلئے خوشامد میں عورتوں کو مردوں کے برابر درجہ دینے کا اصول اپنا لیا گیا ہے اور جدید تعلیم یافتہ بے دین لوگوں کے اشتراک کی اصول (زر، زن، زمین مشترک ہے کسی ایک کو قبضہ کا حق نہیں) کی ایک قسم میں اس طرح بہکا بہکا کر لوگوں کو مبتلا کر دیا ہے، جو سب کا سب اسلام کے بالکل خلاف اور دین و دیانت سے قطعاعاری ہے، حکومت پاکستان نے جب سے قصاص و دیت کا قانون پاس کیا ہے اس کے بعد سے اخبارات و رسائل میں آئے دن اس قسم کے مضامین شائع ہو رہے ہیں حالانکہ یہ مسئلہ خالص علمی اور مسلمہ^(۱) مسئلہ ہے اسکو اخبارات و رسائل میں ہرگز موضوع بحث نہیں بنانا چاہیے اس سے جہاں مسئلہ کی اہمیت اور وقعت گھٹ جاتی ہے وہاں پر ہر کس

و ناکس اس پر رائے زنی کرنا اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا شروع کر دیتا ہے اس طرح ایک متفقہ اور اجماعی مسئلہ کو نزاعی^(۱) مسئلہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے تاکہ صحیح طریقہ سے لوگوں کے سامنے دین و شریعت کی بات پیش نہ ہو سکے۔

گذشتہ دنوں لاہور کے ایک اخبار میں جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب کا ایک مضمون عورت کی دیت کے سلسلہ میں شائع ہوا کہ جس میں انہوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عورت اور مرد کی دیت میں کوئی فرق نہیں دونوں کی دیت برابر ہے بلکہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ حضور اکرمؐ اور اقوال صحابہؓ میں سے کوئی روایت صحیح سند کے ساتھ عورت کی نصف دیت کے حق میں ثابت نہیں، اگر ایک صحیح حدیث بھی مل جائے تو میں اپنے موقف سے دستبردار ہونے کو تیار ہوں۔

پیش نظر مضمون اسی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے تحریر کیا گیا ہے تاکہ لوگ گمراہ ہونے سے محفوظ رہیں زیر نظر مضمون میں اول قرآن پاک کی آیات سے عورت و مرد کے درمیان فرق مراتب کو ثابت کیا گیا ہے پھر صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؓ کے اجماع سے، پھر قیاس شرعی سے، پھر دلیل عقلی سے، اور اس کے بعد احادیث شیعہ سے عورت کی نصف دیت کو ثابت کیا گیا ہے اب اس کے بعد بھی اگر کوئی صاحب یہ فرماویں کہ کسی صحیح حدیث سے اس کا

(۱) اختلافی۔

ثبوت نہیں تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

قرآن شریف سے عورت کی نصف دیت کا اثبات

مردوں کا درجہ عورتوں سے بلند ہے

دلیل نمبر ۱: وللرجال علیہن درجۃ (سیقول

ع ۱۲) مردوں کا عورتوں کے اوپر بہت بڑا درجہ ہے، تنوین تعظیم کے لئے ہے جس سے بڑا درجہ ہونا ثابت ہے، مفردات القرآن میں امام راغب نے رفیع منزلة^(۱) بتایا ہے۔ اس درجہ میں بہت تفصیلات ہیں۔ فراء بغوی نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں سے نقل کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر میں کسی کو حکم دیتا کسی کو سجدہ کرنے کا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کیا کرے آخر تک (تفسیر الخازن ج ۱ ص ۱۹۱)۔ اور کتابوں میں بھی یہ حدیث اپنی اپنی سندوں سے آئی ہے۔

عورت کا مرتبہ اور عزت مرد کے برابر کرنے والے قرآن وحدیث سے بے خبر ہیں اور دیت کی کمی بیشی کا مدار عزت کی کمی بیشی پر ہے جیسے انگلی، ہاتھ، آنکھ، ناک ہر ایک کی دیت انکی عزت وعظمت کے مطابق الگ الگ ہے جب مرد وعورت میں اس قدر فرق ہے تو دیت میں فرق لازم ہے۔

(۱) بلند مرتبہ والا۔

عورت اور مرد میں فرق

عورت اور مرد میں شرعا بہت سے امور میں فرق ہے جو سب کے سب قرآن وحدیث سے ثابت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

- (۱) عقل کی کمی بیشی (۲) دیت (۳) میراث والدین (۴) بادشاہ ہو سکتا (۵) قاضی ہو سکتا (۶) گواہ میں دو عورت ایک مرد کا ہونا (۷) مرد کا گواہ بننا حدود وقصاص میں عورت نہیں بن سکتی (۸) مرد عورت پر دوسری بیوی لا سکتا ہے عورت دوسرا شوہر نہیں لا سکتی بلکہ مرد تو تیسری، چوتھی بھی کر سکتا ہے (۹) مرد متعدد شرعی باندیوں سے صحبت کر سکتا ہے عورت کیلئے ماسوا شوہر کے کسی سے جائز نہیں (۱۰) میراث میں بھائی کا دو گنا، عورت کا ایک حصہ (۱۱) شوہر کا بیوی کی میراث میں حصہ زیادہ ہونا بیوی کا حصہ شوہر کی میراث میں کم ہونا (۱۲) مرد کو طلاق دینے اور نظہار وایلاء کا حق ہونا، عورت کو بالکل نہ ہونا اور اسکے انکار سے کچھ نہ ہونا (۱۳) مرد ایک دو طلاق رجعی کے بعد رجوع کر سکتا ہے عورت کو رجوع کا حق نہیں (۱۴) رجعت کا حق مرد کو رہیگا۔ چاہے عورت انکار ہی کرے، عورت روک بھی نہیں سکتی (۱۵) مال غنیمت میں مرد کا حصہ عورت سے زیادہ ہے (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۷۱) (۱۶) مردوں کا عورتوں کیلئے نگران و حاکم ہونا (تفسیر ابوالسعود بر حاشیہ کبیری)

(۱۷) شوہر کی اطاعت عورت پر واجب ہے مرد پر بیوی کی نہیں
 (۱۸) مردوں کا عورتوں کو مہر دینا (۱۹) عورت مرد کو زنا کی تہمت لگائے تو حد
 قذف ہے اور مرد لگائے تو لعان ہے (ابن جریر ج ۲ ص ۲۷۵) (۲۰) جہاد
 مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں۔ (۲۱) جمعہ مردوں پر فرض ہے عورتوں پر
 نہیں (۲۲) جماعت مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں (۲۳) پردہ عورتوں
 پر فرض ہے مردوں پر نہیں (۲۴) مرد و عورت کی قوت و طاقت میں فرق ہے
 (۲۵) تیر اندازی کی مشق مردوں پر واجب ہے عورتوں پر نہیں (۲۶) کمال
 صوم^(۱) (۲۷) اور کمال میں حیض و نفاس سے فرق^(۲) ہے (۲۸) نبی مرد ہو سکتا
 ہے عورت نہیں ہو سکتی (۲۹) اذان مرد کی جائز ہے عورت کی ناجائز ہے
 (۳۰) خطبہ مرد دے سکتا ہے عورت نہیں (۳۱) میراث کیلئے عصبہ ہونا
 (۳۲) اولاد کیلئے نسب مرد سے ہوتا ہے نہ کہ عورت سے (مدارک)
 (۳۳) نکاح کا ولی ہونا (۳۴) ادائے دیت مرد کے ذمہ ہے عورت کے
 ذمہ نہیں (۳۵) علم کثیر اور عمل شاق^(۳) (۳۶) نکاح اہل کتاب سے کرنا مرد

(۱) مطلب یہ ہے کہ مرد تو پورے رمضان روزے رکھتا ہے اور عورت کبھی کبھی حیض کی وجہ سے رمضان کے بعض
 ایام میں روزے نہیں رکھ سکتی اس لئے مرد کو صوم کا درجہ کمال حاصل ہے (۲) حیض کی مدت کم از کم تین دن زائد دس
 دن جبکہ نفاس کی مدت کم کی کوئی حد نہیں زائد چالیس روز اس لئے اس کی وجہ سے عورتوں عورتوں میں بھی کمال میں
 فرق ہوگا (۳) مرد کے لئے بعض علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے عورت پر نہیں ایسے ہی بعض اعمال شاقہ سے عورت
 مستثنیٰ ہے جیسے جماعت، جمعہ عیدین اور جہاد وغیرہ۔

کیلئے جائز ہے عورت کیلئے نہیں (۳۷) پختہ مزاجی مرد میں ہے عورت میں نہیں (۳۸) شوافع کے یہاں بغیر مرد کی گواہی کے نکاح نہ ہونا (۳۹) اسلحہ جہاد کی مشق وغیرہ وغیرہ۔

مساوات کے مدعی اپنی ناواقفی سے ان سب باتوں کے منکر قرار پائینگے جن میں قطعی الثبوت اور قطعی المفہوم^(۱) کا انکار کفر ہوگا جس سے انکا اسلام ہی ختم ہو جائیگا، عورتوں کو مسلمان رہنا ہے تو دھوکہ میں نہ آئیں۔

مردوں کی عورتوں پر فضیلت اور ابطال مساوات

دلیل نمبر ۲: ”الرجال قوامون على النساء بما فضل الله بعضهم على بعض“^(۲) (مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) چنانچہ بخاری و مسلم کی حدیث ہے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ تم سب کے سب حاکم ہو اور محکموں کے بارے میں باز پرس کئے جاؤ گے امام (سربراہ) جو سب لوگوں پر حاکم ہے اس سے پرسش^(۳) کی جائے گی اسکے

(۱) جو دلیل قطعی یعنی قرآن کی آیت یا حدیث متواتر سے ثابت ہو اور مفہوم بھی اس کا قطعی ہو (۲) النساء ۳۵

(۳) پوچھ گچھ۔

محکوموں کے بارے میں اور مرد حاکم ہے اپنے گھروالوں پر اس سے پرش کی جائیگی ان کے بارے میں اور عورت حاکم ہے شوہر کے گھر اور اولاد پر اس سے ان سب کے بارے میں پرش کی جائیگی اور غلام آقا کے مال پر حاکم ہے اس سے اس کیلئے پرش ہوگی سن لو! تم سب حاکم ہو سب سے ان کے محکوموں کے بارے میں پرش کی جائیگی (مٹکھوۃ ص ۲۷۰)۔

عورت محکوم ہے اور مرد حاکم، اور حاکم کی محکوم پر فضیلت سب جانتے ہیں اس لئے مساوات کے مدعی اس عام ترین فضیلت سے بھی ناواقف ہیں یہ مساوات مساوات کا وظیفہ فضیلت کا انکار ہے اور فضیلت بھی جیسے نمبر ۱^۱ میں ہے غرض چالیس سے زائد باتوں میں ہے۔

تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۱۶ پر ہے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت محمد بن سلمہ کی بیٹی اور اس کے شوہر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا نام سعد بن ربیع تھا اور انصار کے نقیب تھے انکو انکے شوہر نے ایک سخت چپت لگا دیا وہ اسکے بستر سے اٹھ کر حضور اکرمؐ کے پاس پہنچیں اور یہ شکایت کی کہ اس زور سے چپت لگایا کہ اسکا اثر اب بھی انکے چہرے پر باقی تھا حضور اکرمؐ نے فرمایا اس سے بدلہ لے لو، پھر فرمایا ذرا صبر کرو کہ میں غور کر لوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی شوہر حاکم ہے اس پر مسلط ہے ادب دے سکتا ہے برائی (۱) چالیس باتوں میں مرد کی فضیلت عورت پر ثابت کی گئی ہے۔

سے ہاتھ پکڑ سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے گویا اسے اس کا حاکم بنایا ہے اور اس کے حق میں اسکے احکام نافذ فرمادے ہیں جب یہ آیت نازل ہوگئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے ایک امر کا ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اور امر کا ارادہ کیا اور جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے وہ خیر ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ موقوف کر دیا ہے۔

مساوات والے اگر خدا تعالیٰ کی قدر رکھتے ہیں تو جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے حکم پر اپنا فیصلہ بدل دیا تھا اور شوہر سے بیوی کو بدلے کی اجازت نہیں قائم رکھی تو آپ کو بھی اپنا فیصلہ بدلنا ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے خیالات سے بھی منع فرمایا ہے ارشاد ہے ”ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض“ (القرآن) (۱) (تم تمنا نہ کرو اسکی جسکے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) تفسیر جلالین میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ (ام المؤمنین) نے کہا تھا اے کاش! ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور ہمارے لئے بھی مردوں کا اجر ہوتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۱۸) جب اللہ تعالیٰ نے مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر فرمایا تو کچھ عورتوں نے کہا کہ ہم تو زیادہ حاجت مند ہیں کہ ہم ضعیف ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بلخی نے بیان کیا کہ اس آیت کی رو سے مرد کو جائز

نہیں کہ اسکی تمنا کرے کہ کاش وہ عورت ہوتا اور نہ کسی عورت کو جائز ہے کہ وہ تمنا کرے کہ کاش وہ مرد ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو سب سے بہتر ہوتا ہے اور حسد سے بھی منع فرمایا اور جب عورتوں کی یہ تمنا کہ وہ مردوں کے برابر ہوں درست نہیں تو ان کے کام اور مرتبہ کی تمنا کیسے درست ہوگی۔

شوہر بیوی کو تنبیہا مار سکتا ہے

دلیل نمبر ۳: ”واللاتی تخافون نشوزهن

فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا علیهن سبیلاً“ (والحصنۃ ع ۳) (جن عورتوں سے تم کو نافرمانی کا ڈر ہو تو ان کو نصیحت کرو اور بستروں میں چھوڑ دو اور مارو پھرا گروہ فرمانبرداری تمہاری کر لیں تو ان پر راہ نہ تلاش کرو)۔

تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۲۳ پر ہے ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی ام کلثوم سے روایت کی ہے کہ مرد عورتوں کو مارنے سے منع کر دئے گئے تھے پھر مردوں نے عورتوں کی شکایت حضور اکرم ﷺ سے کی حضور ﷺ نے اجازت دے دی مگر یہ فرمایا جو اچھے لوگ ہیں وہ نہیں ماریں گے۔

لیکن کسی عورت کو یہ حق عطا نہیں ہوا کہ وہ کسی بات پر شوہر کو مارے

شریعت اسلامیہ سے ناواقف لوگوں کی چالوں میں آ کر حق راستہ سے ہٹنا سخت ترین جرم ہے اس لئے مرد اور عورت میں جن احکام میں فرق عطا کیا گیا ہے اس کو بسر و چشم قبول کرنا ہے ورنہ عورتیں مجرم ہوئیں عورتوں کو برابری کا خیال ہی غلط ہے۔

یاد رکھیے! دین وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور اللہ کے رسول ﷺ لائے نہ اس میں عقل کا پیوند لگ سکتا ہے نہ عقل پرستی نجات کا سبب بن سکتی ہے بلکہ ”ومن اضل ممن اتبع هواہ“ (اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے) جیسے قرآن کی تشریحات احادیث ہیں ایسے ہی احادیث کی تشریحات ائمہ مجتہدین کی تحقیقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھاری پسندیدہ چیز غلط اور شر بھی ہو سکتی ہے اور ناگواری عمدہ چیز سے بھی ہو سکتی ہے اپنی پسند اور ناگواری کو معیار نہ بناؤ بلکہ حکم پر عمل کرو۔

”وعسىٰ ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم“
 ”وعسىٰ ان تحبوا شیئا وهو شر لکم“ (سیقول ع ۱۰) (اور امید ہے کہ تم برا سمجھو کسی چیز کو اور وہ تمھارے لئے خیر ہو اور امید ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو اور وہ تمھارے لئے شر ہو) اس لئے عورتوں کو بھی اس اسلامی حکم کو گراں یا ناگوار نہیں سمجھنا چاہیے ممکن ہے وہی بہتر ہو اور واقعی

(۱) خوش دلی سے

وہی بہتر ہے۔

بغیر مرد تنہا عورت کی گواہی عام معاملات میں معتبر نہیں

دلیل نمبر ۴: واستشهدوا شہیدین من

رجالکم فان لم یکون ارجلین فرجل

وامراتان ممن ترضون من الشہداء

ان تضل احداہما فتذکر احداہما الا

خری (پ ۳ ع ۷) (اور تم گواہ بنا لو اپنے مردوں میں سے دو گواہ پھر

اگر گواہ دو نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے

جن کی گواہی پر تم راضی ہو، اس بھروسے پر کہ ایک اگر بھول جائے تو دوسری کو

یاد دلائے) اور پر کی آیت میں فرمایا کہ مردوں کو عورتوں پر بہت زیادہ فضیلت

ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ کم سے کم دو گئی ہے ”اپنے مردوں میں سے“

قرآن کریم کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ عورتوں میں سے نہیں صرف مردوں

میں سے دو مرد ہوں اور جب تک دو مرد گواہ بن سکتے ہوں عورت گواہ نہ ہوگی

ہاں اس شرط پر عورت گواہ بن سکتی ہے کہ ایک مرد ساتھ ہو اور دو مرد نہ ہوں یا

تو وہاں موجود نہ ہوں یا ایک ہی موجود ہو یا ہوں تو دو مگر معتبر نہ ہوں یا معتبر بھی

ہوں مگر وہ گواہی نہ دیں یا اسکو کسی مصلحت سے وہ گواہ نہ بنا سکے تب ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں۔ صرف عورتیں ہزار بھی ہوں تو نسوانی خصوصی حالات کے سوا کی گواہ ہی نہیں ہو سکتیں۔

اور تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۳۷۱ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے کہ صرف عورتوں کی شہادت جائز نہیں سوائے ان باتوں کے جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہو سکیں یا عورتوں کی ستر کی باتوں کے اور جو اس کے شاہد ہوں حمل و حیض وغیرہ۔ اور اجماع ہے اس پر کہ صرف عورتوں کی شہادت انہی باتوں میں جائز ہے جن پر مرد مطلع نہ ہو سکیں۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۴۲۶)۔

عورتیں ناقص العقل والدین^(۱) ہیں اس لئے تنہا یا بغیر مرد کے معتبر نہیں۔ درمنثور کے صفحہ مذکور پر مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے عورتوں کو کہہ دو کہ میں نے ناقص العقل والدین کو عقل والوں پر غالب آنے والا تم سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا۔ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عقل و دین کی کمی کیا اور کیا نقصان ہے؟ فرمایا عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے تو یہ عقل کی کمی ہے اور کئی دن رات نماز^(۲) نہیں پڑھ سکتی روزے نہیں رکھ سکتی یہ دین کی کمی ہے۔

(۱) جنکی عقل اور دین دونوں میں نقصان ہے۔

جوابات شبہات

بعض لوگ ”ان تفضل“ (بھول جائے) سے تاویل کرتے ہیں کہ اب تو ایم۔ اے۔ بی۔ اے۔ ہوتی ہیں بھول نہیں سکتیں اس لئے اب درست ہے مگر اول تو قرآن کے ایک لفظ کا انکار بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے اگر قوی ترین شبہ نہ ہو جو یہاں نہیں۔

دوسرے یہ حکم (۲) کی علت نہیں کہ اسکے نہ ہونے سے حکم نہ رہے یہ تو حکمت کا بیان ہے علت وہ ہے جو حدیث میں فرمائی ہے کہ عقل و دین کا نقصان ہے، اور جو آیت نمبر ۲۱ میں آیا بڑا درجہ اور حاکم ہونا ہے۔

تیسرے یہ غلط ہے کہ پڑھی لکھی نہیں بھولتی بلکہ بے پڑھی لکھی کم بھولتی ہے۔ دھوبن بے پڑھی لکھی کسی کا کپڑا دوسرے کو نہیں دیتی جبکہ لانڈری والے لے گڑ بڑ کرتے ہیں۔

چوتھے ہر عورت عورت ہی ہے کم و بیش کا کچھ فرق ہو تو ہو ورنہ مرطوب مزاج میں بھول ہوتی ہی ہے۔

- (۱) حالت حیض و نفاس میں عورت کو نماز روزہ معاف ہے نماز کی قضا کی ضرورت نہیں البتہ روزہ کی قضا کرے
- (۲) یعنی دو عورتوں کی گواہی میں جو یہ کہا جا رہا ہے کہ ”ان تفضل احدیہما فتذکر احدیہما الاخری“ کہ ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے یہ اس حکم کی علت نہیں بلکہ اس کی حکمت ہے۔ اس لئے اس کے فقدان سے حکم نہیں بدلے گا بلکہ علت تو نقصان عقل ہے وہ ہر عورت میں ہے یا علت تو ”الرجال قوامون“ اور ”وللرجال علیہن درجۃ“ میں بیان ہوئی ہے۔

پانچویں دلچسپی جس سے زیادہ ہو وہ بات نہیں بھولتی ہر عورت شادی پر آنیوالیوں کے زیور و لباس برابر نقل کر دیتی ہیں مرد نہیں نقل کر سکتا۔ بچہ کہانی سن کر اگلے دن دہرا دیتا ہے دوسری باتیں بھول جاتا ہے جو اس کی دلچسپی کی نہیں۔

چھٹے ٹھنڈک اور رطوبت کی کثرت مزاج میں ہونیکی وجہ سے عورتوں کی طبیعت پر بھول غالب ہے اور عقل کے نزدیک دو عورتوں کا بھول پر جمع ہونا اس سے زیادہ بعید ہے کہ ایک عورت ہو (تفسیر کبیر ص ۵۰۳ ج ۲)۔

ساتویں قانون سب کے لئے ہوتا ہے جو بھول میں حسب مزاج مبتلا ہیں اکثریت انہی کی ہے، شاذ و نادر کوئی قابل اعتبار نہیں، اگر کوئی نہ بھول جاتی ہو تو اس سے قانون نہیں بدل سکتا بلکہ قرآنی قانون تو کسی طرح نہیں بدل سکتا کیا کوئی کہہ سکتا ہے آج کی عورت قانون نازل ہونے کے وقت کی عورتوں صحابیات اور امہات المومنین سے زیادہ عقل حافظہ اور علم رکھتی ہیں وہاں دو کی ضرورت تھی یہاں ایک کافی ہے۔

دوسرا شبہ

بعض کہتے ہیں یہ قانون اموال کا ہے دوسرے کاموں کا نہیں مگر

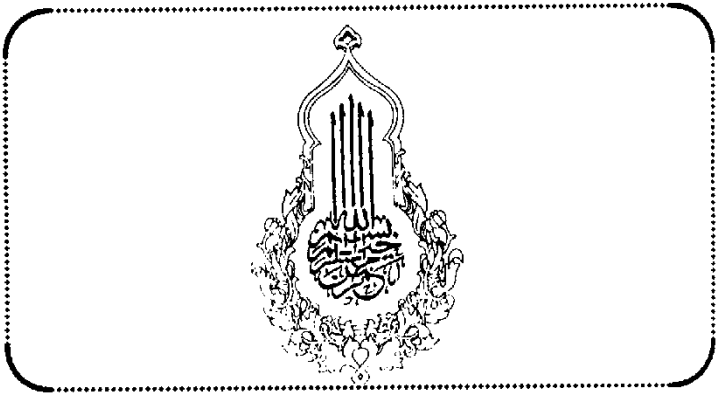
اس میں ان کو دو غلطیاں ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ یہ قانون حنفیہ کے نزدیک ہر شہادت کے لئے ہے، حنفی کو ایسا کہنے کا حق نہیں۔

دوسرے جن حضرات نے اموال کی خصوصیت فرمائی ہے تو ان کے نزدیک تو عورت کی شہادت غیر اموال میں مرد کے ساتھ ہونے کے بعد بھی معتبر نہیں وہاں تو بالکل ہی غیر معتبر ہے نہ معلوم کم فہمی سے اس کو معتبر ہونے کی دلیل بنا لیا ہے یا دھوکہ دہی کے لئے۔

اور تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۵۷ پر ہے کہ امام سفیان ثوری اور حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ تمام حقوق میں جائز ہے سوائے قتل و حدود کے۔ اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ غیر مال میں تو صرف دو مرد نیک گواہوں سے ہی دعویٰ ثابت ہوتا ہے اور اسپر سب متفق ہیں کہ شہادت عقوبات و حدود میں نہ جائز ہے نہ مقبول۔ جن ائمہ نے اس کو اموال کے لئے کہا ہے ان کے نزدیک تو صرف عورت کی گواہی کسی معاملہ میں بھی قبول نہیں۔

رحمة الامة فى اختلاف الائمة (ہامش
المیزان ج ۲ ص ۱۹۳) پر ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نکاح ایک مرد اور دو
عورتوں کی شہادت سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اعلان کے ساتھ ثابت (۱)

ہوتا ہے اور امام شافعی، امام مالک و امام احمد کی ایک روایت میں ثابت نہیں ہوتا۔ یعنی ان اماموں کے نزدیک عورت کی شہادت کی وجہ سے گودہ مرد کے ساتھ ہو مرد کی بھی صحیح نہیں۔ یعنی عورت کی شہادت مرد کے ساتھ کی بھی غیر اموال میں درست نہیں۔



(۱) نکاح کے درست ہونے میں دو گواہ شرط ہیں۔ اگر دو گواہ نہ ہوں ایک مرد و عورتیں ہوں تو امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح جب درست ہوگا کہ اعلان بھی کیا جائے۔ لیکن امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اگر نکاح کے گواہ ایک مرد و عورتیں ہوں تو باوجود اعلان کے نکاح درست نہیں۔ گویا گواہی میں عورت کی شرکت کی وجہ سے مرد کی گواہی بھی معتبر نہیں چنانچہ ان کے نزدیک غیر اموال میں عورت کی گواہی کسی طرح قبول نہیں نہ تنہا نہ مرد کے ساتھ۔

شریعت میں مرد کا حصہ عورت سے دو گنا ہونا اس کی دلیل ہے
کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے

دلیل نمبر ۵: ”یوصیکم اللہ فی اولادکم

لذکر مثل حظ الانثیین“ (لن تنالوا ع ۱۳) (اللہ تعالیٰ

تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں
کے حصے کے برابر ہے) اس طرح یہ بھی صاف دلیل ہے اسکی کہ مرد عورت کے
مرتبہ و علم و عقل میں جو فضیلت آئی ہے وہ عورت میں مرد سے نصف ہے اس
کی وجہ سے دو لڑکیوں کے برابر ایک لڑکے کا حصہ ہے اور لڑکے کا ذکر اول (۱)
میں فضیلت کی دلیل ہے۔ ورنہ لڑکی کا لڑکے سے نصف ہے بھی کہہ سکتے
تھے۔

دلیل نمبر ۶: ”ولکم نصف ما ترک

ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان

لھن ولد فلکم الربع مما ترکن“ (لن تنالوا ع ۱۳)

(اور تمہارے لئے نصف ترکہ بیویوں کا ہے اگر ان کے اولاد نہ ہو پھر اگر ان
کے اولاد ہو تو تمہارے لئے چوتھائی ہے ان کے ترکہ سے)۔

(۱) آیت میں لڑکے کا ذکر پہلے کرنا یعنی ”لذکر مثل حظ الانثیین“

میاں بیوی میں سے اگر بیوی فوت ہو جائے تو مرد کا نصف ہے
اگر بیوی کی اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو مرد کیلئے چوتھائی حصہ ہے۔

دلیل نمبر ۷: ”ولہن الربع مما ترکتم ان
لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلہن
الثمن“ (لن تالواع ۱۳)۔ (اور بیویوں کیلئے چوتھائی ترکہ ہے اگر مرد
کے اولاد نہ ہو پھر اگر اولاد ہو تو ان کیلئے آٹھواں حصہ ہے) مرد کو عورت سے
دونوں صورتوں میں دو گنا ہے۔ مرد کی اولاد نہ ہو تو عورت کو چوتھائی اور مرد کو
اگر عورت کے اولاد نہ ہو تو نصف ہے۔ اور اولاد ہو مرد کے تو عورت کا
آٹھواں حصہ اور عورت کے اولاد ہو تو مرد کا چوتھائی ہے اس سے دونوں کا
مرتبہ معلوم ہو رہا ہے کہ عورت کا مرد سے نصف حصہ ہے۔

دلیل نمبر ۸: ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد
ولہ اخت فلہا نصف ما ترک و هو یرثہا ان
لم یکن لہا ولد۔ (لا یحب اللہ ع ۴)۔

(اگر ایک مرد مر گیا جس کے اولاد نہیں ہے اور اس کی ایک بہن ہے
تو اس کیلئے مرد کے ترکہ کا نصف ہے اور مرد اس کا کل کا وارث ہوگا اگر بہن
کے اولاد نہیں ہے اولادوں کی میراث میں بھی بے اولاد بہن کے بھائی کو کل

ترکہ اور بے اولاد بھائی کی بہن کو نصف ترکہ ملتا ہے۔

دلیل نمبر ۹: ”فان كن نساء فوق

اثنین فلهن ثلثا ما ترک وان كانت واحدة فلها النصف“ (لا یحب اللہ ع ۴)۔

(اگر اولاد صرف عورتیں ہوں دو سے زائد تو ان کیلئے اس کے ترکہ کا

دو تھائی ہے اور اگر ایک ہو تو اس کیلئے نصف ہے)

اور اگر صرف بیٹیاں ہوں تو اگر ایک ہے تو نصف ترکہ اس کا ہے۔

اور اگر کئی ہیں تو دو تھائی ملے گا باقی حصہ جیسے نمبر ۱۳ میں ہے قریبی مرد کا ہے۔

لیکن اگر اولاد صرف مرد یعنی ایک ہی لڑکا ہے تو کل ترکہ کا مالک ہے۔ اور کئی

ہیں تو کل کے مگر حصوں کے موافق مالک بنیں گے ایک اور کئی میں پورا ترکہ

مردوں کا ہے (۱)۔

دلیل نمبر ۱۰: ”وان كانوا اخوة رجالاً

ونساء فلذکر مثل حظ الانثیین“ (لا یحب اللہ ع ۴)

(بے اولاد کے اگر بھائی بہن ہوں تو لڑکے کیلئے دو لڑکیوں کے برابر ہے۔)

اوپر بیٹے بیٹیوں کے حصہ کا بیان تھا یہاں اولاد کے بھائی بہن کے

حصہ کا ذکر ہے کہ بہن کا بھائی سے آدھا ہے۔

(۱) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا مرد سے نصف ہے لہذا اس کی دیت بھی نصف ہونی چاہئے۔

دلیل نمبر ۱۱: ”فان لم یکن له ولد و

ورثہ ابوہ فلامہ الثلث“ (لن تنالوا ع ۱۳)

(اگر میت کے اولاد نہ ہو صرف ماں باپ وارث ہوں تو ماں کیلئے ایک تہائی ہے) جب صرف دو ہی وارث ہیں ماں اور باپ۔ پھر ماں کیلئے تہائی حصہ فرمانا دلیل ہے اسکی کہ باقی دو تہائی باپ کا ہے۔ یہاں عورت کا حصہ آدھے سے بھی کم ہے، تہائی ہے (۱)۔

دلیل نمبر ۱۲: ”فان کان له اخوة فلامہ

السدس“ (لن تنالوا ع ۱۳)۔

(اگر میت کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے)

جب میت کے ماں باپ اور بھائی بہن ہیں تو چھٹا حصہ ماں کا اور باقی صرف باپ کا ہوا۔ جیسے اوپر بھی ماں باپ کے ہونے میں باقی باپ کا تھا یہاں بھی باقی باپ کا ہے یہاں عورت کا چھٹا حصہ اور مرد کا ۵/۶ ہے (۲) بہن بھائی سب محروم ہیں مرد بھی عورت بھی۔

دلیل نمبر ۱۳: اوپر والی آیت نمبر ۹ میں تقسیم نامتام ذکر ہوئی

- (۱) مطلب یہ ہے کہ اگر مثلاً میت کا ایک وارث ہو جو کہ مرد ہو یعنی لڑکا تو پورا ترکہ اس کو ملتا ہے۔ اور اگر وہ لڑکی ہے تو آدھا اس کو ملتا ہے بقیہ عصبات کو جاتا ہے۔ اور اس مثال میں جب صرف دو ہی وارث ہیں ایک باپ ایک ماں تو باپ کو دو تہائی ملا۔ جو کہ ترکہ کے آدھے سے زائد ہے اور ماں کو ایک تہائی ملا جو کل ترکہ کے آدھے سے کم ہے (۲) مطلب یہ ہے کہ کل چھ سہام بنائے جس میں سے ایک ماں کا باقی پانچ باپ کے ہوئے۔

ہے کہ اولاد صرف ایک لڑکی ہو تو اس کو آدھا اور صرف کئی لڑکیاں ہوں تو دو تہائی باقی کس کو ملے گا اس کا ذکر نہیں، اس کی تشریح میں تشریح نبوی ﷺ کی ضرورت ہے بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ”الحقوا الفرائض باھلھا فما ابقتہ فلاولی رجل ذکر“ (ترکہ کے مقررہ حصے ان کے مستحقوں کو دو۔ جو باقی رہے وہ قریب ترین مرد لڑکے کو دیں۔) چونکہ نسب شرعاً مرد سے ثابت ہوتا ہے آیت ”وعلى المولود لہ رزقھن“ (ترجمہ، جس کے لئے بچہ ہے اس پر عورتوں کا رزق ہے۔) اس کے باپ پر اس کی بیوی کا خرچہ واجب ہے مگر بچہ کا اس کے لئے ہونا دلیل ہے کہ نسب باپ سے ہوتا ہے۔ تو مرد کے سب سے قریب کے لڑکے کو باقی ملتا ہے وہ عصبہ ہے اور اس کے ساتھ کی بعض لڑکیاں محروم ہیں۔ مثلاً مرنے والے کے صرف ایک لڑکی تھی تو اس کو نصف ملیگا اور اگر اس کے بھتیجے، بھتیجیاں تھیں تو باقی صرف بھتیجیوں کو ملے گا بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملیگا وہ بالکل محروم ہوں گی لہذا اب اس صورت میں یہ عورتیں بالکل محروم ہیں ایسے ہی صرف لڑکیاں ہونے میں لڑکیوں کو دو تہائی اور بھتیجیوں کو ایک تہائی اور بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملتا ہے بالکل محروم ہوتی ہیں۔

مرد کا حصہ دو گنا ہونے کی وجہ

دلیل نمبر ۱۴: عقل پرستوں کو اس خدائی حکم میں بھی خلجان ہوگا مگر حق تعالیٰ نے اس کی وجہیں خود ہی بتادی ہیں کہ یہ فرق کیوں ہے۔ آیت نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں وجہ بیان فرمائی ہے کہ مرد کو فضیلت ہے وہ حاکم اور عورت محکوم ہے۔ ارشاد ہے کہ تم اس کاراز نہیں جان سکتے یہ صرف اللہ کو ہی معلوم ہے تم اللہ کے مقرر کیے ہوئے حکم فریضہ پر عمل کرو۔ اپنی فرسودہ عقلیں لڑانے کا کوئی حق نہیں ”آبائکم و ابناء کم لا تدرون ایہم اقرب لکم نفعا فریضة من اللہ ان اللہ کان علیما حکیما“ (تمہارے باپ، دادا، بیٹے، پوتے تم نہیں جان سکتے کہ کون تمہارے قریبی نفع والا ہے بس حکم فرض کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ بہت علم والے اور حکمت والے ہیں۔

بعض صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہونے کی وجہ

دلیل نمبر ۱۵: بعض جگہ مرد عورت کو برابر بھی قرار دیا ہے مگر وہاں کوئی خاص وجہ اور مصلحت ہے عام قاعدہ نصف کا ہے چنانچہ ارشاد ہے ”ولا یویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک“

ان کا تہ ولد“ (لن تنالوا ع ۱۳)۔

میت کے ماں باپ کیلئے ہر ایک کیلئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر اسکے اولاد ہو جیسے اوپر آیت نمبر ۱۳ میں عرض ہوا ہے ذوی الفروض (یعنی حصے والوں) کو اول دو، پھر جو بیچ جائے وہ میت کے قریبی مرد کو دیا جائیگا۔ تو یہاں میت کے اگر ماں باپ دونوں ہوں اور میت سکنی اولاد بھی ہو تو ماں باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر صرف ایک لڑکی ہوگی تو باپ ہی عصبہ ہوتا ہے۔ پھر باپ کا حصہ ماں سے دو گنا ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے۔

”وان کان رجل یورث کلاًۃ او امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس مما ترک فان کانوا اکثر من ذالک فہم شرکاء فی الثلث“ (لن تنالوا ع ۱۳) اور اگر ہومرد صاحب میراث کلاًۃ (بے اولاد) یا عورت اور اسکے بھائی یا بہن ہوں تو ان میں ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے میت کے ترکہ سے اور اگر اس سے زیادہ ہوئے تو سب تہائی میں شریک ہوں گے دوسری قراءت دوسری آیت کے منزلہ میں ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت میں ”اخ“ اور ”اخت“ کے بعد ”من الام“ ہے (جلالین ص ۷۱) لہذا یہ اخیا فی یعنی صرف

ماں شریک بہن بھائی کا بیان ہے اور وہ قائم مقام ماں کے ہوتے ہیں۔ اور ماں کا حصہ اولاد دیا کما بہن بھائی نہ ہونیکے وقت تہائی ہے ورنہ چھٹا وہی ان کا ہوگا ایک ہو، تو بہن ہو یا بھائی، چھٹا حصہ، کئی ہوں تو تہائی حصہ ہے جس میں سب شریک ہونگے ان صورتوں میں باپ کو دوسری حیثیت مل جانے کی وجہ سے ماں کے برابر رہا۔ اور اخیانی (ماں شریک) میں ماں کا جانشین ہر ایک بننے سے ہر ایک برابر ہوا ہے ورنہ اکثر تو عورت کا حصہ آدھا ہے بقض جگہ اس سے بھی کم اور بعض جگہ خروم ہے کہ عورت کا کوئی حصہ نہیں اور آیت نمبر ۱-۲-۴ میں علت اور راز فرما کر کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں دی گئی۔ لہذا اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں خدائی احکام کو سر آنکھوں پر رکھنا ہے خدا پرستی چھوڑ کر عقل پرستی کرنا جہنم کا راستہ ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے (آمین)۔ (۱)

احادیث رسول صلی اللہ وسلم بھی وحی الہی ہیں

دلیل نمبر ۱۶: حضور ﷺ کے عہد مبارک سے قیامت تک

کیلئے اور کل عالم کی ہدایت کے واسطے قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ جس میں مختصر ہونے کی وجہ سے صرف کلیات کا بیان ہے مگر انکی تشریحات کی بھی

(۱) سابقہ تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی حصہ مرد سے آدھا ہے یا اس سے بھی کم تو اس سے ثابت ہوا کہ عورت کی دیت بھی مرد سے نصف تو کم از کم ہوگی۔

ضرورت ہے اور ان تشریحات کا وہی حکم ہونا لازم ہے جو قرآن کا ہے اور یہی قرآن کا معتبر ترین مفہوم ہے اور حق تعالیٰ نے اس کو بھی اپنا ہونا فرما دیا ہے ارشاد ہے: ”ثم ان علينا بيانہ“ (پھر ہم پر ہی اس کا) یعنی قرآن (بیان کر دینا ہے)۔ لہذا تشریحات گو یہ قرآن نہیں مگر انہی کی ہیں۔ اور قرآن کے نازل کرنے کے فوائد میں یہ بھی ہے لتبينه للناس۔ (تاکہ لوگوں کیلئے آپ اسے کھول کر بیان کر دیں) اور حضور ﷺ کے فرائض میں قرار دیا و يعلمهم الكتاب (اور آپ ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں) اصل زبان بلکہ فصحاء کو بھی تعلیم نبوی کی ضرورت ہوئی جس کو نبی ظاہر کریں گے۔ اس لئے تشریحات یعنی احادیث بھی اللہ تعالیٰ ہی کی بتائی ہوئی ہیں، اسی لئے فرمایا ہے وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى (آپ اپنی خواہش سے نہیں کہتے مگر وحی سے جو ان پر کی جاتی ہے)۔

خواہ اول سے ہی وحی ہو یا باقی رہ کر وحی قرار دیجائے: اور ساری امت کے نزدیک ان تشریحات یقینیہ کا درجہ لازم ہونے میں وہی ہے جو اصل کا حکم ہے قرآن شریف میں نماز کا حکم ہے مگر قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ، اوقات کا ذکر نہیں زکوٰۃ کا حکم ہے مگر مقدار اور وقت کا ذکر نہیں مگر ان سب

کی تشریحات پر عمل فرض ہے۔ ایسے ہی قرآن شریف میں نہ تو دیت کا مفہوم ہے نہ اس کی اقسام ہیں نہ تمام احکام ہیں ان سب کے لئے مجکم آیات۔ تشریحات نبوی یعنی احادیث پر عمل کرنا فرض ہوگا جیسے دوسرے تمام اعمال و احکام میں فرض ہے اس لئے چالیس احادیث اس کے لئے پیش ہیں یاد رکھئے احادیث کا منکر اسلام سے خارج ہے کیونکہ متواتر (۱) کا بھی انکار ہوا اور یہ کفر ہے۔

حجیت حدیث کے دلائل

دلیل نمبر ۱۷: ”ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا“ جو رسول تم کو دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

دلیل نمبر ۱۸: وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم (نہیں کسی مومن اور مومنہ کے لئے کہ جب اللہ اور ان کے رسول کوئی فیصلہ دیں کہ انکو اس میں اختیار ہو کہ اپنی رائے سے کام لیں)۔

(۱) متواتر اس کو کہتے ہیں جس کے نقل کرنے والے ہر زمانے میں اتنے کثیر ہوں کہ عقل ان کو جھوٹا تسلیم نہ کرے۔

حجیت اجماع و قیاس

دلیل نمبر ۱۹: اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول

و اولی الامر منکم (مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو! اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اپنے میں سے انکے حکم والوں کی فرمانبرداری کرو) ”اولی الامر“ (حکم والوں) کا ترجمہ بعض لوگ حاکم کر دیتے ہیں وہ صحیح نہیں گو اس میں ایک شرط سے داخل تو ہے مگر بلا شرط نہیں اور وہی صرف اس سے مراد نہیں کیونکہ ”اولی الامر“ پر الف لام مضاف الیہ کا عوض ہے یعنی اولی امرہما (اللہ رسول کے حکم والوں کی) اور یہ حکم والے دو قسم کے ہیں ایک وہ جو نفس حکم ان سے لے لے کر بتاتے جائیں جیسے علماء و ائمہ مجتہدین دوسرے وہ جو جبراً نافذ کرتے ہیں اور وہ، وہ حاکم ہیں جو مسلمان ہوں اور اللہ و رسول کے احکام کو نافذ کرتے ہوں ان سب کی فرمانبرداری بھی واجب ہے اس لئے احادیث کے بعد اجماع اور قیاس سے بھی نصف دیت کے بارے میں بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دلیل نمبر ۲۰: ”من یشاقق الرسول من

بعد ما تبین لہ الہدیٰ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ و نصلہ جہنم

وساء ت مصیراً“ اور جو شخص ہدایت واضح ہونے کے بعد نبی ﷺ سے منہ موڑ لے گا اور مسلمانوں کے طریقہ کے غیر کا اتباع کرے گا ہم اسکو اسی کا پیرو بنا دین گے جس کا وہ بنا ہے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان آیات سے قرآن و حدیث اجماع اور قیاس مجتہد کا اتباع واجب ہوتا ہے اور خلاف کرنے پر سزا ملتی ہے اس لئے اب آپ خود اپنے لئے نجات کی راہ تجویز کر لیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بعض لوگوں نے دھوکہ دینے کیلئے اردو کے محاورے صحیح و غیر صحیح کو آڑ بنا لیا ہے اردو میں صحیح کے مقابل غلط کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جب کہتے ہیں یہ صحیح نہیں تو مراد یہ ہوتا ہے کہ بے اصل ہے غلط ہے ان لوگوں نے عام لوگوں کے اس ذہن سے یہ غلط فائدہ لے لیا ہے کہ حدیث صحیح کے مقابل جب حدیث ضعیف کہا جاتا ہے تو اردو محاورے سے وہ عام ذہنوں میں غلط اور بے اصل کے معنوں میں لے لیا جاتا ہے یہ زبردست دھوکہ ہے ورنہ جو بے اصل ہے وہ تو موضوع (بناوٹی) ہے اسکو تو بغیر موضوع کہے ہوئے نقل

کرنا بھی جائز نہیں ہوتا۔

حدیث ضعیف کی افادیت اور اہمیت

اور قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ضعیف کو چھوڑنا رد کر دینا درست نہیں جب کہ اس کی تائید میں اور احادیث بھی مل جاتی ہوں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا (جب کوئی گناہ گار تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی تحقیق کر لیا کرو) یعنی صرف اسکے فاسق ہونے کی وجہ سے رد نہ کرو اگر اس کی تائید مل جائے قبول کر لو ورنہ چھوڑ دو آج کل لوگوں میں حدیث سے نفرت پیدا کرنے کیلئے بعض غیر مقلدین اور بعض نو تعلیم یافتہ صاحبان نے اس حدیث کی اصلاح کو اردو محاورہ بنا کر گویا بے اصل کہنا اور مسلمانوں کے ذہن میں سے عظمت نکال دینا شروع کیا ہے اور گمراہ ہو کر گمراہ کرنے کا حربہ بنا لیا ہے حالانکہ یہ اصول حدیث کا اصطلاحی لفظ ہے حدیث شریف تو حضور اکرم ﷺ کے قول و فعل کا نام ہے جس کی تعمیل لازمی ہے صحیح و ضعیف تو صرف راوی کے حالات سے کہلاتی ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ چھ شرطوں پر پوری اترتی ہو تو سند بھی صحیح حدیث صحیح اور اگر ایک بھی

شرط کم ہوگئی تو ضعیف، آدمی تو جوان تندرست مضبوط بھی ہوتا ہے اور کمزور، بوڑھا، بچہ بھی آدمی ہے گدھا نہیں ہے اس لئے ضعیف حدیث بھی حدیث تو ہے اس سے اس قدر نفرت درست نہیں۔

دوسرے راوی اگر ایک ماہر مجتہد کی تحقیق میں درست ہے اس کیلئے یہ روایت صحیح ہوگی گو دوسرے ماہر مجتہد کی تحقیق میں راوی میں کوئی کمزوری ہو تو وہ اسے ضعیف قرار دے سکتا ہے اس لئے ہر ضعیف کو بھی غیر معتبر نہیں کہا جاسکتا۔

تیسرے اصول حدیث میں یہ بھی ہے کہ کوئی امام ائمہ مجتہدین میں سے اگر اس سے استدلال کر لے گا تو حدیث ضعیف نہ رہے گی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اسکی تحقیق میں حدیث قوی ہے صحیح ہے اس پر عمل ہوگا۔ یورپی تعلیم نے اسلام سے بے بہرہ تو کر ہی دیا تھا بہت سوں کو اسلام سے خارج (۱) بھی کر دیا ہے مگر وہ خود کو اور مسلمان بھی ناواقفی کی وجہ سے انکو مسلمان کہتے ہیں ان میں سے ایک فرقہ منکرین حدیث کا بھی ہے حالانکہ منکرین حدیث اسلام سے خارج ہیں کیونکہ ایک کا منکر سب کا منکر ہے اور جو جو حدیثیں یقینی طور سے ثابت ہیں وہ یقینی حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہیں انکا انکار ”اطیعوا الرسول“ سے انحراف (۲) اور کفر ہے۔

(۱) بعض حضرات نے ناواقفی کی وجہ سے یورپی تعلیم سے متاثر ہو کر حدیث ہی کا انکار کر دیا جو کہ کفر ہے (۲) مخالفت۔

نعمت عظمیٰ

مسلمانوں کو خصوصی نعمتیں بھی عطاء ہوئی ہیں کہ وحی الہی بعینہ پختہ حرف بحرف ثبوت سے ساری دنیا میں صرف انہی کے پاس موجود ہے۔ اور ساری دنیا اس سے بالکل محروم ہے اور دتو کہ میں پڑی ہوئی ہے۔ پھر اگر الفاظ الہی میں کئی احتمالات کی گنجائش ہے تو ان میں سے مراد الہی کون سا ایک ہے یہ صرف تشریحات نبویؐ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر نبی بھی مراد نہیں سمجھتے تو نزولِ عبث (۱) ہے حق اس سے منزہ (۲) ہے اور اگر سمجھتے ہیں تو بس انکی سمجھ ہی مراد الہی ہے جیسے آگے ثابت ہوگا۔

ساری دنیا میں وحی الہی کی تشریحات نبویہ صرف مسلمانوں کو ہی معتبر طریق سے میسر ہیں بعض لوگ اپنے کو اور سب کو اس نعمت عظمیٰ سے محروم کر رہے ہیں جو دنیا بھر میں صرف آپ کے لئے خاص ہے اور ساری دنیا اس سے محروم ہے اور اسی لئے محروم کر رہے ہیں کہ آپ کے اسلام کو بھی اپنی طرح ختم کرا دیں۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم
تم کو بھی لے ڈوبیں گے

(۱) بیکار (۲) پاک ہے۔

اب اس مسئلہ میں احادیث نبویہ پیش کرتے ہیں۔ پھر صحابہ کرامؓ کا اور ساری امت کا اجماع ہونا متعدد کتابوں سے نقل ہوگا پھر قیاس اور عقلی دلیل بھی انشاء اللہ مذکور ہوں گیں۔

احادیث سے عورت کی نصف دیت کا اثبات

دلیل نمبر ۱: امام بیہقی نے سنن ج ۸ ص ۹۵ میں لکھا ہے اور شیخ ابن حجر شارح بخاری نے درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں (ہامش الہدایہ ج ۴ ص ۲۸۵) پر لکھا ہے۔

”عن معاذ بن جبل قال قال رسول
اللہ ﷺ دية المرأة على النصف من دية
الرجل“ حدیث معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے
فرمایا ہے عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

اس کے بعد امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث دوسری سند سے عبادہ بن السنی سے روایت کی گئی ہے اور اس میں ضعف ہے (بیہقی ج ۸ ص ۹۵) اس کے شارح جواہر النقی میں کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ضعف اخیر سند کی طرف لوٹتا ہے (ہامش البیہقی ص مذکورہ)

امام بیہقیؒ اور جواہر النقی کا یہ کہنا اسکی دلیل ہے کہ ضعف اس سند

میں نہیں دوسری سند میں ہے یعنی یہ سند معتبر ہے اور اعلیٰ السنن ج ۱۸ ص ۱۲۸ پر ہے دوسندوں سے جسکو امام بیہقی نے دیتہ السمع کے باب میں بیان کیا ہے کہ ابویحییٰ ساجی نے اپنی کتاب میں ضعیف سند کے ساتھ عبادہ بن النسی از معاذ بن جبل روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سمع میں سواونٹ دیت ہے پھر ایک اور روایت رشد بن سعد و عبد الرحمن بن زیاد سے روایت کی اور ان دونوں راویوں کو ضعیف کہا ہے۔ مگر آج کل بعض لوگوں نے دانستہ یا نادانستہ اس ضعیف ہونے کو حدیث مذکورہ پر غلط چسپاں کر لیا ہے لیکن اگر یہ ضعیف بھی ہوتی تو حسب اصول حدیث جب ایک ہی نہیں بہت سے اماموں نے قبول کر لیا ہے وہ دلیل اسکی صحت و قوت (۱) کی بن گئی۔ اب آگے اور حدیثیں بھی ملاحظہ فرمائیں ان سے تائید و تقویت مزید حاصل ہوگی اور یہ حدیث ان سے قابل قبول اور اس سے دوسری حدیثوں کی تائید ہوگی۔

دلیل نمبر ۲: درایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ میں شیخ بن حجر شارح بخاری نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے روایت کیا ہے ابن شہاب مکحول اور عطاء سے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے سب لوگوں کو اسپر پایا ہے کہ مسلمان آزاد مرد کی دیت حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں سواونٹ تھے

(۱) پیچھے تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ جب کسی ضعیف حدیث سے کوئی امام استنباط کر لے تو وہ قوی شمار ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے آبادیوں والوں کیلئے اس دیت کی قیمت ایک ہزار اشرفی اور بارہ ہزار درہم اور دیت مسلمان عورت کی پانچ سو اشرفی اور چھ ہزار درہم مقرر کئے تھے یہ مسند شافعیؒ میں ہے۔ اور بیہقی نے بھی اسی سند سے بیان کیا ہے کہ عورت کی دیت نصف ہے حضور ﷺ کے عہد مبارک میں تو سب لوگ اس پر متفق تھے پندرہویں صدی میں کیوں نہ رہے؟۔

الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (ج ۲- ص ۲۶۳) پر یہ بھی ہے کہ اگر قاتل دیہاتی ہوگا تو پانچ سو اونٹ اور بیہقی (ج ۸ ص ۹۵) پر ہے اگر جنگی دیہاتی عورت کا قاتل دیہاتی مرد ہو تو وہ پانچ سو اونٹ دیں سونا چاندی نہیں غرض اونٹ اور نقدی میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔

سند کی تحقیق

دلیل نمبر ۳: موطاء امام محمد (ص ۲۸۹) میں امام مالک سے اور انکو عبد اللہ بن ابی بکر سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ان کے والد نے انکو بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک کتاب ان کے والد عمر بن حزم کو لکھ کر دی تھی جو حدیثوں کے بارے میں تھی (آخر حدیث تک) لیکن اس کے حاشیہ التعلیق المنجد میں ہے کہ یہ عبد اللہ بن ابی بکر حضرت عمر بن حزم کے پڑپوتے ہیں جن کو ابن معین ابو حاتم نسان ابن سعد نے ثقہ اور قابل اعتماد کہا ہے۔ جیسے

اسعاف میں ہے اور ان کے والد ابو بکر بن محمد بن عمر بن حزم انکے پوتے ہیں ثقہ اور عابد ہیں جن کو زرقانی نے ایسا بیان کیا ہے یعنی سند میں اپنے دادا محمد بن عمر بن حزم کو چھوڑ رکھا ہے اور یہ مرسل ہے اور اسی حاشیہ میں ہے کہ عبد البر نے کہا ہے کہ اسکے مرسل ہونے میں تو کوئی خلاف نہیں مگر سند (پوری سند کے ساتھ) صالح طریق سے بھی روایت ہے اور معمر نے عبد اللہ بن ابی بکر سے انہوں نے اپنے والد ابو بکر سے اور انہوں نے اپنے دادا عمر بن حزم سے روایت کی ہے۔

لہذا یہ حدیث مرسل نہیں اگرچہ امام مالک کی روایت مرسل ہے گو یہ بھی احناف کے یہاں معتبر ہے، اور اسی حاشیہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے انکو یمن کے شہر نجران کا حاکم بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ ایک کتاب بھیجی جس میں فرائض سنن صدقات زخموں اور دیتوں کا بیان تھا عمر بن حزم کی یہ کتاب مشہور ہے۔ ابوداؤد نسائی وغیرہ نے متفرق حصے کر کے روایت کئے ہیں کامل روایت نسائی کے دیت کے باب میں ہے اصول حدیث کے مطابق مشہور وہ ہے جس کو صحابہ کے بعد تواتر کا درجہ حاصل ہو گیا ہو اسلئے بہت معتبر ہے، افسوس ہے کہ وہ کتاب پوری کہیں نظر نہ پڑی صرف متفرق حصے نظر آئے وہ تو خود حضور ﷺ کے ارشادات تھے اور مشہور کے درجہ تک روایت تھے ہم نے

مختصر ترین سند اسکی ذکر کر دی ہے تاکہ ثبوت تو معلوم ہو جائے۔ تین راوی ہیں، 1 امام مالک، 2 عبداللہ بن ابی بکر، 3 محمد بن عمر بن حزم سب معتبر ہیں اسی حدیث کا ایک جز یہ ہے جو حنبلی مذہب کے بڑے معتبر بزرگوں کی کتاب المغنی میں صفحہ ۵۳۲ ج ۹ اور کتاب الشرح الکبیر صفحہ ۵۱۸ ج ۹ شاری امت میں جو دو شخص ابن علیہ اور اصم دیت برابر کہتے ہیں انکو رد کرتے ہوئے کہا ہے یہ قول شاذ ہے صحابہ کے اجماع کے خلاف ہے اور حضور ﷺ کی سنت کے خلاف ہے کیونکہ حضور ﷺ کی کتاب عمر بن حزم میں ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف پر ہے یہ کہنا کہ یہ لفظ اور جگہ نہیں ملتے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اعلاء السنن ج ۱۸ صفحہ ۱۵۷ دیت الانف میں ہے کہ حضور ﷺ کی کتاب عمر بن حزم کے لئے، اسکی صحت پر سب کا اجماع ہے تمام ائمہ نے اسے قبول کیا ہے، اس کی صحت میں شک لاعلمی کی دلیل ہے۔

ائمہ مجتہدین کے اقوال سے عورت کی نصف دیت کا ثبوت

دلیل نمبر ۴: کتاب الام مصنفہ امام شافعی ج ۷ ص ۲۸۳۔

امام ابو حنیفہ حماد سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

پوری جان میں بھی اور اس سے کم اعضاء میں بھی۔

دلیل نمبر ۵: ایضاً۔ محمد بن ابان حماد سے وہ ابراہیم سے انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے دونوں نے فرمایا ہے ”عورت کی دیت مرد سے نصف ہے پوری جان میں بھی کم میں بھی“ پھر امام شافعیؒ فرماتے ہیں بیشک عمرؓ علیؓ اس پر جمع ہو گئے ہیں اب یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس کے غیر کو لیا جائے۔ یہ سند صحیح ہے محمد بن ابان جس کے متعلق تہذیب التہذیب میں شیخ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ فقیہ تھے۔ اور ابن حبان نے ان کا ذکر ثقہ لوگوں میں کیا ہے (ج ۹ ص ۳) اور تقریب ص ۱۴۶ پر بخاری کا راوی بتایا ہے اور حماد ج ۳ ص ۶ پر ہے کہ یہ بخاری و مسلم سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ اور ابراہیم کو ابن معین کہتے ہیں کہ مشہور ہیں۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ ہیں۔ تہذیب ج ۱، اور تقریب ص ۹ پر مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں، صفحہ مذکورہ پر۔

پھر فرمایا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے قول کے صواب ہونے پر اس سے دلیل لی جاسکتی ہے کہ۔ ”اگر عورت کی ایک انگلی خطاء سے کسی نے کاٹ دی تو امام مالک اور اہل مدینہ کے قول پر دس اونٹ دیت ہوتے ہیں دو کاٹ دیں تو بیس تین کاٹ دیں تو تیس اور اگر چار کاٹ دیں تو بیس جب

زخم بڑا ہو گیا تو دیت کم ہو گئی۔“

اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اہل مدینہ مالکیہ کے نزدیک (حکایان آئندہ آرہا ہے) مرد کی تہائی دیت تک برابر اور اس کے بعد نصف دیت عورت کی ہے۔ جب تین انگلیوں کی دیت تیس اونٹ ہو گئے اور سو اونٹ کا تہائی تینتیس اور تہائی اونٹ ہوا، تو یہ اس سے کم ہے، تو تیس اونٹ تین انگلی کے مرد و عورت کے ہوئے۔ اب کہ چار انگلیاں کاٹ دیں تو چالیس اونٹ لازم تھے مگر چالیس تہائی سے زائد ہو گیا تو اب عورت کی نصف بنے گی اور مرد کی چار انگلیوں کی دیت چالیس تھی عورت کی بیس ہونی ضروری ہوئی تو خلاف عقل لازم آ گیا کہ جرم بڑا ہوا تو دیت کم ہو گئی اور شرعی قاعدہ ”جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا“ سے جرم کے موافق جزا ضروری ہے زائد جرم پر جزا کم قرآنی قاعدہ کے خلاف ہے۔ لیکن حنفیہ کے قول پر کہ دیت عورت کی کل جز سب میں نصف ہوتی ہے ایک انگلی میں پانچ اونٹ، دو میں دس اونٹ، تین میں پندرہ، چار میں بیس قرآنی قاعدے کے موافق ہے اس لئے امام شافعیؒ نے اسکو دلیل صواب بنایا ہے اور صواب کہہ کر حدیثوں کو بھی صحیح قرار دیا ہے امام بیہقیؒ نے اس حدیث کے بعد یہ بھی کہا ہے کہ ابراہیم کی حدیث منقطع ہے یعنی بیچ کا ایک راوی رہ گیا ہے۔ کیونکہ ابراہیم کی کوئی

حدیث کسی صحابی سے نہیں آئی گو کئی صحابہؓ سے ملاقات ہوئی مگر یہ شععی کی روایت کی تائید کرتی ہے جو اسی کتاب کی ج ۸ ص ۹۶ کے شروع میں ہے کہ ”شععی“ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کے زخم مردوں کی دیت کے نصف پر ہیں کم ہوں یا زیادہ“

اس سے حدیث کی قوت معلوم ہوگئی۔ کتاب الحجہ ص ۲۸۳ امام محمد کے حاشیہ میں مفتی مہدی حسن نے لکھا ہے ابراہیم نخعی کی مرسل حدیثیں جن میں ان کے استاد کا نام نہیں محققین کے نزدیک مقبول ہیں۔ ان کے سب استاد ثقہ عادل، صادق، صالح ضبط و حافظ ہیں اور تمام نیک صفتوں میں مشہور ہیں پھر سب کے نام درج کئے ہیں۔

عورت کی نصف دیت پر صحابہ کا اجماع

دلیل نمبر ۶ تا ۱۲: سنن بیہقی ج ۸ ص ۹۶ پر شععیؒ سے روایت ہے کہ زید بن ثابتؓ نے کہا ہے کہ عورتوں اور مردوں کے زخم ایک تہائی دیت تک برابر ہیں زیادہ ہو جائیں تو پھر نصف پر ہیں۔

ثمٹ دیت کے بعد کی پوری جان کی یا کم کی دیت نصف ہے۔ امام احمدؒ امام مالکؒ کے یہاں بھی یہی ہیں مگر امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

شروع سے ہی نصف نصف ہے نمبر ۵ میں دلیلیں گزر گئی ہیں۔ کتاب الحجہ امام محمدؒ (ج ۴ ص ۲۷۹) میں حافظ ابن حجر شارح بخاری نے کتاب تلخیص الحجیر میں کہا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور عبادلہ ثلثہ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ سے بدرجہ شہرت آیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف پر ہے اور کسی کی طرف سے مخالفت نہیں کی گئی اس لئے سب صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔ اجماع کے اور اقوال بعد میں آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ موقوف حدیثیں یعنی حضرات صحابہؓ کے اقوال اس لئے پیش کئے جا رہے ہیں کہ اصول حدیث یہ ہے کہ یہ مکمل مقدمات بلکہ غیر قیاسی بات میں موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے جو حضور اکرمؐ کے سکوت سے ہی سمجھی جاتی ہے اور مشہور سند وہ ہے جو صحابہؓ کے زمانہ کے بعد سے متواتر ہو۔ اس لئے یہ چھ حدیثیں صحیح ہی ہوں گی اور اجماع بھی متواتر ہی ہو گیا۔

احادیث سے عورت کی نصف دیت کا ثبوت

دلیل نمبر ۱۳: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۷۹ پر ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور شریح قاضی کہتے ہیں کہ دانتوں اور سر کے زخم میں برابر اسکے

علاوہ میں نصف ہے۔ بعض نے چند چیزوں کی دیت کو ناقابل تنصیف قرار دے کر برابر رکھا باقی سب میں عورت کی دیت مرد سے نصف رکھی لیکن امام شافعیؒ کی دلیل مذکورہ نمبر ۵ سے ترجیح سب کے نصف ہونے کو ہے۔

دلیل نمبر ۱۴: عروۃ البارقی جو حکم کہ شریح کے پاس حضرت عمر بن الخطاب سے لیکر آئے تھے یہ تھا کہ انگلیاں برابر ہیں چھوٹی انگلی اور انگوٹھا بھی اور مردوں اور عورتوں کے زخم دانت اور سر کے زخم میں برابر ہیں اور ان کے علاوہ نصف پر ہیں۔ اسکو نبہتی نے بھی درست کہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۵: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۷۹ شعیبؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کے زخم مرد کی دیت کے نصف پر ہیں کم ہوں یا زیادہ۔

دلیل نمبر ۱۷: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۰۔ امام محمد بن الحسنؒ کہتے ہیں کہ جو کچھ اہل مدینہ کہتے ہیں وہ زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ تہائی دیت تک تو مرد و عورت دیت میں برابر ہیں پھر باقی میں نصف ہے۔

دلیل نمبر ۱۸: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۱ عمر بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے

فرمایا عورت کی دیت مرد کی کے مثل ہے جب تک ٹکٹ دیت کو نہ پہنچے (باقی میں نصف)۔

دلیل نمبر ۱۹: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۱ ہشیم شیبانی ذکر یاوا بن ابی لیلیٰ کے واسطے سے شععی سے روایت کرتے ہیں کہ ”حضرت علیؑ نے فرمایا کہ عورتوں کے زخم مردوں کی دیت کے نصف پر ہیں کم ہوں یا زیادہ“ یہ شععی کے تین شاگردوں کی روایت ہے اگر کسی ایک کی اس کے خلاف ہوگی تو معتبر نہ ہوگی۔

دلیل نمبر ۲۰: حاشیہ کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۱ عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ”سوائے دانت اور سر کے زخم کے کہ وہ تو برابر ہیں جو زائد ہوں وہ مرد سے نصف پر ہیں۔“

دلیل نمبر ۲۱: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۲ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان کی سند سے شرح سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس عروۃ الباری آئے جو حضرت عمرؓ بن الخطابؓ کے پاس آئے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتوں اور مردوں کے زخم دانت اور سر کے زخم میں برابر اور اس کے اوپر عورت مرد کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۲: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۲ نسائی میں عمر بن

شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوع (حضور اکرم ﷺ کا ارشاد) ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے جب تک ملٹ (تہائی) دیت تک پہنچے۔

دلیل نمبر ۲۳: کنز العمال ج ۷ ص ۲۹۴ عورت کی دیت نصف پر ہے مرد کی دیت سے (مسلم و بخاری بحوالہ مقدمہ) کیا اس میں بھی کوئی شبہ ہوگا؟

دلیل نمبر ۲۴: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۲ عقود الجواہر ج ۴ ص ۱۴۴۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۵: ص ۲۸۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ دانت اور سر کے زخم کے سوا ہر شے میں عورت کی دیت نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۶: مصنف بن ابی شیبہ مخطوطہ ج ۱۰ ص ۷۰۰،

حضرت شریح سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میرے پاس عروہ باریقی حضرت عمرؓ کے پاس سے آئے بتایا کہ عورتوں اور مردوں کے زخم دانت اور سر کے زخم میں برابر ہیں اور اس سے اوپر تو عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۷: ہشام بن ہبیرہ نے شریح کو لکھ کر سوال پوچھا تو

جواب لکھا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے ہلکی ہو یا بھاری۔
اور ابن مسعودؓ خطاء میں عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف فرمایا کرتے
تھے۔ سوائے دانت اور سر کے زخم کے کہ اس میں برابر ہیں۔

دلیل نمبر ۲۸: مصنف ابن ابی شیبہ، زید بن ثابتؓ

فرمایا کرتے تھے کہ خطاء میں عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں
تک کہ تہائی دیت کو پہنچ جائے۔ پھر زیادہ ہو تو نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۹: مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابو قلابہ حضرت زید بن

ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ تہائی دیت تک دونوں برابر ہیں (یعنی باقی
نصف)۔

دلیل نمبر ۳۰: مصنف ابن ابی شیبہ ابن عوف حضرت حسنؓ سے

روایت کرتے ہیں عورت کی مرد کے برابر دیت تہائی تک جب زیادہ
ہو جائیں تو نصف ہے۔

دلیل نمبر ۳۱: حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کہتے ہیں کہ سر کے زخم

اور ہڈی کھولنے والے زخم اور دانت میں عورت مرد کے برابر ہے یعنی باقی
میں عورت کی دیت نصف ہے برابر نہیں۔

دلیل نمبر ۳۲: مصنف ابن ابی شیبہ۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ

سے روایت ہے کہ ہڈی کھولنے والا زخم اور سر کا زخم اور دانت میں عورت مرد کی طرح دیت میں ہے (یعنی باقی نصف)

دلیل نمبر ۳۳: مصنف ابن ابی شیبہ۔ ربیعہ بن عبد الحمٰلؓ کہتے

ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؓ سے پوچھا کہ عورت کی اس چھوٹی انگلی میں دیت کیا ہے فرمایا دس اونٹ عرض کیا اور ان دونوں میں چھوٹی اور برابر والی فرمایا بیس اونٹ، عرض کیا اور ان میں یعنی تین میں فرمایا کہ تیس اونٹ اور عرض کیا ان میں اور اشارہ چار کی طرف کیا فرمایا بیس عرض کیا جب زخم زیادہ درد کا ہوگا مصیبت بڑی ہوگئی تو اسکی دیت کم ہوگئی؟ فرمایا کہ تم عراقی ہو عرض کیا جاننے والا مگر علم پر جمنے والا یا جاہل سیکھنے والا۔ فرمایا اے برادر زادے سنت یہی ہے اور حدیث نمبر ۵ میں اس کی تفصیل دیکھ لیجئے۔

دلیل نمبر ۳۴: شرح نے ہشام بن ہبیرہ کو لکھا کہ عورت کی

دیت مرد کی دیت سے نصف کرے سوائے دانت اور سر کے زخم کے۔

دلیل نمبر ۳۵: حضرت سعید بن المسیبؓ اور عمر بن عبد العزیزؓ

سے روایت ہے دونوں نے فرمایا کہ مردوں عورتوں کے زخم دانت میں مثلث دیت تک تو برابر ہیں پھر مختلف ہیں (یعنی نصف وکل)۔

دلیل نمبر ۳۶: مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابراہیم عبد اللہ سے

روایت کرتے ہیں کہ مردوں عورتوں کے زخم دانت میں اور سر کے زخم میں برابر ہیں (باقی میں نصف)۔

دلیل نمبر ۳۷: مصنف ابن ابی شیبہ۔ سعید بن المسیبؓ سے روایت ہے کہ عورت دینے میں مرد کے برابر ہوتی ہے ایک تہائی دیت تک عورت کی ایک انگلی مرد کی انگلی کی طرح دانت اس کے دانت کی طرح، سر کا زخم اسکے سر کے زخم کی طرح اور ہڈی کھولنے والا زخم اس کی ہڈی کھولنے والے زخم کی طرح (باقی نصف)

دلیل نمبر ۳۸: مصنف ابن ابی شیبہ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ فرماتے ہیں سر کے زخم ہڈی کھولنے والے زخم اور دانت کی دیت میں عورت مرد کے مثل ہے (باقی میں نہیں)

دلیل نمبر ۳۹: مصنف ابن ابی شیبہ۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ نے کہا ہے کہ ہڈی کھولنے والے زخم سر کے زخم اور دانت میں عورت دیت میں مرد کی طرح ہے (باقی میں نہیں)

دلیل نمبر ۴۰: مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۹۷۔ حضرت علیؓ نے فرمایا۔

”عورت کے زخم مرد کے زخموں سے نصف پر ہیں“ (۱)

(۱) یہاں تک عورت کی نصف دیت کے ثبوت میں چالیس احادیث پیش کی گئی ہیں۔

غور کیجئے

ان تمام احادیث پر غور کیا جائے اور بعد میں اجماع کے دس حوالے اور قیاس شرعی و عقلی دلیل بطور تہمتہ غیر مسلموں کی دیت اور شیعوں کی حدیث کی کتابوں سے بھی حوالے پیش ہیں۔ جن حضرات نے خود یا دوسروں سے سن کر یہ کہہ دیا کہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے وہ ذرا آنکھیں کھولیں اور جن لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ ایک بھی حدیث صحیح پیش کر دی تو میں اپنے موقف سے رجوع کر لوں گا وہ بھی غور کر لیں بعض کا حوالہ بخاری و مسلم سے بھی ہے حدیث نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں اور بعض سندوں کا معتبر ہونا بھی ثابت کر دیا گیا اور شیعہ کتابوں کی حدیثیں بھی اسلئے درج کر دیں کہ انکو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکا۔ اب یہ بات خود آپ سب لوگوں کے غور کرنے کی ہے کہ بعض لوگ آخر عورت کی دیت مرد کے برابر کرنے پر اس قدر زور کیوں لگا رہے ہیں اس کے اندر راز کیا ہے؟

کسی حدیث میں عورت کی جان کی دیت مرد کے برابر نہیں فرمائی گئی نہ امت میں سے کسی نے آج تک یہ کہا ہے۔ اسلاف میں صرف اور صرف ابن علیہؓ اور اصم دو کا نام لے کر انکو شاذ اور اجماع حدیث کے خلاف ہونا بیان کیا ہے۔ جو اجماع کے بیان میں حنبلی حضرات کی کتابوں سے نقل کیا

گیا ہے وہ مشہور معتبر اہل مذہب ہیں اور بعض حدیثوں کے شروع میں آتا ہے مرد عورت دیت میں برابر ہیں ایک ثلث تک پھر عورت کی دیت نصف ہے وہ جو دیت کو برابر کہتے ہیں کے لفظ کو نقل نہیں کرتے لوگ تو ذی علم سمجھ کر دیانت دار جان کر اسکو دیانت سمجھتے ہو گئے۔ جیسے کسی بے نمازی نے کہا تھا کہ قرآن میں نماز کے قریب جانے کو منع کیا ہے۔ لا تقربوا الصلوۃ اور آگے کے لفظ غائب و انتہا سکاری۔ (تم نماز کے پاس مت جاؤ اس حالت میں کہ تم نشہ میں ہو) یہی حال ان لوگوں کا ہے۔

عورت کی نصف دیت ہونے پر اجماع امت کے دلائل

دلیل نمبر ۱: کتاب الام مصنفہ حضرت امام شافعیؒ (ج ۶ ص ۹۲) نے فرمایا ”میں نہیں جان سکا کہ اہل علم قدیم نہ جدید میں کہ کوئی اسکا مخالف ہو کہ دیت عورت کی مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے اور یہ پچاس اونٹ ہیں“ اس سے معلوم ہوا کہ جن دو کا نام لیا جا رہا ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔

دلیل نمبر ۲: بدایۃ المجتہد ابن رشد مالکی ج ۲ ص ۴۹۔ عورت کی پوری جان کی دیت کے بارے میں سب اس پر متفق ہیں کہ وہ مرد کی

دیت سے نصف ہے

دلیل نمبر ۳: رحمۃ اللامہ فی اختلاف الائمہ (ہامش المیزان

ج ۲ ص ۱۲۶) پر ہے کہ سب نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عورت آزاد مسلمان کی پوری جان کی دیت آزاد مسلمان مرد کی دیت کا نصف ہے۔

دلیل نمبر ۴: امام شعرانیؒ ج ۲ ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں کہ سب

نے اس پر اجماع کیا ہے کہ آزاد مسلمان عورت کی دیت پوری جان کے بارے میں مرد آزاد مسلمان کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۵: امام نوویؒ شرح مسلم (ج ۲ ص ۶۳) میں لڑائی

میں بچہ کے اسقاط پر کہتے ہیں کہ جب بچہ ماں سے زندہ جدا ہو جائے پھر مر جائے تو بڑے آدمی کی پوری دیت واجب ہوگی۔ اگر لڑکا ہے تو سواونٹ اور لڑکی ہے تو پچاس یہ مجمع علیہ ہے یعنی سب کا اس پر اجماع ہے۔

دلیل نمبر ۶: احادیث نمبر ۷ تا ۱۲ میں صحابہؓ کی حدیثیں اور

ان کا اجماع گزر چکا ہے یہاں بھی سب کے لفظ میں وہ شریک ہیں۔

دلیل نمبر ۷: ابن قدامہ حنبلی الشرح الکبیر (مع المغنی ج ۲

ص ۱۲) پر ہے عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے جبکہ عورت حرہ مسلمہ ہو تو اسکی دیت حر مسلم کی دیت کا نصف ہے۔ اسی پر سب اہل علم کا اجماع ہے

۔ اسکو ابن منذر اور ابن عبد البر نے بیان کیا ہے اور کسی اور نے ابن علیہ اور اصم سے نقل کیا ہے کہ وہ دونوں کہتے ہیں کہ مرد کی دیت کے برابر ہے۔ مگر یہ قول شاذ ہے صحابہؓ کے اجماع کے اور حضور اکرم ﷺ کی حدیث کے بھی خلاف ہے اس لئے ناقابل اعتبار قرار پایا اور اجماع میں رکاوٹ یا مخالف نہ ہو سکا۔

دلیل نمبر ۸: بدائع الصنائع ج ۷ ص ۲۵۴ پر ہے مقتول اگر عورت ہو تو دیت عورت کی مرد کی دیت سے نصف ہے کیونکہ اسی پر صحابہؓ کا اجماع ہے یہ روایت کیا گیا ہے حضرت عمرؓ سے، حضرت علیؓ سے، ابن مسعودؓ سے، زید بن ثابتؓ سے، سب نے عورت کی دیت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ مرد کی دیت سے نصف ہے اور یہ کہیں نقل نہیں کیا گیا کہ کسی نے اس پر انکار کیا ہو تو یہ صحابہؓ کا اجماع ہوا۔

دلیل نمبر ۹: مرقاة شرح مشکوٰۃ جدید (ج ۷ ص ۸۰) پر ہے کہ سب نے اس پر اجماع کیا ہے کہ آزاد مسلمان عورت کی دیت پوری جان کے بارے میں آزاد مسلمان مرد کی دیت سے نصف ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۲۵۔ تمام علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔

عورت کی نصف دیت ہونے پر قیاس شرعی

قرآن و حدیث بلکہ احادیث کثیرہ متواترہ اور اجماع صحابہؓ اور اجماع کل امت کے بعد کسی شرعی حکم کیلئے قیاس کی دلیل کی ضرورت بالکل نہیں مگر معلوم ہو تو بصیرۃ کا فائدہ دیتا ہے اس لئے کہ قیاس عقلی ڈھکوسلوں کا نام نہیں ہے عقل سے بے بہرہ فرقہ اس دھوکہ میں گرفتار ہے اور دوسروں گرفتار کرتا ہے۔

یاد رکھئے! دین صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور رسول ﷺ لائے اس لئے قرآن و حدیث کے سوا کوئی بات اسلام یا دین نہیں ہو سکتی بلکہ صرف قرآن کہ وہ لفظ و معنی دونوں اعتبار سے وحی ہے۔ لیکن بلا تشریحات معتبرہ کے نہیں کہ جس کا جو چاہے مفہوم گھڑ لے بلکہ معتبر تشریحات کے ساتھ جیسے آیت نمبر ۱۹ میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ احادیث مبارکہ اسکی تشریحات ہیں جیسے امام شافعیؒ سے امام شعرانیؒ نے کتاب المیزان کے مقدمہ میں نقل کیا کہ کوئی حدیث ایسی نہیں جس کا ماخذ قرآن مجید میں میری نظر میں نہ ہو۔

نظر نظر کا فرق ہے ورنہ احادیث قرآن شریف کی تشریحات ہی ہیں جو حسب وعدہ حضور اکرم ﷺ پر القاء کی گئیں اور آیات میں

”فاعتبروا یا اولی الابصار“ تو عبرت حاصل کرو! اے بیانی والو“ بھی آیا ہے جس سے قیاس بھی واجب ہوتا ہے۔ اگر کسی بات کا حکم کسی آیت یا حدیث مبارکہ میں صاف نہ آیا ہو تو پھر بحکم آیت اس کی علت جہاں جہاں پائی جائیگی وہاں بھی اس آیت کا حکم پہنچے گا اور عبرت یہ ہے کہ دوسرا آدمی جس وبال میں مبتلا ہوا ہے اس کی علت دیکھو کیا ہے وہ اس کا گناہ ہے۔ تو جہاں یہ علت گناہ پائی جائے گی وہاں یہ وبال پہنچ سکتا ہے یہ حکم جگہ جگہ آیا ہے۔

یہ عبرت قرآن وحدیث میں اس طرح ہوگی کہ حکم کی علت معلوم کرو جو حکم کا مدار ہو جہاں جہاں وہ پائی جائے گی وہاں پر یہ حکم ہوگا یعنی وہ شئی بھی اس حکم کے دائرے میں داخل ہوگی اور اس کا بھی یہی حکم ہوگا جیسے ماں باپ کو برا بھلا کہنا حرام ہے تو علت اس کی اذیت ہے جو تے مارنے میں بھی یہ علت اذیت خوب پائی جاتی ہے وہ بھی اسی آیت کے مفہوم کے عموم میں داخل ہو کر حرام ہوگا اسے دلالت النص یا قیاس بھی کہتے ہیں اب اگر وہ علت خود قرآن مجید میں فرمادی گئی ہو یا ایسی ہو کہ ہر شخص جانتا ہے تو اسکے پائے جانے پر اسی حکم کا لگانا یقینی حکم اور فرض ہوگا اور اگر علت باریک ہے جسے ہر شخص نہیں بلکہ علم دین کا ماہر ہی سمجھ سکتا ہے تو اس تک حکم کے مفہوم کا دائرہ

پہنچنا یقینی تو نہیں ہوگا اس لئے کوئی بات فرض ثابت نہیں ہوگی صرف واجب ثابت ہو سکتی ہے یا سنت وغیرہ (۱)۔

اب سنئے قرآن شریف میں جہاں عورت کا مرد سے آدھا حصہ آیا ہے وہاں علت سوائے اس کے عورت ہونیکے اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے جو یہاں بھی عورت ہونا اسی حکم کی دلیل ہوگی کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہوگی جیسے گواہی نصف ہے میراث نصف۔

نصف دیت پر عقلی دلیل

احکام القرآن ابن عربی مالکی ج ۱ ص ۸۷ پر ہے کہ ”دیتوں کی بنیاد شریعت میں عزت میں ایک دوسرے سے زائد ہونے اور مرتبہ میں تفاوت پر ہے کیونکہ دیت ایک مالی حق ہے جو صفات کے تفاوت سے تفاوت پالیتا ہے بخلاف قتل کے کہ جبکہ وہ گناہ سے روکنے کیلئے مشروع ہوا ہے تو اس میں یہ تفاوت معتبر نہیں ہوتا۔ اسکے ثابت ہونیکے بعد غور کیا تو عورت کو مرد سے ناقص پایا اس لئے دیت ناقص لازم ہوئی۔

ہدایہ میں ہے ”یہ فرق اس لئے ہے کہ عورت کا حال مرد کے حال سے مختلف ہے ناقص ہے۔ اور منفعت اسکی مرد سے کم ہے جب تک کسی کے

(۱) اسی لئے قاعدہ ہے کہ ”القیاس مظهر لاثبت“ قیاس حکم کو ظاہر کرنے والا ہے ثابت کرنے والا نہیں حکم تو اس آیت یا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے جس میں وہ علت ذکر کی جارہی ہے۔

نکاح میں ہے دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی اور مرد کر سکتا ہے، اس لئے کم دیت ہے فطری طور سے مرد عورت میں انکے تمام ظاہری باطنی مستور قوی میں بے حد تفاوت ہے۔ اس کی تفصیل ڈاکٹری کی اور طب کی کتابوں میں مل سکتی ہے ایک بالکل ظاہری بات یہ ہے کہ ایک ہی ماں باپ کے لڑکا اور لڑکی کو دیکھ لیجئے جو تندرستی میں برابر کے قریب ہوں اسکی قوت و طاقت طول عرض چستی چالاکی سب اس کی بہن سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے ایسے ہی غذا اور کام میں تفاوت ہے۔ اور بہت سے تفاوت ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہو جائیں گے بعض جانوروں میں نر اور مادہ سر کے بڑے چھوٹے ہونے سے معلوم ہوتے ہیں بیل بھینسہ جس قدر سخت سخت کام دے سکتے ہیں ان کی مادہ نہیں دے سکتیں۔ جسمی، روحی، اخلاقی، ذہنی، عقلی، قوی میں تجربہ کیا جاسکتا ہے کچھ خصوصیات نسوانی کچھ مردانی خلقی و دلیعت کی ہوئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے مساوات بے عقلی کی بات ہے وہ خصوصیات دور ہو سکیں تو شاید کچھ مساوات کے قریب ہو سکیں اور ہر آیت نمبر ۱، ۲ فرق معلوم کر لیں اور آیت نمبر ۲۰ میں اپنے طرز عمل کو پرکھ لیں۔

تتمہ

احادیث شیعہ:-

نمبر ۱: فروغ کافی ج ۷ ص ۲۹۹۔ ابو عبد اللہ سے میں نے سنا ہے فرماتے تھے اس شخص کے بارے میں اس نے کسی عورت کو قتل کر دیا تھا عداوت فرمایا اگر عورت کے اعزہ چاہیں اسے قتل کر دیں اور نصف دیت قاتل کے اہل کیلئے دیدیں۔ اور اگر چاہیں تو نصف لے لیں پانچ ہزار درہم۔

نمبر ۲: اور ص ۲۹۸ پر ہے جب کوئی مرد عورت کو قتل کر دے تو اگر قصاص چاہتے ہوں تو مرد کی زائد دیت ادا کر کے مرد کو عورت کے بدلے قتل کر دیں ورنہ اگر یہ نہ کریں تو قاتل سے دیت قبول کر لیں عورت کی پوری دیت اور عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

نمبر ۳: الاستبصار للطوسی ج ۴ ص ۲۲۵۔ ابو عبد اللہ نے فرمایا اس شخص کے بارہ میں جو عورت کو قتل کر دے عداوت جو عورت کے اعزہ یہ چاہیں کہ اس کو قتل کر دیں ان کو اس کا اختیار ہے جب عورت کے اعزہ نصف دیت مرد کے اعزہ کو دیدیں اور اگر دیت قبول کریں تو ان کیلئے نصف دیت ہے۔

نمبر ۴: ایضاً ابو عبد اللہ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو

اپنی بیوی کو عہد اُقتل کر دے فرمایا اگر عورت کے اعزہ چاہیں کہ مرد کو قتل کر دیں تو اس کے اعزہ کو نصف دیت ادا کر دیں اور چاہیں تو نصف دیت لے لیں پانچ ہزار درہم۔

نمبر ۵: ایضاً۔ ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب مرد عورت کو قتل کر دے تو قصاص چاہیں تو مرد کی باقی دیت اس کے اعزہ کو ادا کریں اور قصاص لے لیں اور اگر ایسا نہ کریں دیت قبول کر لیں تو پوری دیت ہے اور عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

نمبر ۶: ایضاً ص ۲۶۲ ابو عبد اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے قصداً کسی عورت کو قتل کر دیا ہو تو فرمایا اس کے اعزہ چاہیں اس کو قتل کر دیں اور اس کے عزیزوں کو نصف دیت ادا کر دیں۔

غیر مسلم عورتوں کی دیت

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی معتبر کتاب المغنی ج ۹ ص ۵۳۲ پر ہے اور دیت ہر مذہب کی عورتوں کی ان کے مردوں سے نصف ہے۔

وما علینا الا البلاغ

جمیل احمد تھانوی



عورت کا فرض

از حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی (مفتی جامعہ اشرفیہ۔ لاہور)

ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض

کائنات عالم میں ہر مخلوق کے کچھ فرائض ہیں اور ان فرائض کی ہر ممکن بجا آوری اور اس کے تمام اسباب و ذرائع کے حصول کی کوشش اس کا واجبی بلکہ اولین اور آخری منصب ہے۔ منصب سے غافل یا فرائض سے ناواقف انسان جانور سے اور جانور جمادات سے بدتر گناہی جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان عورت کا اصلی فرض کیا ہے؟ اور اس کی وجہ سے اس کا منصب اور کار منصب کیا ہے؟ اس کے بعد تمام بہنوں سے بہت ادب کے ساتھ عرض کرنا ہے کہ وہ اپنے منصب اور فرض کو پہچانیں اور کار منصبی کو اختیار کریں۔ ورنہ دوسرے مشغلوں میں لگ کر اگر وہ فرض اور منصب سے غافل رہیں تو وہ اپنی زندگی کو ضائع کر رہی ہیں۔ بلکہ قوم و مسلمان کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہی ہیں۔ ہر مسلمان کا سب سے اولین فرض جو مرد اور عورت سب کا مشترکہ فرض ہے ایمان، اعمال صالحہ، اخلاق اسلام معاملات

www.KitaboSunnat.com

(۱) شمار کیا جاتا ہے۔

کے جائز پر عمل نامائز سے احتراز اور ہر ہر گناہ سے پرہیز اور پھر ان سب باتوں کا علم حاصل کرنا ہے۔ جس کے بغیر یہ کام ناممکن ہے مختصر مگر اکثر ضروریات کے لئے کافی اس فرض کے ہر شعبہ کے علم کا نصاب حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب ”بہشتی زیور“ ہے۔ کم سے کم اس کتاب کے سب حصوں کا علم ہر عورت کے لئے ضروری ہے۔ مگر کتنی ہیں جو اس کو پڑھ چکی یا مطالعہ کر چکی ہیں اور کتنی وہ ہیں جنہوں نے اس کو راہ عمل تجویز کر لیا ہے۔

ماں ہونے حیثیت سے عورت کا فرض

اس کے بعد خاص عورت کے دو فرض اور ہیں۔ بیوی ہونا اور ماں بننا۔ ہر عورت کو اگر زندگی اور توفیق الہی شامل حال ہے تو ان دونوں فرضوں کا اہل بننا ہے اس وقت ان کی وجہ سے چند فرائض اور بھی عائد ہوتے ہیں میں اس وقت ان میں سے دوسرے فرض ماں بننے کے متعلق ذرا تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ اور اس لئے کہ ملک اور قوم کی تمام تر ترقی و تباہی کا مدار اسی وجہ پر ہے اگر ماں صحیح ماں ہے اصلی خیر خواہ اور حقیقی نظر رکھنے والی ماں ہے تو اولاد پر اس کا وہ اثر ہوگا کہ دنیا اس کی مثال نہ دکھا سکے گی اور ماں میں ذرا

بھی قصور اور کوتاہی باقی رہ جائے گی تو وہ اولاد میں کئی گنا ہو کر ظاہر ہوگی۔ اور یہی اولاد ملک و قوم ہے تو قوم کی قوم تباہ ہو جائے گی۔

ماں ایک ماں ہی نہیں ہے وہ بہت سے محسنوں، بڑے منعموں اور بڑی باکمال ہستیوں کا مجموعہ^(۱) ہے۔ اس لئے ہر لڑکی کو جس کو ایک وقت ماں بننا ہے ان تمام کمالات میں بے مثال اور انتہائی درجہ ہونے کی ضرورت ہے اسی کے کامل ہونے سے اولاد کامل اور ناقص ہونے سے اولاد ناقص بلکہ اس کے باکمال ہونے سے ملک و قوم باکمال اور ناقص ہونے سے ملک و قوم ناقص اور برسر زوال^(۲) ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی دولت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ ایمان ہے جس پر جان عزت مال بلکہ ساری دنیا تک تبحر^(۳) دینا ہر آدمی کا فرض ہے۔ لیکن یہ دولت اگر مال سے حاصل ہو سکتی تو دنیا کے غیر مسلم مالداروں کو بھی ہوتی۔ اگر طاقت و قوت سے حاصل ہو سکتی تو بڑی طاقت و قوت والے کافروں کو بھی مل جاتی۔ اگر عزت و جاہ سے حاصل ہو سکتی تو فرعون صفت بادشاہ کو بھی مل سکتی۔ گھر بیٹھے یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔ تو صرف ماں سے اول درجہ میں اور باپ سے دوسرے درجے میں۔ ماں کے ہی کرم و لطف کا صدقہ ہے کہ ہم مسلمان اہل جنت اور خدائے

(۱) اس لئے کہ وہ خود جتنی باکمال ہوگی اس کی اولاد اتنی ہی باکمال ہوگی تو گویا وہ سب کی خوبیوں کا مجموعہ ہوگی

(۲) زوال کا شکار (۳) قربان کر دینا۔

قدوس کے خاص بندوں میں داخل ہو گئے ہیں ہر ماں اس نعمت کا ذریعہ ہے

عورت کمال ایمان کا ذریعہ ہے

لیکن بالکل کھلی بات ہے کہ ذریعہ جس قدر قوی ہوگا اسی قدر نعمت قوی ہوگی اور جس قدر کمزور ہوگا اسی قدر یہ نعمت کمزور ہوگی اس لئے ہر ماں اور ہر ہونے والی ماں کو یہ سوچنا ضروری ہے کہ وہ اس بے مثال اور لازوال نعمت کا ذریعہ ہے اس نعمت کو قوی اور کمزور کرنے میں اسی کو دخل ہے۔ اگر خود اس کا ایمان انتہا درجہ کا قوی ہے تو اس کی اولاد اور پھر اولاد در اولاد بلکہ رفتہ رفتہ تمام قوم کا ایمان قوی ترین ایمان ہے اور اگر اس کے ایمان میں ذرا سی بھی کمزوری یا لچک ہے تو یہ اولاد اور پھر قوم کے ایمان کی کمزوری کا سبب ہے۔ اور عجب نہیں کہ کسی وقت کسی کے ایمان سے الگ ہونے کا احتمال بھی پیدا ہو جائے تو بتائیے تو سہی کہ اس کی ذمہ داری کس کس پر ہوگی؟ نیک اعمال، عبادات، معاملات کا حلال و حرام اور اخلاق اسلام اس میں شک نہیں کہ تعلیم سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں اور ہوتے بھی ہیں لیکن دنیا جانتی ہے کہ علم حاصل کر لینا اور بات ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جانا اور بات ہے مشکل کام عمل ہے اور تمام عالم کے تمام علوم کی عملی صورتیں محض علم سے عمدہ اور آسان

نہیں ہو جاتی ہیں لکڑی کا کام، لوہے کا کام، معماری کا کام بلکہ دنیا کا ہر کام سننے اور قواعد معلوم کرنے سے آسانی سے نہیں آ سکتا۔ نہ عمدہ ہو سکتا ہے جب تک کسی معلم سے اول اس کا علم حاصل کیا جائے پھر کسی استاد کی مدد سے اس پر عمل کی مشق کی جائے۔ اور مشق کی زیادتی سے عمل کی رفتار تیز کی جائے تو پھر سہولت سے علم و عمل آ جاتا ہے اور عمدہ ہوتا ہے جلد اور نفیس بن آتا ہے۔

ماں ان تمام اعمال و عبادات اخلاق و معاملات تہذیب و شائستگی کی معلم اول ہے اور ان کے اعمال کی اولین استاد ہے لیکن کوئی بھی اس سے واقف نہ ہوگا۔ کہ کیا کسی چیز کا معلم اور اس کے عمل کا استاد وہ ہو سکتا ہے جو اس علم و عمل میں کافی دستگاہ^(۱) نہ رکھتا ہو اور اگر معلم و استاد ایسا ہوگا تو آپ خود خیال فرمائیے کہ وہ کیسی تباہی کا سبب ہوگا۔ لہذا ماؤں اور ہو سکنے والی ماؤں کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ایسا معلم اور ایسا استاد بننے کی ضرورت ہے کہ ایسا معلم اور ایسا استاد بننے کے لئے ان کو عبادات و معاملات اخلاق و تہذیب میں کس قدر ماہر ہونے کی ضرورت ہے اور اگر اس مہارت میں ذرہ برابر بھی نقص رہ گیا تو معلم و استاد کا نقص کتنا تباہ کن ثابت ہوگا۔ اس لئے ہر لڑکی کو خود اور اس کے سرپرستوں کو ان تمام امور میں مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ قومی تباہی کے اسباب کو دعوت دینا ہے۔

عورت بہترین اتالیق ہے

بچوں کی تعلیم و تربیت سے سبھی واقف ہیں اور بعض بعض کو بہت تجربہ حاصل ہے مگر اتنا تو سب جانتے ہیں کہ جب تک بچہ کا مستقل ۲۴ گھنٹہ کا کوئی نگران اتالیق (۱) نہ ہو بچہ کی تربیت اچھی نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے بعض ہوشمند لوگوں کا معمول ہے کہ وہ بچوں کے لئے مستقل اتالیق رکھتے ہیں۔ لیکن نہ ہر شخص کا یہ نظریہ نہ حوصلہ نہ گنجائش۔ اس فرض کو بھی ماں ہی بخوبی انجام دے سکتی اور دیتی ہے وہ ایک عمدہ اور ہر وقت ساتھ رہنے والی اتالیق ہے لیکن اتالیق ہونے کے لئے ان تمام برائیوں سے جن جن سے بچوں کو بچانا ضروری ہے خود کا بچانا اور بھلائوں سے جو بچوں میں پیدا کرنی منظور ہیں خود اچھی طرف موصوف ہونا ضروری ہے اگر اتالیق ایسا نہ ہوگا تو وہ بجائے اتالیق ہونے کے بچہ کو خراب کرنے والا ہوگا۔ پھر اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نگرانی میں بچوں کو مانوس بھی رکھ سکے اور اس کو بُری عادات کے چھڑانے اور اچھی عادات پیدا کرنے کا سلیقہ بھی ہو اتالیق ماں کے لئے بھی ان سب باتوں کے جامع ہونے کی ضرورت ہے اور ابتداء سے آخر تک اس مہارت کی کوشش کی ضرورت ہے۔

(۱) نگرانی کرنے والا استاد۔

عورت بحیثیت مُرشد

صحبت نیک کی ہر بچہ کے لئے انتہائی ضرورت ہے صحبت بد ایک منٹ کی بھی نیک صحبت کے برس ہا برس کے اثر کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ جس ماں کی گود میں اور اس کی نظر میں برابر پرورش ہوگی اس سے زائد صحبت کون مل سکے گی اگر ماں انتہائی نیک، متقی، پرہیزگار خدا رسیدہ ہے تو بچوں پر نیک اثر ہو سکتا ہے اگر ماں میں ایک بدی بھی ہوئی۔ تو بچوں پر دوسرے نیک اثرات کا قلع قمع ^(۱) کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے ہر ماں اور ہر ہو سکنے والی ماں کو انتہائی نیکی اور پارسائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ اس کی ایک لغزش ^(۲) بھی انتہائی خطرناک ثابت ہوگی۔ اس لئے ماں کی شفقت کا ایک بڑے خدا رسیدہ بزرگ کی ہمنشینی ^(۳) کا کام بھی دیتی ہے تو اس کو ایسا ہونا بھی چاہئے۔

دین کی باتیں سن لینے پڑھ لینے سے دل کی گہرائیوں میں نہیں پہنچتی ہیں یہ کام پیر کا ہے کہ دل میں ایسا جما دے کہ ان سے ایک منٹ کی بھی غفلت نہ ہو سکے۔ اسی لئے لوگ اپنے دین کو مضبوط کرنے کے لئے بڑے بڑے صاحبِ نسبت پیر تلاش کرتے اور ان سے یہ خدمت سرانجام دلاتے

(۱) بڑے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کافی ہے (۲) کوتاہی (۳) نیک بزرگ کی صحبت کا کام دیتی ہے۔

ہیں۔ لیکن ہر شخص کا تجربہ ہے کہ ماں بچپن سے جو بات دل میں بٹھا دیتی ہے وہ آخر وقت تک نہیں نکلتی۔ اس لئے اگر ماں انتہائی نیک ہوگی تو وہ دین کو دل میں ایسا جمادے گی کہ انشاء اللہ پھر تاقیامت تک لُس سے مَس (۱) نہ ہوگا۔ لہذا ماں ایک زبردست پیر بھی ہے۔ اب آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ ایک پیر کے لئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ کتنا ہم دین (۲)، کتنا عمل، کتنے درود و وظائف کتنا خدا رسیدہ ہونا درکار ہے۔ تو یہی سب باتیں ایک ماں کے لئے ضروری ہیں۔ اور ابتدا سے ان کاموں میں لگانے اور اس میں ان باتوں کے جمانے کی ضرورت ہے۔ اگر پیر میں خلل (۳) ہوگا۔ تو مرید گمراہی کے گڑھوں میں نظر آئیں گے۔ اسی طرح اگر ماں میں کوئی خلل ہوگا تو اولاد پھر قوم کی قوم تباہی کے گھاٹ اتر جائے گی۔

عورت کی بُرائی کا اثر اس کی اولاد میں

انسانی طبیعت مانوس ہو جانے والی طبیعت ہے۔ جو گناہ بدی رسم بری بات یا بری عادت کبھی بھی کسی سے نہ ہوئی۔ نہ اس نے کسی سے ہوتے سنی دیکھی۔ اس سے طبیعت میں نفرت ہوتی ہے اور دیکھنے سننے سے وہ نفرت کم ہو جاتی ہے۔ اور اگر کسی وقت بھی وہ عمل میں آگئی۔ تو دل سے نفرت نکل

(۱) قیامت تک ادھر ادھر نہیں ہوگا (۲) دین کا غم رکھنا (۳) اگر پیر میں نقص ہوگا۔

گئی۔ یہی وجہ ہے کہ سور کھانے سے جو نفرت ہم محسوس کرتے ہیں وہ شراب کے نام سے نہیں کرتے کہ بعض لوگ اس میں مبتلا سنتے ہیں اور جن گناہوں میں زیادہ مبتلا سنتے رہتے ہیں۔ ان کی نفرت بھی شراب سے بھی کم ہوگئی۔ اور جس میں خود مبتلا ہو چکے ہیں۔ یاد رہے اس کی نفرت قریب بہ غائب (۱) ہو چکی ہے۔ اگر مائیں کسی گناہ، کسی رسم کسی بدی یا کسی بری عادت میں مبتلا ہوں گی تو اولاد میں اس سے نفرت نہیں ہوگی اور عجب نہیں کہ وہ اس سے انس (۲) ہو کر ہمیشہ کے لئے ان کی تباہی کا سبب بن جائے۔ ممکن ہے اگر آپ تحقیق کریں تو بہت گناہوں، جرائم اور رسموں کا سبب یہی نکلے۔ اس لئے مائیں اور ہونے والی مائیں جب تک اپنے دل میں ان سب برائیوں سے پوری پوری نفرت نہ جمالیں۔ اس وقت تک اولاد اور پھر قوم سے برائیاں دور ہونا مشکل ہے۔

تمام عورتوں کو نصیحت

اس لئے تمام بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے موجودہ یا آئندہ فرض کو محسوس کریں اور اس کے منصب (۳) کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر اپنے کو ایسا سچا پاک مخلص، متقی، پرہیزگار مسلمان بنائیں۔ جس سے اولاد اور پھر ساری قوم سنور سکے۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی ہر ایک کوتاہی انہی کے لئے

(۱) نہ ہونے کے برابر (۲) محبت ہو کر (۳) مقام کو۔

دینی و دنیوی تباہی کا سبب نہیں نسل در نسل اولاد اور پھر اسی طرح سارے ملک و قوم کی تباہی کا سبب ہے۔ اگر وہ اپنی جان آبرو مال پر رحم کھا کر اپنے کو نہیں سنبھالتیں تو ساری قوم پر رحم کھائیں کہ پوری قوم کی ذمہ داری انہی کے سر پر ہے۔

تمام مردوں عورتوں یعنی لڑکیوں کے ماں باپ اعزہ اقربا سے درخواست ہے کہ وہ امت محمدیہ علی نبیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحم کریں۔ لڑکیوں کو ان کے پیش آنے والے فرض اور اس کے منصب کے مطابق تربیت (۱) دیں اور قوم کو تباہ کرنے سے باز آجائیں۔
والسلام۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهٖمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ
عَلٰی اِبْرٰهٖمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهٖمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مُّجِیْدٌ

(۱) جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کم از کم اپنی بیچوں کو ہشتی زیور پڑھائیں اور اس میں ذکر کردہ مسائل یاد کرادیں
کردہ ان کو پوری زندگی کام آئیں گے اور بچوں کی تربیت کرنے میں مفید ہوگا۔ فقط۔ ظیل احمد تھانوی۔



عرض مرتب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و علی الہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد! زیر نظر رسالہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے درحقیقت ایک استفتاء کا مفضل جواب ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ آج سے چھ سال قبل سلمان رشدی نامی ایک شخص نے اپنی کچھ مغالطات انگریزی ناول کی شکل میں شائع کیں تو پوری دنیا کے مسلمانوں میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ عالم اسلام کے سرکردہ افراد مختلف اسلامی تنظیموں اور مسلمانان عالم اسلام نے اس گستاخ دریدہ دین شخص کو سزا دینے کا مطالبہ کیا اور اس کے لئے پوری دنیا میں احتجاج کی آوازیں بلند ہوئیں۔ عالم اسلام کے اس احتجاج پر اسرائیل نے مجرم کو پناہ دینے کا اعلان کیا تو ایران نے اس دریدہ دین شخص کو موت کے گھاٹ اتارنے والے فرد کے لئے خصوصی انعام مقرر کیا۔ اس موقع پر یہ سوال بھی اٹھا کہ اسلامی شریعت میں ایسے گستاخ شخص کی سزا کیا ہے؟ برطانیہ کے کچھ معزز مسلمانوں نے اسی سوال پر مبنی ایک استفتاء جامعہ اشرفیہ لاہور کے دارالافتاء میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہ کی خدمت میں ارسال کیا اور تفصیلی جواب کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت والا مدظلہم نے اس ناچیز کو تفصیلی جواب مرتب کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ حسب الحکم احقر و زانہ آیات قرآنیہ، احادیث طیبہ اور علماء، فقہاء اور محدثین کی عبارات اُردو ترجمہ کے ہمراہ مرتب کر کے حضرت مددِ وح کی خدمت میں پیش کرتا اور آیات و عبارات کے درمیان کچھ جگہ خالی چھوڑ دیتا جسے حضرت اپنے قلم سے پُر فرماتے اور اس میں بیش بہا نکات درج فرماتے۔

اس طرح یہ پورا فتویٰ احقر کے استاذ و مرتی، فقیہ محقق، بقیۃ السلف حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی (مد اللہ ظہم العالی بالحقۃ والعافیتہ) کے قلم یا اُن کے املاء کا فیض ہے۔ صرف عربی عبارات اور اُن کے اردو ترجمہ کا حقہ احقر نے جمع کر کے مرتب کیا (اور غالباً خلاصہ اور استفہاء کے نمبر وار جواب بھی احقر کے قلم سے ہوئے تھے) بہر حال یہ فتویٰ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے افادات کا اہم مجموعہ بھی ہے اور غالباً اس موضوع پر اردو زبان میں یہ سب سے تفصیلی فتویٰ ہے جس میں توہین رسالت کی سزا کے فقہی پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے اور مستند دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ یہ تفصیلی فتویٰ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ میں مرتب ہوا اور کچھ ہی عرصہ بعد ماہنامہ ”الحسن“ کی خصوصی اشاعت میں شائع کیا گیا۔

ابھی حال ہی میں (یعنی ۱۴۱۵ھ میں) پاکستان میں توہین رسالت کے قانون سے متعلق عوامی حلقوں میں ایک بحث چھڑی تو بعض رسائل میں اس فتویٰ کی بعض عبارات شائع ہوئیں مگر وہ ناقص عبارات تھیں جن سے غلط فہمی پیدا ہونے کا بھی امکان تھا اس لئے خیال ہوا کہ یہ مکمل فتویٰ نئے عنوان کے ساتھ باقاعدہ کتاب کی شکل میں طبع ہو کر محفوظ ہو جائے تاکہ حضرت ممدوح دام ظلم اور اس ناچیز کے لئے باعثِ اجر و ثواب ہو اور اس موضوع کے متلاشی حضرات کے لئے استفادہ کرنا ممکن ہو۔ چنانچہ اب یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالیٰ اسے نافع بنائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں ایساں کی قوت و حلاوت پیدا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت ہماری لگ لگ میں پیوست فرمادیں۔ آمین

فقط

احقر محمود اشرف غفر اللہ

۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

اسلام و مسلمان اور رُشدی سلمان

سلمان رُشدی کی انسانیت سوز گالیوں پر ایک نظر
ایسے گستاخ شخص کی سزا سے متعلق

- قرآن شریف کی آیات ○ چالیس احادیث مبارکہ
- اجماع امت کے دس حوالہ جات ○ قیاس عقل کی سات وجوہات
- ذہاب بعد کے دس جلیل القدر فقہاء کے اقوال ○ اجرائے سزا پر فقہی عبارات
- رشدی کی مبدیہ معافی کے دھوکہ ہونے اور سچی توبہ کی شرائط کا بیان

نیز بطور ضمیمہ جات

- قاتلہ ایران کے اقدامات پر سات نکات ○ اسرائیل کے کردار سے متعلق ساٹھ

از

فقہیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحبِ نظر عالم الی۔ دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

جمع و ترتیب

محمود اشرف عثمانی، رفیق دارالافتاء و استاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

(مضمون کی پہلی اشاعت کا عکس)

استفتاء

محترم و مکرم حضرت اقدس مفتی جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم !
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

شاہد رسول سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" (SATANIC VERSES) پبلکیشن نے ستمبر ۱۹۹۸ء میں برطانیہ میں ایک نہایت سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بڑے اہتمام اور شیطانی پروپیگنڈے کے ساتھ شائع کی ہے۔ یہ کتاب صرف نام ہی کی نہیں، بلکہ پیسج ایک شیطانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا دشمن شیطان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہوا۔ لیکن اس کتاب میں شیطان نے اپنی شیطنت کو جس طرح ننگا کر کے پیش کیا ہے اور پھر جس طرح ایک مسلمان کے نام سے کیا ہے اس کی کوئی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ رشدی اپنی کتاب کو یورپ کی سات زبانوں میں شائع کرانے کا انتظام کر رہا ہے۔

رشدی برطانیہ کا شہری ہے۔ وہ بمبئی (انڈیا) کے ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا۔ کیمبرج یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور مستشرقین کی تصانیف سے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے رشدی کو ایک روشن خیال مسلم مصنف کے طور پر دنیا میں مشہور کیا۔ رشدی نے ٹیلی ویژن اور اخبارات میں بیان دیا:-

”میرا ایک مسلم گھرانے سے تعلق ہے اسی میں پروان چڑھا ہوں اور اسلام ہی میری دلچسپیوں کا محور ہے۔ میں بھلا اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف کیسے لکھ سکتا ہوں۔ لوگوں نے میرا ناول سمجھنے میں کوتاہی کی ہے“

۵۴ صفحات اور ۹ ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہادی انسانیت سرور عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر ایک منظم حملہ ہے۔ خصوصاً اس کے دو باب ۲ اور ۳ جو ستر صفحات پر مشتمل ہیں ان میں پیغمبر خدا، اہمات المؤمنین، قرآن مجید، اسلامی عقائد اور صحابہ کرامؓ کی ذات گرامی پر اندراہ خباثت نہایت گستاخانہ اور شرمناک حملے

کئے گئے ہیں جن کے تصور سے بھی انسانی دُوح کا نپ اُٹھتی ہے۔

مسلمان دُنیا بھر میں تو اپنی رسالت کے بھرموں کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ زمانہ شاہد ہے کہ حرمتِ تاجدارِ مدینہ پر مرٹنا مسلمان کی پہچان ہے۔ تقریباً تیس مسلمان ناموس رسالت کے تحفظ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ الریاض (سعودی عربیہ) میں ۱۳ مارچ ۱۹۸۹ء کو منعقد ہونے والی وزرائے خارجہ کی اٹھارہویں کانفرنس نے متفقہ طور پر ”شیطانِ آیات“ کی شدید مذمت کرتے ہوئے رشدی کو مرتد قرار دیا ہے۔ برطانیہ کے ۲۰ لاکھ مسلمان گذشتہ ۶، ۷ ماہ سے مسلسل اس کتاب، اس کے مصنف اور پبلشرز کے خلاف بڑے زور شور سے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مسلمان اس بات کا بچتہ عدمِ کچکے ہیں کہ انشاء اللہ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک حکومت برطانیہ ان کے کم از کم یہ مطالبات منظور نہ کر لے یعنی :-

- کتاب کو فوری طور پر ضبط کیا جائے۔
- مصنف اور پبلشرز کو قرارِ واقعی سزا دی جائے۔
- بلا تفریق مذہبی تحفظات کا قانون نافذ کیا جائے۔

وزیر اعظم مسز تھیچر اور وزیر خارجہ سر جیفری ہاؤڈ نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اس شیطانی کتاب نے اسلام جیسے عظیم مذہب کے تقدس پر ایسے افسوسناک حملے کئے ہیں جس سے مسلمانوں کے ایمانی جذبات بُری طرح مجروح ہوئے ہیں۔ یہودی اور عیسائی مذہبی لیڈروں نے بھی مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور اس کتاب کی مذمت کی ہے۔

رشدی اور پینگوئن کی ناپاک حرکت کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرنا ہمارا ایسا فی اور انسانی فرم ہے۔ اگر اسے خاموشی سے برداشت کر لیا گیا تو دوسرے تو دوسرے ہم خود اپنی نئی نسل کے بارے میں اطمینان نہیں کر سکتے کہ اس کے دلوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ ان پر قربان) کا وہی احترام قائم رہ سکے گا جو مسلمانوں کا شعار ہے۔ وہ ہستی جسے ہم انسانیت کا رہبر سمجھتے ہیں اور جس کی ہم

پر انسانیت کی نجات اور فلاح موقوف ہے، اس کے حق میں تقدس اور احترام کی فضا قائم ہونا اور اُسے برقرار رکھا جانا ضروری ہے۔ اگر یہ فضاء قائم نہ رہے تو اس کی رہبری کا مقام محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور عالم انسانی کو اس سے استفادہ کرنا آسان نہیں ہو سکتا۔

اس پس منظر کے بعد اب نہایت دُکھ کے ساتھ معنی ضرورت کے تحت شیطانی کتاب سے یہ چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد) تاکہ فتنے دینے میں آسانی ہو۔

● اس کتاب میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے متفقہ برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ”حرامی“ کہا گیا۔ صفحہ ۹۵

● حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرون وسطیٰ کے اس ہتک آمیز نام ”مہوند“ سے پکارا گیا ہے جس کا مطلب (نعوذ باللہ) شیطان یا جھوٹا نبی ہوتا ہے۔ صفحہ ۹۵۔

● نیز آپ کے متعلق یہ فقرے استعمال کئے گئے ہیں :-

”وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کے پاس نیک و بد میں امتیاز کرنے کے لئے وقت نہیں“ صفحہ ۳۶۳

”و اپنی بیوی کی وفات کے بعد مہوند کوئی فرشتہ نہیں رہا، آپ میرا مطلب خود بخود ہی سمجھ لیجئے“ صفحہ ۳۶۶

”اسے جو وحی آتی وہ اس کی اپنی غرض کے لحاظ سے ”بروقت“ ہوتی تھی یعنی ایسے وقت جبکہ ”مومنین“ آپس میں جھگڑ رہے ہوتے تھے“ صفحہ ۳۶۴

”صحابہ کرام کو نام لے کر ”احمق“ اور ”ناکادہ“ کہا گیا ہے“ صفحہ ۱۰۱

”طوائفوں اور فاحشاؤں کو پیغمبر خدا کی ازواجِ مطہرات کے نام دے کر ایک قحبہ خانے میں پیش کیا گیا ہے اور اس ضمن میں حسب ضرورت دل کھول کر ادبی مقلعات بھی گئی ہیں۔ صفحہ ۳۸۱ تا ۳۸۳

”اسلام کے متبرک شہر مکہ کو ”جہلیہ“ کے نام سے پکارا گیا ہے، یعنی جہالت

اور تاریکی کا گھر۔“ صفحہ ۹۵

وہ مسلمانوں کا خدا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک کاروباری تاجر ہے اور اسلامی شریعت تو ہر ذلیل سے ذلیل چیز میں بھی گھسی ہوئی ہے۔ صفحہ ۳۶۴

وہ اغلام بازی اور مجامعت کے خصوصی آسن کی خود جبریل امین نے توثیق کر رکھی ہے۔“ صفحہ ۳۶۴

رشدی کے جرم و سزا کی صحیح اسلامی شرعی حیثیت سمجھنے میں مسلمان کچھ دقت محسوس کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ذہنی کشمکش اور افراط و تفریط کے مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ مندرجہ بالا پس منظر اور اقتباسات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں اور فقہ حنفی، فقہ مالکی، فقہ شافعی اور فقہ حنبلی کے حوالے سے حسب ذیل سوالات کے مدلل جوابات و وضاحت کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ اہم مسلمہ خاص طور پر برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمانوں پر آپ کا بہت بڑا احسان ہو گا۔ دشمنوں کے زہریلے پروپیگنڈے زوروں پر ہیں اور مسلمان علوم دینیہ سے پوری طرح واقف نہیں۔ ایسے حالات میں اسلامی موقف کی صحیح وضاحت وقت کی اہم ضرورت ہے:-

سوال ۱:- شاتم رسول رشدی کے جرم کی اسلامی فقہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں کیا تعریف ہے؟ یعنی رشدی مرتد ہے، یا لادین یا دونوں کا اس پر اطلاق ہوتا ہے۔

سوال ۲:- رشدی کے جرم کی شریعت نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

سوال ۳:- شریعت کے مطابق جاری کردہ سزا کیسے نافذ کی جائے گی؟ کون سے ادارے یا افراد سزا کو نافذ کرنے کے ذمہ دار ٹھہرائے جائیں گے؟

سوال ۴:- کیا اسلامی شرعی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر اور صفائی کا موقع دیئے بغیر رشدی جیسے کلمہ کھلا اور خود اقرادی شاتم رسول (جو کہ بارہا ٹیلی ویژن پر توہین آمیز کلمات دہراتے ہوئے یہاں تک کہہ چکا ہے کہ ”کاش میں نے اس

- سے بھی سخت تنقیدی کتاب لکھی ہوتی“ کے خلاف اسلامی سٹراٹا فڈ کی جاسکتی ہے ؟
- سوال ۵ :- ارشادی کے لئے معافی اور تلافی کی کیا صورت ہے ؟ کیا کسی طرح وہ دُنیاوی سٹراٹے بچ سکتا ہے ؟
- سوال ۶ :- کیا پبلشرز ”پینگوئین“ اور دیگر ملوث اداروں کے ساتھ مسلمانوں کو کسی قسم کا کاروبار جائز ہے ؟
- سوال ۷ :- ارشادی کی حمایت اور اُس کی کتاب کو سراہنے والے مسلمانوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

السائلین

- مفتی مقبول احمد چیئر مین اسلامک ڈیفنس کونسل سکاٹ لینڈ -
 مقبول احمد، محمد اسلم لاہوری (ایگزیکٹو ممبر)
 احقر محمد اسلم، طفیل حسین شاہ (وائس چیئر مین)
 طفیل حسین شاہ، قاضی منظور حسین (کنوینر جلوس کمیٹی)۔
 منظور حسین، مسٹر بشیر مان (بج پی) سیکرٹری
 بشیر احمد مان، ابو محمد سعید چوہدری، (کنوینر مسلم ممالک رابطہ کمیٹی)
 ڈاکٹر عبید الروف (کوآرڈینیٹر)
 جاوید اقبال ظفر (خزائنچی)

الجواب

مبسملاً ومُحمدلاً ومصلّياً ومسلماً۔

مسلمان رشدی کی فحش گالیوں کی تحریرات اگر واقعی انہی کی ہیں کسی اسلام کے سخت ترین دشمن نے لکھ کر ان کے نام کی اجازت لے کر نہیں چھاپ دی، واقعی ان کی ہے تو ایسا ممکن ہونا ہی عقل میں نہیں آتا کہ ایسی تحریرات جو کسی شریف کی زبان یا قلم پر آ ہی نہیں سکتیں وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے قلم سے کیسے ممکن ہیں؟ جس شخص میں اسلام تو اسلام شرافت کی کوئی رمت بھی باقی ہوگی وہ ایسی باتوں کا تخیل بھی نہیں لاسکتا۔

جو تمہاری ماں بہن کو کوئی ایسا ایسا کہتا
تم ہی منصفی سے کہہ دو کہ تم اس کا کیا بناتے؟

اگر یہ تحریریں کسی سخت کمینہ دشمن نے مرتب کر کے ان سے پانچ ہزار ڈالر کا وعدہ کر کے ان کے نام سے طبع نہیں کر دیں، واقعی انہی نے کسی کے دھوکہ میں آ کر لکھ ماری ہیں تو ان کے احکام قرآن مجید، احادیث پاک، اجماع اُمت، قیاسات شرعیہ اور اسلاف اُمت کی تحقیقات سے پیش کرتے ہیں۔

مکن ہے خود رشدی صاحب، سارے مسلمان اور شریف النفس غیر مسلم غور کریں
اور اس شعر کو سمجھ لیں۔

قرآن شریف کی آیات

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَذِهِ السُّبُلَ الَّتِي اتَّخَذُوا فَتَكُونُوا مِنَ الْمُضِلِّينَ
”نبی مبین کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں“

(سورۃ احزاب آیت ۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تو ہماری اپنی جانوں کے حق سے بہت زیادہ ہے اور اُن کی ازواج مطہراتِ نوسب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ ان روحانی ماؤں کا حق جسمانی ماؤں سے اس قدر زائد سمجھنا ضروری ہے جتنا روح کا حق جسم سے زائد رہتا ہے کہ جسم چند روز میں مٹی بن کر نیست و نابود ہونے والا ہے اور روح سب کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہتی ہے۔

ہر آدمی مسلمان ہو یا نہ ہو مگر ذرا شریف قسم کی عقل رکھتا ہو وہ کبھی اپنی جسمانی والدہ کے متعلق ایسی گالیاں سُن کر خون کھول جائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سوچ سمجھ لیجئے کہ اس کا جذبہ دل و ایمان کیسے ٹھنڈا ہو سکتا ہے؟

ہر آدمی اپنے سے جواب لے کہ اس کے ساتھ ایسا ہو تو وہ کیا کرے؟

ایک ہماری ہی ماں نہیں ہم سب کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، اب سے لے کر پندرہ سو سال تک پہلے کے ان سلسلوں کی بھی وہی اعلیٰ قسم کی روحانی و ایمانی ماں، پھر آپ کے اپنے ہی سلسلہ نسب تک ڈیڑھ ہزار سال کے سارے مسلمانوں کی اُن کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کے سب پندرہ سو سالہ سلسلوں کی والدہ وہ بھی روحانی و ایمانی کو ایسی گالیاں!

۵۔ تم ہی منصفی سے کہہ دو کہ تم اس کا کیا بناتے

ہم موجودہ ہی کی نہیں تمام زندہ و فوت شدہ مسلمان مرد، عورت ان کے ماں باپ، نانا، نانی، دادا، دادی کے پندرہ سو سال تک کے سارے بزرگوں کی روحانی و ایمانی، ان ادبوں کھربوں بلکہ سنکھوں مہا سنکھوں بے حد و بیشمار بزرگوں کی گالیاں سُن کر قبروں میں، جنتوں میں، برزخ میں تلملنے والوں، والیوں کے خون کھولا دینے والے جذبات اس شخص کے لئے کیسے ہوں گے؟ اور جتنا اُن کا جہاں جہاں قابو چلے گا وہ کیا نہ کر سکیں گے؟

۵۔

یہ دُنیا ہے یہاں تو بند ہے بالکل زباں اُن کی
وہ عقبی ہے وہاں سُنی پُرسے گی داستاں اُن کی

رشدی صاحب! اپنے ماں باپ اور پندرہ سو سالہ تمام بزرگوں کے کھول جانے والے جذبات یہاں نہیں تو وہاں کیا کچھ نہ کر دکھائیں گے؟ دودن کی زندگی کا گھمنڈ نہ کرو جبکہ ہر وقت ایکسیڈنٹ کا شُبہ ہے اور اب تو روزِ دن کے ہارٹ اٹیک نے مشاہدہ کرا دیا ہے۔

مَلَّ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ
وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ
وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ
وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ
أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا
يُقُولُونَ لَهُمْ مَغْفِرَةً
وَرِزْقٌ كَرِيمٌ -

”گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق
ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے
لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے
مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد
ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں“ وہ
اس بات سے پاک ہیں جو یہ کہتے پھرتے
ہیں، اُن کے لئے تو مغفرت اور عزت

کی روزی ہے“ (سورۃ النور آیت ۲۶)

نکاح شادی میں لوگ سمجھتے ہیں کہ بس ہمارے انتخاب ہیں اور کچھ نہیں مگر یہ غیر مسلموں کے خیالات ہیں۔ حقیقت میں خدائے کائنات ایک کا جوڑ دوسرے سے لگاتے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہوتا، گوان میں سے کوئی عارضی کوئی دائمی ہو۔

ارشاد ہے کہ خبیث (بُری) عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور ایسے ہی مرد ایسی ہی عورتوں کے لئے ہوتے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہوتی ہیں اور ایسے ہی مرد ایسی عورتوں کے لئے۔

یہ قانونِ فطرت ہے اس لئے اولاً جو اس کے خلاف کئے گا وہ اس فطری

خدائی قانون کا انکار کر رہا ہے اور کسی اسلامی قانون کا بھی منکر باغی اور اسلام سے خارج ہے اذواجِ مطہرات میں سے کسی کو طعن کرنے والا صرف ان کے خاتونِ طیب ہونے کا ہی انکار نہیں کرتا بلکہ جن طیب مردوں کے لئے وہ ہیں اُن کے پاکیزہ ہونے کا انکار ہے تو یہ انکارِ قانون بھی اور نبیؐ کی پاکیزگی کا ضمنی انکار دوسرا کفر ہے ان اذواجِ مطہرات کو خبیث کہنا قانونِ خدا کا انکار تیسرا کفر، اور چونکہ خبیث، خبیث کیلئے ہے قانونِ تو نبیؐ کو ایسا کہنا چھوٹا کفر۔ ان کے بری ہونے کی شہادت خود اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں ان کا جھوٹا اور ان کا بری اور پاک ہونا خدائی شہادت ہے جس کے خلاف سے انسان باغی کافر ہوگا یہ پانچواں کفر ہے۔ ان کے لئے آخرت میں مغفرت نہ ہونے کا دنیا میں عیش نہ ہونے کا منکر یہ چھٹا اور ساتواں کفر ہے۔ ان باتوں میں تو خدا تعالیٰ کا بھی انکار لازم آ رہا ہے۔

۱۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یُرْمَوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ﴿۱۲﴾ ”جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں
 الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لَعْنُوا ﴿۱۳﴾ کو جو پاکدامن ہیں اور ایسی باتوں سے
 فِي الْمَدْنِیَّاتِ وَالْأَنْصَرِیَّاتِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۴﴾ بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں ان پر دُنیا
 اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا“
 (سورۃ نور آیت: ۲۳)

لعنت حق تعالیٰ کی ہر رحمت سے دُور کرنے کو کہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پاک سیدھی سادی معمولی مسلمان عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لئے دُنیا میں پھر آخرت میں تمام رحمتوں سے دُور کرنے کا اور قیامت کے بڑے عذاب کا انجام مقرر کیا ہے۔ یہ تو ہر مسلمان عورت پر تہمت لگانے کی دنیوی و آخری محرومی اور عذابِ عظیم ذکر فرمایا اور جو عورتیں بحکم قرآنی پاکیزہ ہیں پاکیزہ بزرگوں سے وابستہ ہیں پھر اور اُوپر چلے کہ انبیاء و رسل سے وابستہ ہو کر اور بھی سب کی مائیں اور دینی عظمت میں سب سے بڑھ کر ہیں اُن پر تہمت لگانے والے کا کیا حشر

ہو گا ذرا اس پر بھی غور کر لیں۔

وَالَّذِينَ يَزُمُونَ الْمَحْصَنَاتِ ۖ
ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِآرَبَعَةٍ شَهَادَةٍ
فَاجْلِدُوا لَهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً
وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا۔
(سورۃ نور: ۴)

اور جو لوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں
پر پھر چار گواہ نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں
کو اسی (۸۰) دڑے لگاؤ اور
اُن کی گواہی کبھی قبول نہ
کرو۔

یہ سزائے سخت تو صرف اُن کے لئے ہے جو عام مسلمان عورتوں پر تہمت لگائیں
اور چہم دید چار گواہ نہ لاجاسکیں۔ اب خیال کیجئے کہ ان سے بہت اونچے بزرگ
پر بلکہ طبقات ازدواج پر بلکہ اربوں کھربوں مسلمان کی ماں، نانی، دادی پر تہمت
لگائے اور چار چہم دید کیا ایک فرضی گواہ بھی نہ رکھتا، ہوتا تو اس کی سزا کیا، ہونی
چاہیئے؟ جن کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی کی اب پندرہ سو سال تک کی
سب کی بزرگ ترین ماؤں پر ایسی فحش گالی سے تہمت تو ہر مسلمان کے جذبات
کی تسکین آخر کس سزا سے ہو سکتی ہے؟ ہمیشہ کے لئے ناقابلِ شہادۃ ہونا تو معمولی
تہمت پر تھا اب کیا سزا ہوگی؟

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأَعَدَّ
لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۚ وَالَّذِينَ
يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيًا ۖ مَا كُتِبَ
فَقَدِ احْتَمَلُوا بِهَمَّتَانَا ۚ
إِنَّمَا مُّبَيِّنَاتٌ۔ (سورۃ احزاب: ۵۸)

”بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ
کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر دنیا و
آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے لئے
ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے،
اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور
ایمان والی عورتوں کو بدو ن اس کے کہ
انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ
لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔“

مِنَ الَّذِينَ تَوَلَّوْا كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ - (سورة النور: ۱۱)

شخص کو جتنا کسی نے کچھ کمایا تھا گناہ ہوا اور ان میں سے جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہوگی۔

منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تھی اس کی براءت اور ان کا جھوٹ ثابت کرنے کے لئے چند آیات آئی تھیں جس میں ایک یہ ہے اس میں حضرت موصوفہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی فرمائی اور ان الزام لگانے والوں کا حشر بھی بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر اس کا کمایا بڑا گناہ ہے اور جو ان کا سرغنہ تھا اُس کے لئے توبت ہی بڑا گناہ ہے۔ اب اس طرح کی تہمت لگانے والے سب اپنا انجام دیکھ لیں۔

قُلْ يَا آللهُ وَالْيَايُتُہِ وَرُسُولُہِ کُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ لَا تَعْتَدُوا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اٰیَمَانَا کُمْ۔ (سورة التوبہ ۶۵، ۶۶)

و آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے تم اب عذر مت کرو تم اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے۔

مِنَ وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَعُذُّ قُلْ أَذُتُ نَحِيْرًا لَّكُمْ - (سورة التوبہ : ۶۱)

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبی کو ایذا میں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں آپ فرما دیجئے وہ نبی کان دے کر تو وہی بات سننے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے۔

لَا اَلَمْ يَعْلَمُوا اَنَّهُ مَن يَخَادِبُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّا لَهُ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا اَذْلٰكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ

و کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اُس کے رسول کی مخالفت کرے گا توبہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ

(سورة التوبة ۶۴)

رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے۔“

”جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ترین ذلیل لوگوں میں ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبے والا ہے۔“

(سورة المجادلہ ۲۱، ۲۰)

”جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ذلیل ہوں گے جیسے اُن سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے۔“

”جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اُس کے سامنے امر حق ظاہر ہو چکا ہو اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بڑی جگہ ہے جانے کی۔“

۱۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ فِيْ اَرَدٰٓى لِّیْنَ كَتَبَ اللّٰهُ لَا غَلْبَیْنَ اَنَا وَرَسُوْلِیْ -

۱۳ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كَلْبَتُوْا كَمَا كَلَبَتِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورة المائدہ)

۱۴ وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُتَوَسِّطِيْنَ تُوَلِّهِ مَا تَوَلٰى وَنُصْلِهِمْ جَهَنَّمُ وَاَسَآءَتْ مَصِيْرًا -

(سورة النساء : ۱۱۵)

”اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے، سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے والے ہیں۔“

۱۵ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ -

(سورة انفال : ۱۳)

”اور اگر اللہ تعالیٰ اُن کی قسمت میں جلاوطنی ہو نا نہ لکھ چکا تو اُن کو دنیا ہی میں سزا دیتا اور اُن کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان

۱۶ وَكَوَلٰٓءَاۡنَ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَزَآءَ لَعَذَابُهُمْ فِی الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔
لوگوں نے اللہ کی اور اُس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“
(سورۃ الحشر: ۲، ۳)

امید ہے کہ سب حضرات غور کریں گے کہ اللہ رسول ص کی اذیت ان کی مخالفت اور مقابلہ کس قدر سنگین جرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے شدید عذاب سے کون اور کس طرح بچ سکتا ہے؟ پھر مخالفت بھی معمولی نہیں، اعلانات اشتہارات شور و شغب یعنی اپنی انتہائی کوشش سے تو غور کر لیا جائے اس شدید ترین کوشش پر شدید عذاب و عقاب دُنیا و آخرت میں کیا کیا ہو گا جس کی ستر مرتبہ دہلی آگ میں (یعنی دُنیا کی آگ میں) ایک انگلی نہیں دی جاسکتی۔

يَا لَوْنَجَاءُوا عَذَابِيَّ بَارِبَعَةٍ شُحَّهَآءٌ فَاذْلَمَآ يَأْتُوا بِاللَّشَّهَادَةِ فَأُوْلَٰئِكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَافِرُونَ۔
”یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے سو جس حالت میں یہ لوگ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ سلمانِ رشدی بالکل جھوٹا ہے کہ جو بھی تہمت پر چار گواہ چشم دید نہ لاسکیں تو یہ سب اللہ پاک کے نزدیک جھوٹے ہیں اور ان کے جھوٹ کی اشاعت کرنے والے بھی فیصلہ الہی میں جھوٹے، اس کو چھپانے اور پناہ دینے والے بھی جھوٹے۔ اور یہ سب شدید ترین مجرم ہیں۔

يَا لَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ۔ ”جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔“
(سورۃ آل عمران: ۶۱)

خدا کی شہادت سے اُن کا بالکل جھوٹا ہونا اوپر کی آیت میں بالکل صاف

صاف اچکا اور اس آیت میں تمام کاذبوں پر لعنت فرمائی ہے۔ لعنت کے معنی ہیں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ہر رحمت سے محروم ہو جانا۔

۱۹ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ
دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا
الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ
عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ۔

”اہل کتاب کو جو کہ نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں، ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کر لیں۔“

(سورۃ التوبہ: ۲۹)

۲۰ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ
بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ
يُنْصِرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ
صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ
وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ
وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى مَنْ
يَشَاءُ۔ (سورۃ التوبہ: ۱۴، ۱۵)

”ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں میں دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفاء دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ کو دور کرے گا اور جس پر منظور ہو گا اللہ تعالیٰ توبہ فرمائیں گے۔“

ایسی حرکت والے کا انجام دنیا و آخرت میں دیکھنا ہو گا۔ احادیث و اجماعات اور شرعی قیاسات اور بزرگوں کی تحقیقات سے یہ مسئلہ روشن ہو رہا ہے۔ یہ مجرم کسی ایک کا مجرم نہیں انسانیت کا، ثرافت کا اللہ و رسولؐ کا سنکھوں ہا سنکھوں زندہ و محروم مسلمانوں اور ہر انسانیت رکھنے والے کا مجرم ہے۔ ہر شخص غور کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسی تہمتیں، سٹری سٹری گالیاں اس کی محترم ماؤں، بہنوں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چالیس احادیث مبارکہ

۱۔ حدیث ابن عباس ان اعمیٰ کانت لہ ام ولد تشتم التبی صلی اللہ علیہ وسلم و تقع فیہ فینہا ما فلا تنسہی و یزجرہا فلا تنزجر قال فلما کانت ذات لیلة جعلت تقع فی التبی صلی اللہ علیہ وسلم وتشتمہ فَاخذ المَغُول فوضعه فی بطنہا و اتکأ علیہا فقتلہا فوضع بین رجلیہا طفل فاطخت ما هنا لك بالدم فلما أصبح ذکر ذاك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فجمع الناس فقال انشد اللہ رجلا فعل ما فعل لی علیہ حق اقوم فقام الاعمی یتخطی

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ام ولد باندی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی، یہ اس کو روکتا تھا مگر وہ رکتی نہ تھی یہ اُسے ڈانٹتا تھا مگر وہ مانتی نہ تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ایک رات پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتی اور گالیاں دینی شروع کیں تو اس نابینا نے ہتھیار (خنجر) لیا اور اُس کے پیٹ میں رکھا اور وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا، عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ نکل پڑا، جو کچھ وہاں تھا خون آلودہ ہو گیا۔ جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ذکر کیا گیا۔ آپ نے لوگوں کو جمع کیا پھر فرمایا میں اس آدمی

الناس وهو يتزلزل حتى
 قعد بين يدي النبي صلى
 الله عليه وسلم فقال يا رسول
 الله ان صاحبها كانت تشتمك
 وتقع فيك فأنهاها فناد
 تنتهى وازجرها فناد تنزجر
 ولي منها ابنان مثل اللؤلؤتين
 وكانت لى رفيقة فلما كان
 البارحة جعلت تشتمك
 وتقع فيك فأخذت المخول
 فوضعتة فى بطنها وأتكت
 عليهما حتى قتلتها فقال
 النبي صلى الله عليه وسلم
 ألا أشهدوا ان دمها هدر
 (ابوداؤد ص ۶۰ مطبع نور محمد
 كراچی) وايضاً جمع الفوائد ص ۲۸
 بحواله ابوداؤد ونسائي وايضاً
 كنز العمال ص ۳۱ بحواله رش) -
 (بے سزا) ہے۔“

کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے کیا جو
 کچھ کیا میرا اُس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو
 جائے تو نابینا کھڑا ہو گیا، لوگوں کو
 پھلانگتا ہوا اس حالت میں آگے بڑھا کہ
 وہ کانپ رہا تھا، حتیٰ کہ حضور کے سامنے
 بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں
 ہوں اسے مارنے والا، یہ آپ کو گالیاں
 دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی میں
 اسے دوکٹا تھا وہ کہتی نہ تھی، میں دھمکاتا
 تھا وہ باز نہ آتی تھی اور اس سے میرے
 دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں اور
 وہ مجھ پر مہربان بھی تھی لیکن آج رات
 جب اُس نے آپ کو گالیاں دینی او
 بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا
 اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اُسے
 مار ڈالا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 لوگو گواہ رہو اس کا خون بے بدلہ

ناظرین خود کریں کہ اپنے دو بچوں اور عزیز بچوں کی ماں برفیقہ زندگی، مگر
 حضور کی شان میں سخت تو اس کے مالک کو غیرتِ ایمانی کا وہ جوش ہوا کہ اُس نے
 صبح ہونے تک بھی برداشت نہ کیا اور اُسے فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ وہ مالک تھا
 غیرتِ ایمانی میں بے بس ہو گیا تھا اُس کا قتل کرنا معافی میں رہا۔

۲ عن علی رضی اللہ عنہ اُف
یہودیۃ کانت تشتم النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و تقع
فیہ فحنتہا رجل حتی
مات فابطل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم دمہا۔
(ابوداؤد متّٰح مبیع نور محمد)

”حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت ہے کہ ایک یہودیہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور برا کہتی
تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلہ گھونٹ
دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون
کو ناقابلِ مزار قرار دے دیا۔“

اوپر والا قصہ تو مملوکہ باندی کا تھا یہ غیر مملوکہ غیر مسلم کا ہے مگر غیرت ایمانی
نے کسی قسم کا خیال کئے بغیر خوش ایمانی میں جو کرنا تھا کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے اس کا بدلہ باطل قرار دیا۔ دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا مباح الدم (خون جائز) بن جاتا ہے اور حق کا
علمبردار منراؤں کا غیر مستحق ہو جاتا ہے بلکہ ثواب کا حق دار ہو جاتا ہے۔

۳ قال عمر و سمعت جابر بن
عبد اللہ ینقول قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من لکعب بن الاشرف
فانہ قد آذی اللہ و
رسولہ فقام محمد بن
مسلمہ الخ

”حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ
رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون کھڑا
ہوگا کہ کعب بن الاشرف کے لئے کیونکہ
اُس نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیفیں
پہنچائی ہیں تو محمد بن مسلمہ اٹھ کھڑے ہوئے
اور پھر اپنے ساتھ جاکر اُسے قتل کر دیا پھر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اسے
قتل کر دیا گیا ہے۔“

رواہ البخاری
فقتلوا -

و فی فتح الباری قولہ
آذی اللہ و رسولہ فی
روایۃ محمد بن محمود
عن جابر عند الحاکم
فقد آذانا بشعرک و قوی
المشرکین و من
طریق أبی الاسود عن عمرو
أنہ کان یہجو النبی
صلی اللہ علیہ وسلم و
یحرض قریشا علیہم۔
فتح الباری ص ۲ ج ۷

اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ
بخاری کی اس حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ
اسی نے اللہ اور اُس کے رسول کو تکلیفیں
پہنچائی ہیں، حاکم کی روایت میں یہ بھی
اضافہ ہے کہ اُس نے اپنے اشعار کے
ذریعے سے ہمیں تکلیفیں پہنچائی ہیں اور
مشرکوں کی مدد کی ہے۔ اور حضرت
عمروؓ سے روایت ہے کہ یہ کعب بن
الاشرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
بجو کرتا تھا اور قریش کو مسلمانوں کے
خلاف ابھارتا تھا “

نیز دیکھیں البدایۃ والنہایۃ ص ۵۱۱ اور سیرۃ نبویہ ابن کثیر ص ۱۱۱
نیز کنز العمال ص ۲۷ ج ۵ -

یہ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اُن کے واسطے اللہ تعالیٰ
کو اذیت و تکلیف دیتا رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کے لئے
اعلان کیا تھا تو محمد بن مسلمہؓ نے یہ کار نامہ انجام دیا۔

۱۷۰ قال ابن کثیر فی البدایۃ
والنہایۃ ناقلہ عن
البخاری قال بعث رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ابی رافع الیہودی رجلاً من
انصار و امر علیہم
وہ ابو رافع یہودی کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسی لئے بطور خاص قتل کروایا کہ
وہ آپؐ کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔ علامہ ابن
کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں لکھا ہے کہ
بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو رافع کو قتل کرنے کے لئے

عبداللہ بن عتیق و کان
ابو رافع یؤذی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ولین
علیہ - (البیہ والنبیہ ص ۳۸)
فتح الباری ص ۴۴۳

چند انصار کا انتخاب فرمایا جن کا امیر
حضرت عبداللہ بن عتیق کو مقرر کیا گیا
اور یہ ابو رافع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو
تکلیفیں دیتا تھا اور آپ کے خلاف
لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے کاموں کے لئے چند آدمیوں کو مقرر کیا جاسکتا ہے
اور یہ سب سزا کے نہیں بڑے ثواب کے مستحق ہوتے ہیں کہ دینی کارنامہ انجام
دے رہے ہیں۔

۵ فی الصحيح البخاری عن
انس بن مالک رضی اللہ عنہ
ان التبی صلی اللہ علیہ وسلم
دخل مکہ یوم الفتح وعلی
رأسه المغفر فلما نزعہ
جاء رجل فقال ابن خطل
متعلق بأستار الکعبة فقال
فقال اقلته - رواه البخاری
فتح الباری ص ۱۲۰ البیہ والنبیہ ص ۴۹۲

”صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
جب فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل
ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود پہنا ہوا
تھا جب آپ نے خود اتارا تو ایک آدمی
اس وقت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ
ابن خطل کعبۃ اللہ کے پردوں سے لٹکا
ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔
(بخاری)

قال ابن تیمیہ فی الصارم
المسلول وانہ کان یقول
الشعر یہ جوبہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویامر
جاریستہ أن تغنیابہ فہذا

امام ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں
تحریر کیا ہے کہ یہ ابن خطل اشعار کہہ
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو
کیا کرتا تھا اور اپنی باندی کو وہ اشعار
گانے کے لئے کہا کرتا تھا تو اس کے

لہ ثلاث جرائم مبیحۃ
للدنم، قتل النفس والردۃ
والہجاء -
(المصارع ص ۱۳۵)

کل تین جرم ہیں جن کی وجہ سے یہ مباح
الدم قرار پایا، ایک قتل، دوسرا
ارتداد اور تیسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی بدگوئی "

۱۷۱ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بقتل المقتنین
(ان لوئدیوں کا نام قریبہ
اور قرتنا تھا اور یہ ابن خطل
کی باندیاں تھیں دیکھیں اصح
السیر ص ۲۶)

اسی طرح ابن خطل مذکورہ کی بھوکاٹنے والی
دونوں باندیوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قتل کرنے
کا حکم دیا تھا جن کا نام قریبہ اور قرتنا
تھا۔ ان دونوں کے قتل کرنے کا حکم
بھی اس لئے دیا گیا کہ یہ دونوں حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی
کے اشعار گایا کرتی تھیں "

فما مریقتلہما - (البرایۃ والنهاية ص ۴۹۸)

ان میں سے قریبہ قتل کر دی گئی اور قرتنا بھاگ گئی۔ بعد میں آکر مسلمان
ہو گئی۔ (راجع السیر ص ۲۶)

اگرچہ شعر دوسرے کے بنائے ہوئے تھے مگر یہ گانے والیاں اس کو دہروں
تک پہنچا رہی تھیں اس لئے غیر کا ایسا نظم جملہ شائع کرنے والا بھی قتل کا
مستحق ہے۔

۱۷۲ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم بقتل حویرث ابن
نقیذ فی فتح مکہ وکاتب
مقن یؤذی رسول اللہ

”اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فتح مکہ کے موقع پر حویرث ابن
نقیذ کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا
یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو

صلی اللہ علیہ وسلم - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا

پہنچایا کرتے تھے -

البدایہ والنہایہ ص ۲۹۸

و قتله علی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

کما فی اصبح السیر ص ۲۶۵ - اس کو قتل کیا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکاروں کے لئے یہ کام بڑا

اہم ہے -

۵ عن علی بن ابی طالب رضی حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

اللہ عنہ قال قال رسول اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

صلی اللہ علیہ وسلم من روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

سب نبیا قتل ومن و تم نے فرمایا جو کسی نبی کو بُرا کہے اُسے

سب اصحابہ جلد - قتل کر دیا جائے اور جو صحابہ کو بُرا

المصامع المسلول ص ۹۲ نیز ص ۲۹۹ کہے اُسے کوڑے لگائے جائیں

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی

نبی کو بھی جو گالیاں دے گا یا بُرا کہے گا وہ قتل کا مستحق ہے اور جو صحابہ میں

کسی کو بھی بُرا کہے گا اسے کوڑے لگانا ہیں - حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نام لیوا صاحبان کو کان کھول کر سن لینا چاہیے اور سارے مسلمانوں کو

۹ عن ابی ہریرۃ الاسلمی حضرت ابو ہریرہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے

قال کنت عند ابی بکر روایت ہے کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے

فتحیظ علی رجل فاشتد پاس موجود تھا کہ وہ ایک آدمی پر

علیہ فقلت اُت اذن (کسی وجہ سے) غصہ ہوئے اس نے

لی یا خلیفۃ رسول اللہ حضرت ابو بکر کو بہت سخت باتیں کہیں

أن اُضرب عنقه قال میں نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول

فأذهب كلمتي غضبه
فدخل فارس الى فقال
ما الذي قلت أنفاً قلت
أتأذن لي ان اضرب
عنقه قال أكنت فاعلا
لو امرتك قلت نعم
قال لا والله ما كانت
لبشر بعد محمد صلى
الله عليه وسلم -
(جمع الفوائد : بحوالہ ابو داؤد
ونسائی : ص ۲۸۵)

اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کی
گردن مار دوں، میرے استغنے کنہی
سے حضرت ابوبکرؓ کا غصہ ختم ہو گیا آپ
اندر تشریف لے گئے پھر مجھے پیغام بھیج
کہ اندر بلایا میں حاضر ہوا تو فرمایا ابھی
تم نے کیا جملہ بولا تھا؟ میں نے وہ جملہ
دہرا دیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں
اُس کی گردن مار دوں۔ حضرت ابوبکرؓ
نے پوچھا اگر میں اجازت دیدیتا تو کیا
تم یہ کہہ گزرتے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں!
آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
بعد اب یہ کسی دوسرے کیلئے نہیں ہے۔“

نیز ابو داؤد ص ۲۸۵ طبع نور محمد

اوپر کی حدیث میں صحابہ کو بُرا کہنے پر کوڑے مارنا آیا ہے قتل صرف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا یا گالی پر آیا ہے۔

وعن مجاهد قال أتی
عمر بن جل یسب رسول الله
صلی الله علیه وسلم فقتله
ثم قال عمر من سب
الله أو سب احدا من
الانبياء فاقتلوه -

”حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی
ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس
ایک آدمی کو لایا گیا جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہتا ہے،
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور منرا اُسے
قتل کیا اور پھر فرمایا جو اللہ تعالیٰ
کو یا انبیاء میں سے کسی کو بُرا کہے اُسے
قتل کر دو“

المصادر المسلول

(ص ۲۸۵ جلد ۲)

یہ صاف حکم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ یا کسی رسول یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ایذا اور بُرا کئے پر قتل ہے ۔

عَنْ عِكْرَمَةَ قَالَ أُتِيَ
عَلِيٌّ بِزَنَادِقِهِ فَأَحْرَقَهُمْ
فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَقَالَ
لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمَ أَحْرَقَهُمْ
لَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَا تَعَذُّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ
وَلَقَتْلَتَهُمْ لِقَوْلِهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ -
(اللبخاری واصحاب السنن
جمع الفوائد ص ۱۷۷)

”حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت
علیؑ کے پاس کچھ زندیقیوں کو لایا گیا
تو حضرت علیؑ نے انہیں آگ میں جلوا دیا
جب یہ خبر حضرت عبداللہ ابن عباس کو
ملی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو ان کو آگ
میں نہ جلاتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کے
ساتھ عذاب نہ دو ہاں میں ان کو قتل
ضرور کرتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو
اپنے دین الہی کو تبدیل کرے اُسے
قتل کر دو“

زندقہ وہ منافق ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے کو مسلمان کہتے
کھلاتے ہیں اور اندر سے کافر ہیں جیسے آج کل بہت لوگ ایسے ہی ہیں۔ ان کی
سزا جلانا تو نہیں ہے، قتل ہے ۔

مَنْ ارْتَدَّ عَنْ دِينِهِ
فَاقْتُلُوهُ - طَب كَنْزِ الْعَالِ ص ۲۳

”جو اپنے دین الہی سے مرتد ہوا اُسے
قتل کر دو“

حدیث : کل مولود یولد علی الفطرۃ (ہر بچہ فطری، الہی دین پر
پیدا ہوتا ہے) تو جب فطرت دین اسلام ہے، جو اس اپنے دین کو بدل دے وہ
مرتد قابل قتل ہے ۔

۱۳ من بدل دینہ فاقتلوا - ”جو اپنے دین (حنیف) کو تبدیل کرے
(رحم خ) کنزالعمال ص ۲۱۱) اُسے قتل کر دو“

۱۴ ان من ابغض الخلق الی واللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق میں
اللہ تعالیٰ لمن اٰمن ثم کفر - سب زیادہ قابلِ نفرت وہ شخص ہے جس
(طب) کنزالعمال ص ۲۱۱) نے ایمان لانے کے بعد پھر کفر کیا“

ایمان یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی نجات کا تحفہ لینے کے بعد کفر کرتا ہے تو وہ اسلام
کی توہین، اللہ اور رسولؐ کی اور سارے مسلمانوں کی توہین اور اہانت کر
رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین میں رہنے سہنے کے بالکل لائق نہیں وہ تو
ہر مرتد سے بدترین مرتد ہے۔

۱۵ من غیر دینہ فاقتلوا - ”جو اپنے دین (اسلام) کو بدلے
(الشافعی) کنزالعمال ص ۲۱۱) اُسے قتل کر دو“

فطری دین کو بدل ڈالنے پر یہ حکم ہے اور احکام یقینی کو بدل ڈالنے
کا بھی یہی حکم ہے۔ جو لوگ دوسرے قانون لے رہے ہیں اُن کی بھی یہ
سزا ہے۔

۱۶ من رجع عن دینہ ”جو اپنے دین (اسلام) سے پھر جائے
فاقتلوا۔ (رحب) کنزالعمال ص ۲۱۱) اُسے قتل کر دو“

فطری دین سے لوٹ جانے پر یہی قتل کی سزا ہے۔ جو لوگ اسلامی قانون
کو بدل کر غیر اسلامی قانون لاتے ہیں ان دونوں حدیثوں کی رو سے وہ بھی قابل
سزائے عظیم ہیں۔

۱۷ اشتد غضب اللہ علی ”اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب
قوم کلموا وجہ رسول اللہ - ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
(طب) کنزالعمال ص ۲۱۱) کا چہرہ زخمی کیا“

جہاد میں ایسا کیا یا اُن کی بات و حکم کو توڑا جیسے آج کل احکام الہی کو توڑا جا رہا ہے۔

۱۸ ان الله اختارني و
اختار لي اصحابي و اُصهارِي
وسيا قتي قوم يسيئونهم
وينقصونهم فلا تجالسوهم
ولا تشاربوهم ولا
تواكلوهم ولا تناكحوهم۔
(عق عن النس)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے (انسانوں
میں سے) پسند کیا ہے اور میرے لئے
صحابہ اور خسر و داماد کو پسند کیا اور
کچھ آگے سے لوگ اُن سے جو اُن کو
بُرا کہیں گے اور اُن میں عیب نکالیں
گے تم نہ اُن کے ساتھ بیٹھنا نہ اُن کے
ساتھ کھانا پینا کرنا اور نہ اُن کے ساتھ
نکاح وغیرہ کرنا۔“

کنز العمال ۱۳ ج ۶ -

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دل کی گہرائیوں میں پیوست کرنے کی
ضرورت ہے کہ آج کل ایسے لوگ بھی نظر آ رہے ہیں، کم بیش ہیں، ان سب
سے قلبی قطع تعلق فرض ہے۔ ان کے ساتھ کھانا، پینا، بیٹھنا، اُٹھنا شادی
وغیرہ سب منع ہے۔

۱۹ ان الله اختارني و اختار لي
اصحابا و اختار لي منهم
اُصهارًا و النصارا فمن
حفظني فيهم حفظه
الله و من آذاني فيهم
آذاه الله۔
(خط عن انس رضی اللہ عنہ)

”یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور
میرے صحابہ کو پسند کیا اور میرے لئے
خسر و داماد اور انصار کو پسند کیا جو اُن
کے بارے میں میرے حق کی حفاظت
کرنے لگا، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے
گا اور جو اُن کے بارے میں مجھے
اذیت دے گا اللہ تعالیٰ اُس کو
اذیت دے گا۔“

کنز العمال ۱۳ ج ۶ -

کون ہے جسے اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی ضرورت نہ ہو اور کون ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کی دنیوی و اخروی اذیت سے بچا سکے، لہذا سب حضرات کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اپنے کو دنیا و آخرت میں تباہ ہونے سے بچا سکیں۔

مَنْ اِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي وَاخْتَارَنِي
اصحاباً فاجعل لي منهم
وزراء واصهاراً وانصاراً
فمن سبهم فعليه
لعنة الله والملائكة
والناس اجمعين لا يقبل
الله منه يوم القيامة صرفاً
ولا عدلاً (طبک عن عويم بن بعة)
کذا الحال ص ۱۳ ج ۶ -

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا اور میرے لئے صحابہ کو چنا اور ان صحابہ میں سے میرے وزراء و خسر و داماد اور انصار بنائے جو ان کو گالی دے گا اُس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور لوگوں کی طرف سے لعنت اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن نہ توبہ قبول کرے گا نہ فدیہ کو اور نہ عبادت کو“

صرفاً وعدہ لای توبہ و فدیہ - صحیح بخاری انوار ص ۲۲ -

فضل ازواجہ علیہ السلام رضی اللہ عنہن

ازواج مطہرات کے متعلق پہلے توبہ آیت پڑھیے -

”اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے آلودگی کو دور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے“

اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً - (سورۃ احزاب)

جن کی پاکیزگی اور طیب اور طاہر ہونے کی شہادت خود اللہ تعالیٰ دے

رہے ہیں۔ آپ خیال کیجئے کہ ان کے متعلق کچھ بُرا کہنے والا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو جھٹلا رہا ہے تو غور کیجئے کیا اس میں اسلام کی کوئی رفق باقی ہوگی کیا وہ مسلمان رہ سکے گا۔ کیا سزا نے سخت سے بچ سکتا ہے؟

۲۱ خیار کم خیار کم فلسفی - ”تم میں سے بہترین وہ ہیں جو میری عورتوں کے حق میں بہترین ہو“ کنز العمال ص ۲۶۶ ج ۶

ازواج مطہرات کو طیب و طاہر ماننے والا ہی خیر ہو سکتا ہے ان میں کسی قسم کا شبہ بھی پیدا کرنے والا اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہوگا۔

۲۲ لن یجنو علیکن بعدی الا ”تم پر میرے بعد صرف نیک لوگ ہی الصالحون وفی روایۃ الشافعیون -

کنز العمال ص ۲۶۶، ۲۶۷ ج ۶

یہ پیشین گوئی صاف بتا رہی ہے آوارہ و بدکردار لوگ جو اس کیا کریں گے۔ صرف نیک اور صابر ہی میرے بعد تم پر شفقت کریں گے۔

۲۳ ان الذی یجنو علیکن بعدی ”میرے بعد تم پر جو شفقت کرے گا لہو المصادق البار قال لا ذواجلہ کنز العمال ص ۲۶۶

غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سچے اور نیک ہونے کا معیار کیا ہے۔

۲۴ ان فضل عائشۃ علی النساء کفضل الثورید علی سائر المطعم - (تہذیب النسخ) کنز العمال ص ۲۶۶ ج ۶

”عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت باقی خواتین پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی تمام کھانوں پر“

دُنیا و آخرت کی تمام عورتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ فضیلت حاصل ہے جو سب کھانوں پر شریک کو (عرب کا مرغوب ترین کھانا ہے) سب کھانوں پر۔“

۲۵ احب النساء الى عائشة ”عورتوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ومن الرجال ابوہا۔ عائشہؓ ہیں اور مردوں میں اُن کے (رقہ عن عمرو بن العاص) والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سب سے (ت عن انس) کنز العمال ص ۲۲۴) محبوب ہیں۔“

غور کیجئے کہ اللہ و رسولؐ کے بعد عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہؓ اور مردوں میں اُن کے والد، چونکہ قاعدہ ہے دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے (حبیب الی قلبی حبیب حبیبی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب اور یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب تو دونوں اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔

۲۶ عائشة زوجتی فی الجنة۔ عائشہؓ جنت میں میری زوجہ کنز العمال ص ۲۲۴ ج ۶۔ ہوں گی۔“

دُنیا و آخرت میں جن کو یہ اعزاز حاصل ہے تو وہ کون قرار پائے گا جو اُن سے نفرت کرے۔

۲۷ هذا جبرئیل یقرئک ”اے عائشہؓ! یہ جبرئیل تمہیں سلام السلام۔ کنز العمال ص ۲۲۴) کہہ رہے ہیں۔“

تمام فرشتوں میں سے افضل فرشتہ تمام انبیاء پر وحی لانے والے فرشتہ نے جن کو سلام کیا وہ کیا ہوں گی۔

۲۸ وان اللہ جمیع بیئنی و ”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وصال نبویؐ کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور حضور بین ریفہ۔

(کنز العمال ص ۲۲۲ ج ۶) صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب اطہر کو جمع فرمایا تھا مسواک کا واقعہ وصال اطہر کے وقت کا معروف ہے)۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کے بعد ان کے والد حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمانؓ کی شکایت بادگاہ نبویؐ میں کی تو آپؐ نے فرمایا :-

۲۹ تزوج حفصة خير من عثمان ويتزوج عثمان خيرا من حفصة فزوجه النبي صلى الله عليه وسلم
”حفصہؓ سے وہ شادی کرے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہوگا اور عثمانؓ ایسی خاتون سے شادی کریں گے جو حفصہؓ سے بہتر ہوگی۔“
(ابنتہ - (کنز العمال ص ۲۲۲ ج ۶))

جن کی بہتری حضورؐ فرمائیں ان کو کسی قسم کا عیب لگانا خالص جھوٹ اور مکاری نہیں تو کیا ہے۔

۳۰ قال لي جبريل راجع حفصة فانها صوامة قوامة فانها زوجتك في الجنة ركدت
”مجھے جبریلؑ نے کہا کہ حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے کیونکہ وہ بہت روزہ دار اور بہت قیام اللیل کرنے والی ہیں اس وعن قیس بن زید)
(کنز العمال ص ۲۶۶ ج ۶) ہوں گی۔“

جبریلؑ علیہ السلام بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کچھ نہیں کہہ سکتے تو جن کو اللہ تعالیٰ بواسطہ جبریلؑ روزوں والی بات کی عبادت والی فرمائیں ان کی شان میں گالیاں پیش کرنا، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہنا ہوگا۔ غور کیجئے کتنی سخت جرم ہے۔

۳۱ من سب احداً من اصحابی ” جو میرے صحابہ میں سے کسی کو بُرا کہے
فعلیہ لعنة الله - (رش عن اُس پر اللہ کی لعنت “

عطاء مرسلہ کنز العمال ۱۳۶

۳۲ من سب احداً من اصحابی فاجلدوا -
” جو میرے صحابہ میں سے کسی کو گالی دے اُسے کوڑے لگاؤ “

(ابوسعید) کنز العمال ۱۳۶

یہ حدیث اور سہ والی حدیث، صحابہ کرام کو بُرا کہنے پر جو تبادہ ہی ہیں وہ ہر حکومت کا فرض ہے، جو حکومت نہیں کرتی وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجرم ہے۔

۳۳ عن ابي سعيد الخدري قال قال النبي لا تستبوا اصحابي فلو ان احداكم انفق مثل احدى ذهباً ما بلغ مد احدكم ولا نصفه متفق عليه مشكوة
” فرمایا میرے صحابہ کو بُرا مت کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو بھی صحابہ میں سے ایک مد (۶۸ تولے) تو کیا اس کے اُدھے کے برابر بھی نہ پہنچے گا “

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بُرا کہنا حرام قابلِ سزا ہے کیونکہ ان کا مرتبہ بے حد بلند ہے تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر خیرات کرے تو صحابی کے ایک مد کے برابر بھی نہیں ہوتا اور ثواب خلوص دل سے بڑھتا ہے تو ان میں سے ہر ایک کا خلوص دوسرے سے اتنا بڑھا ہوا ہے۔ سوچئے ان کو بُرا کہنے والوں کا عذاب کتنا ہوگا ؟

۳۴ عن جابر رضي الله عنه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة يوم عرفة
” حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرفہ والے دن حجة الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وهو على ناقته القصواء
يخطب فسمعه يقول يا
ايها الناس اني تركت فيكم
ما ان اخذتم به لن
تضلوا كتاب الله وعترتي
اهل بيته۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص ۵۵)

صلی اللہ علیہ وسلم کو قصویٰ اونٹنی پر سوار
دیکھا آپ خطبہ دے رہے تھے، میں نے
آپ کو یہ فرماتے سنا کہ اے لوگو! میں
نے تم میں وہ کچھ چھوڑا ہے کہ اگر تم اسے
تخلے رکھو تو ہر گز گمراہ نہ ہو گے :-
کتاب اللہ اور میرا کنبہ میرے اہل بیت :-

گناہ اور گمراہی سے بچانے والی دو چیزیں ہیں قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد و اہل بیت (ازواج) ان کی توہین ایسی ہے جیسے قرآن کی توہین -

۳۵ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما
قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا رأیتم الذین
یستون اصحابی فقولوا لهم
لعنة اللہ علی شترکم -
رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص ۵۵۳

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو
میرے صحابہ کو برا کہہ رہے ہوں تو یہ
کہہ دیا کرو تم (دونوں فریقوں) میں سے
جو برا اُس پر اللہ کی لعنت“

صحابہ (مرد ہوں یا عورت) جو اُن کو برا کہے اس کو یہ جواب دینا ہے کہ
ان میں سے تم میں سے جو بد ہو، اُس پر خدا کی لعنت اور ظاہر ہے کہ برا کہنے والا
بد ہے تو اس پر لعنت کی ہر مسلمان کو دُعا کرنی ہے -

۳۶ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما
قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم احبوا اللہ
بما یغذوکم من نعمۃ
واحبتونی لمحبت اللہ واحبتوا

و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں
طرح طرح کی نعمتوں سے غذا پہنچاتا ہے
اور مجھ سے محبت کرو اللہ تعالیٰ کی
محبت کی وجہ سے اور میرے اہل

اہل بیت لختی لختی - بیت سے محبت کرو، میری محبت
(ترمذی، مشکوٰۃ ص ۵۳) کی وجہ سے "۔

مشہور قاعدہ دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے بقول مبنی ۵

حبیب الی قلبی حبیب حبیبی

یعنی محبوب کا محبوب میرے دل کا محبوب ہے -

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے تو اُن کے تمام دوستوں سے محبت لازم ہے۔ ان دوستوں، عزیزوں کو بُرا کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

۳۷ عن عبد الله بن مغفل روى "ڈرو اللہ سے، ڈرو اللہ سے، ڈرو اللہ سے
الله عنه قال قال رسول الله ڈرو اللہ سے، میرے بانی، میرے بعد ان کو نشانہ
صلى الله عليه وسلم الله ملامت نہ بناؤ جو ان سے محبت کرتا
الله في اصحابي لا تتخذوهم ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے
غرضاء من بعدى فمن محبت کرتا ہے اور جو اُن سے نفرت
احتهم فتحبى احتهم و کرتا ہے وہ میری نفرت کی وجہ سے
من البغضهم فببغضى اُن سے نفرت کرتا ہے اور جس نے
أبغضهم ومن آذاهم انہیں اذیت دی اُس نے مجھے اذیت
فقد آذاني ومن آذاني فقد دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس
آذى الله ومن آذى الله نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی تو قریب
فيوشك أن يأخذك ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو پکڑ لے "۔

ترمذی۔ مشکوٰۃ ص ۵۴

غور کیجئے حضورؐ کے صحابہؓ سے کینہ اور بُرا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا ہے اور حضورؐ کو اذیت دینا اللہ تعالیٰ کو اذیت دینا ہے اور اللہ تعالیٰ

کو جو اذیت دے گا تو قریب ہے کہ اُس کی پکڑ ایسی ہو کہ پھر دُنیا و آخرت میں ٹھکانہ نہ ہو گا۔

۳۵ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اصحابي كالنجم فبايتهم اقتديتم اهتديتم
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اُن میں سے جس کی تم اقتدار کرو گے ہدایت
زرین - مشکوٰۃ ص ۵۴۳ پا جاؤ گے“

صحابی وہ ہے جسکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار بھی ملاقات ہو گئی چاہے اُس نے دیکھا بھی نہ ہو جیسے اندھا، اس ایک ملاقات سے وہ صحابی ہو گیا مرد ہو، عورت ہو، بچہ ہو، بڑا ہو، اولاد و ازواج میں سے ہو۔ اس کی میاوی ملاقات سے وہ ہادی و مقتدائے قوم بن جاتا ہے۔ اس کو بُرا کہنے والا اپنی دُنیا و آخرت کی تباہی کو دیکھے۔

۳۶ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اكرموا اصحابي فانهم خياركم ثم الذين يليونهم ثم الذين يلونهم ثم يظهركم الكذب - (الحديث)
”فرمایا میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں پھر وہ اُن کے قریب ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ اُن کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین) پھر جھوٹ پھیل جائے گا“

مشکوٰۃ ص ۵۴۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدی، صحابہ کی صدی، تابعین کی صدی خیر ہی فیہ ہے۔ ان کے لوگوں کو بُرا کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر کہنے کا منکر ہے اس سے کفر تک کا اندیشہ ہے۔ فرمایا پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔ اس کی دلیل ہے کہ تین صدیاں جھوٹ کے پھیلنے سے محفوظ ہیں اس لئے اُن کے بعد کا اجتہاد بھی معتبر نہیں ہے۔

نہ خیر امتی قرنی ثلہ الذین ”میری امت کا بہترین میری صدی ہے
 یلونہم ثلہ الذین یلونہم۔ پھر وہ لوگ جو اُس کے متصل ہیں،
 (الحديث) متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۵۳ (یعنی تیسری صدی والے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی
 کرنے والے کے کفر اور اُس کی سزائے قتل
 کے بارے میں علماء اُمت کا اجماع

معتبر و مستند کتابوں سے دس حوالے

۱۔ وفي الميزان الکبریٰ للشعرانی: ”امام شعرانی فرماتے ہیں :-
 الردۃ وہی قطع الاسلام نية
 اوقول کفرا و فعل وقد
 اتفق الثمۃ علی أن
 من ارتد عن الاسلام
 وجب قتله و علی أن
 قتل المزدیق واجب و
 هو الذی یترک الکفر ویظاہر
 بالاسلام و علی أنه إذا
 ارتد کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو نیتاً
 یا کلمہ کفریہ یا فعل کفر کے ذریعہ سے ختم
 کر دینا۔ اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ جو
 اسلام سے مرتد ہو جائے اس کا قتل کرنا
 واجب ہے اور اس بات پر بھی اتفاق
 ہے کہ زندیق کا قتل کرنا واجب ہے
 جو بظاہر اپنے کو مسلمان کہتا ہو اور
 حقیقتاً کافر ہو۔ اور اس بات پر بھی

ارتد اهل قرية بالدين
قوتلوا وصارت اموالهم
غنيمۃ وهذا ما وجدته
من مسائل
الاتفاق -

اتفاق ہے کہ اگر کسی بستی والے مرتد
ہو جائیں تو ان سے قتال کیا جائے گا
اور ان کے اموال مالِ غنیمت سمجھے
جائیں گے، یہ وہ متفقہ مسائل ہیں
جو مجھے ملے ہیں۔

۲۔ وفي فتح الباري شرح
البخاري للحافظ ابن حجر
ص ۲۳۶ ج ۱۲ -

وقد نقل ابن المنذر
الاتفاق على ان من سب
النبي صلى الله عليه
وسلم صريحا وجب قتله
ونقل ابو بكر المراسي احد
ائمة الشافعية في
كتاب الاجماع ان من
سب النبي صلى الله عليه
وسلم بما هو قذف صريح
كفر باتفاق العلماء فلو تاب
لم يسقط عنه المقتل
لان حد قذفه القتل
وحد القذف لا يسقط
بالتوبة - وخالفه المقاتل

ابن المنذر نے اس بات پر علماء کا
اتفاق نقل کیا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو گالی دے اُسے قتل کرنا واجب ہے
ائمہ شوافع کے معروف امام ابو بکر الفارسی
نے اپنی کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے
کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہمت
کے ساتھ بُرا کہے اُس کے کافر ہونے
پر تمام علماء کا اتفاق ہے تو یہ کہے
تو بھی اس کا قتل ختم نہ ہوگا کیونکہ قتل
اس کے تہمت لگانے کی سزا ہے اور
تہمت کی سزا تو یہ ہے سے ساقط نہیں ہوتی۔
فقال "لے البتہ اس کی مخالفت کی ہے
اور کہا ہے کہ یہ کفر گالی کی وجہ سے تھا
تو دوبارہ اسلام قبول کرنے سے قتل

وقال اكفر الكفر بالسب
 فيسقط القتل بالاسلام
 وقال صيد لا في يزول
 القتل ويجب حد القذف
 وَضَعَفَهُ اَن مام فان
 عرض فقال الخطابي لا
 اعلم خلافا في وجوب قتله
 اذا كان مسلماً وقال ابن
 بطل اختلف العلماء
 فيمن سب النبي صلى الله
 عليه وسلم فاما اهل
 الجهد والذمة كاليهود
 فقال ابن القاسم عن
 مالك يقتل الا انت
 يسلم واما المسلم فيقتل
 بغير استتابة ونقل
 ابن المنذر عن الليث
 والشافعي وأحمد واسحاق
 مثله في حق اليهودي و
 منخوخة ومن طريق الوليد
 بن مسلم عن الازاعي و
 مالك في المسلم هي ردّة

ساقط ہو جائے گا۔ صید لانی کا قول
 یہ ہے کہ قتل تو ساقط ہو جائے گا مگر
 حد قذف جاری ہوگی۔ مگر امام نے اس
 قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ تو مرجح
 تہمت کا حکم تھا اگر تعریضاً یعنی اشارۃً
 و کنایتاً (برا کہا تو خطابی کا قول ہے
 کہ اگر یہ بُرا کہنے والا مسلمان تھا تو
 اس کے قتل کے واجب ہونے میں مجھے
 کسی کے اختلاف کا علم نہیں۔ ابن بطل
 کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی
 دینے والے کے بارے میں علماء کا
 اختلاف یہ ہے کہ ذمیوں نے اگر ایسا
 کیا تو ابن القاسم کی روایت کے
 مطابق امام مالک نے فرمایا اگر اسلام
 نہ لائے تو قتل کر دیا جائے۔ باقی مسلم
 ایسا کرے تو بغیر توبہ طلب کئے اسے
 قتل کر دیا جائے اور ابن المنذر نے
 لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد بن
 حنبل اور امام اسحاق سے یہودی وغیرہ
 کے بارے میں یہی فتویٰ نقل کیا ہے
 اور ولید بن مسلم کی روایت کے مطابق
 امام اوزاعی اور امام مالک کا مذہب

یستتاب منها وعن الکوفین

اذکان ذمیا عزروا ان

کان مسلماً فھی ردۃ -

فتح الباری ص ۲۳۶ و فیہ ایضاً

واحتج الطحاوی لصحابہم

بحديث الباب وایتدہ بأن

هذا الكلام لومن مسلم كان ردۃ ص ۲۳۶

مما وفي خلاصة الفتاوی :

وفي المحيط من شتم

النبي صلى الله عليه وسلم

واهانہ أو عابه فی امر

دینہ او فی شخصہ او فی

وصف من أوصاف ذاته

سوا، کان الشاتم مثلاً

من ائمتہ او غیرہا و

سواء کان من أهل الكتاب

أو غیرہ ذمیا کانت أو

حربیا، سواء کان الشتم

أو الاہانۃ أو العیب

صادرًا عنه عمدًا أو سهوًا

أو غفلة أو جہلاً أو هزلًا

یہ ہے کہ مسلمان ایسا کرے تو مرتد ہو

جائے گا (جس کی سزا قتل ہے) اور

اُسے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اور علماء

کوفین کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ ذمی

ہے تو اُس کی سزا تعزیر ہے اور اگر

مسلمان ہے تو یہ ارتداد ہے (اور اس

کی سزا قتل ہے)

علامہ طاہر بخاری اپنی کتاب خلاصۃ الفتاویٰ

میں لکھتے ہیں :-

”محیط میں ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کو گالی دے، آپ کی اہانت کرے

آپ کے دینی معاملات یا آپ کی

شخصیت یا آپ کے اوصاف میں سے

کسی وصف کے بارے میں عیب جوئی

کرے، چاہے گالی دینے والا آپ کی

امت میں سے ہو اور خواہ اہل کتاب

وغیرہ میں سے ہو، ذمی ہو یا حربی،

اور خواہ یہ گالی، اہانت اور عیب

جان بوجھ کر ہو یا سہوًا اور غفلت کی

بنابر، نیز سنجیدگی کے ساتھ ہو یا

مذاق سے، ہر صورت میں ہمیشہ کے لئے

یہ شخص کافر ہو گا اس طرح کہ اگر توبہ

فقد كفر خلوداً. بحيث ان تائباً لم يقبل توبته ابداً عند الله ولا عند الناس وحكمه في الشريعة المطهرة عند المتأخرين المجتهدين اجماعاً وعند المتقدمين القتل قطعاً ولا يداهن السلطان وناثبه في حكم قتله.

کرے گا تو بھی اس کی توبہ نہ عند اللہ مقبول ہے اور نہ عند الناس۔ اور تمام متقدمین اور تمام متأخرین و مجتہدین کے نزدیک شریعت مطہرہ میں اُس کی قطعی سزا قتل ہے۔ حاکم اور اس کے نائب پر لازم ہے کہ وہ ایسے کے قتل کے بارے میں ذرا سی نرمی سے بھی کام نہ لے۔“

(غلامہ الفتاویٰ ص ۶۳)

۴۔ وفي رحمة الامة للشيخ الدمشقي الشافعي :

شیخ دمشقی شافعی رحمۃ الامتہ میں لکھتے ہیں :-

الردة هي قطع الاسلام بقول أو فعل او نية اتفق الاثمة على ان من ارتد عن الاسلام وجب عليه القتل ثم اختلفوا هل يتحتم قتله في الحال أم يوقف على استتابته وهل استتابته واجبة او مستحبة واذا استتيب فلم يتب هل يعهل أم لا فقال أبو حنيفة لا تجب

”ارتداد، اسلام کو نیتاً یا قولاً یا فعلاً ختم کر دینے کا نام ہے اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ جو اسلام سے مرتد ہو اُس کا قتل واجب ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ فوراً قتل کیا جائے گا یا توبہ کرنے کی مہلت دی جائے گی۔ اور اختلاف اس میں ہے کہ توبہ کرنے کے لئے کہنا واجب ہے یا صرف مستحب، اور اگر توبہ کروانے کے باوجود توبہ نہ کرے تو کیا مزید مہلت دی جائے گی یا نہیں؟ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسے توبہ

کے لئے کتنا واجب نہیں ہے بلکہ فوراً اسے قتل کر دیا جائے گا۔ الہ یہ کہ وہ خود مُہلت طلب کرے۔“

ابن تیمیہؒ اپنی معروف کتاب الصارم المسلول میں لکھتے ہیں :-

”حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہہ رہا تھا، حضرت عمرؓ نے اُسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا جو اللہ تعالیٰ یا انبیاء میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرے اُسے قتل کر دو۔ یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ کا طریقہ مرتد کے بارے میں یہ رہا ہے کہ اسے تین دن تک توبہ کے لئے کہا جائے اور ہر روز ایک روٹی بطور غذا اُسے دی جاتی رہے تاکہ شاید وہ توبہ کر لے (اور اُس کی جان بچ جائے) لیکن اس گستاخی کرنے والے کو حضرت عمرؓ نے توبہ طلب کئے بغیر قتل کرنے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا جرم عام مرتد سے کہیں زیادہ

استتابہ و یقتل فی الحال
إلا أن یطلب إلا مہال -
(ص ۱۳۶ ج ۲)

۵ وقال ابن تیمیہ :

وعن مجاہد قال اتی عمر
برجل یسب رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم فقتلہ ثم
قال عمر من سب اللہ أو
سب احدا من الانبیاء
فاقتلوا هذا مع أن سیرتہ
فی المرتد انه یستتاب
ثلاثاً و یطعم کل یوم رغیفاً
لعلہ یتوب فاذا امر
بقتل هذا من غیر استتابہ
علم ان جرمہ اغلظ عندہ
من جرم المرتد المجرد
فیكون جرم سابه من
أهل العهد أغلظ من جرم
من اقتصر علی نقض
العهد وک سیمما وقد
أمر بقتلہ مطلقاً من غیر

ثَنِيَا وَكَذَلِكَ الصَّرَافَةُ الَّتِي سَبَتِ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَتَلَهَا
 خَالِدُ بْنُ وَلِيدٍ وَلَمْ يَسْتَتِبْهَا دَلِيلٌ
 عَلَى أَنَّهَا لَيْسَتْ كَالْمَرْثَدَةِ الْمَجْرُوفَةِ
 وَكَذَلِكَ حَدِيثُ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمَةَ
 لَمَّا حُلِفَ لِيَقْتُلَنَّ ابْنَ يَامِينَ
 لَمَّا ذَكَرُوا قَتْلَ ابْنِ الْأَشْرَفِ
 كَانَ غَدَارًا وَطَلَبَهُ لِقَتْلِهِ بَعْدَ
 ذَلِكَ مَدَّةَ طَوِيلَةٍ وَلَمْ يَتَكَرَّرْ
 الْمُسْلِمُونَ ذَلِكَ عَلَيْهِ مَعَ أَنَّهُ
 لَوْ قَتَلَهُ لَمَجْرَدُ الرَّدَّةِ لَكَانَ
 قَدْ عَادَ إِلَى الْإِسْلَامِ بِمَا أَتَى
 بِهِ بَعْدَ ذَلِكَ مِنَ الشَّهَادَتَيْنِ
 وَالصَّلَوَاتِ وَلَمْ يَقْتُلْ حَتَّى
 يَسْتَتَابَ ، وَكَذَلِكَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ
 فِي الَّذِي يَرْمِي أَمَهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ
 إِنَّهُ لَا تَوْبَةَ لَهُ نَصُّ فِي هَذَا
 الْمَعْنَى وَهَذَا الْقَضَايَا وَ
 قَدْ اسْتَهْمَرَتْ وَلَمْ يَسْلُغْنَا
 أَنْ أَحَدًا أَنْكَرَ شَيْئًا مِمَّا
 ذَكَرَ -

(العارف المسلول ص ۴۱۹)

سخت ہے۔ اسی طرح وہ ذمی جو گستاخ
 ہو اس کا جرم اس عام ذمی سے کہیں
 زیادہ بڑھا ہوا ہے جو سخت ہے۔
 اسی طرح وہ ذمی جو گستاخ ہو اس کا
 جرم اس عام ذمی سے کہیں زیادہ
 بڑھا ہوا ہے جو صرف عہد توڑنے
 کا مرتکب ہوا ہو۔ یہ بات پیش نظر
 رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 نے بلا کسی استثناء کے اُسے قتل کرنے
 کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح وہ عورت
 جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں
 گستاخی کرتی تھی حضرت خالد بن ولیدؓ
 اس سے بغیر توبہ طلب کئے اسے قتل
 کیا۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ایسی
 عورت عام مرتدہ کی طرح نہیں ہے۔
 اسی طرح محمد بن مسلمہ کہ جب انہوں نے ابن یامین
 کو قتل کرنے کی قسم کھائی اور ایک عرقہ
 اس کو قتل کرنے کی جستجو اور تلاش میں
 لگے رہے تو مسلمانوں نے ان پر کوئی اعتراض
 نہیں کیا حالانکہ اگر محض ارتداد ہی وقیل
 ہوتا تو وہ اسلام لاکر کثیرہ شہادت پڑھ چکا
 تھا اور نمازیں ادا کر رہا تھا تو بغیر توبہ

کئے اسے قتل کرنا جائز نہ ہوتا۔ اسی طرح جو شخص اہمات المؤمنین پر
تہمت لگائے، اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول
کہ ایسے شخص کی کوئی توبہ نہیں، درحقیقت ہمارے مضمون کی
تصریح ہے۔ بہر حال یہ واقعات مشہور ہیں اور ہمیں ایک شخص کے
بارے میں بھی علم نہیں کہ اُس نے ان میں سے کسی بات پر
اعتراض کیا ہو۔“

علاء فی فتح القدير لا بد من
الهمام بكل من بغض
رسول الله صلى الله عليه وسلم
بقلبه كان مرتداً فالتاب
بطريق الأولى ثم يقتل
حذا عندنا فلا تعمل توبته
في إسقاط القتل قالوا
هذا مذهب أهل الكوفة
ومالك ونقل عن
أبي بكر الصديق ولا
فرق بين أن يجيئ تأثبا
من نفسه أو شهد عليه
بذلك بخلاف غيرهما من
المكفرات فإن الزنكار
فيهما توبة ولا تعمل الشهادة
معه حتى قالوا يقتل وإن

علامہ ابن الہمام فتح القدير میں لکھتے
ہیں :- اگر کوئی شخص قلباً رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے تو وہ کافر
و مرتد ہے تو گالی دینے والا بطریق اولیٰ
مرتد ہو گا۔ پھر ہمارے (یعنی احناف
کے) نزدیک اسے بطور منرا قتل کیا
جائے گا اس کی توبہ قتل کے اسقاط میں
مؤثر نہ ہوگی۔ علماء نے لکھا کہ اہل کوفہ
اور امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے اور
یہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے
منقول ہے چاہے بعد میں وہ خود توبہ
کر کے عدالت میں آیا ہو یا اس کے خلاف
گواہیوں سے یہ جرم ثابت ہوا ہو۔ یہ گالی
کا مسئلہ دوسرے مکفرات سے مختلف ہیں۔
کیونکہ وہاں انکار خود توبہ کے قائم مقام ہے
تو شہادت بے کاد ہو جاتی ہے۔ علماء نے

یہاں تک فرمایا کہ گالی دینے والا نشہ میں
ہو تب بھی قتل کیا جائے گا اور معاف
نہیں ہوگا لیکن ہمارے خیال کے مطابق
نشہ میں یہ قید ہونی چاہیے کہ اس کا نشہ
کسی ایسی ممنوع چیز کی وجہ سے ہو جو بلا کرہ
اپنے خیال سے اُس نے استعمال کی ہو۔
اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کا حکم پاگل کا
سا ہوگا۔ خطابی کا قول ہے کہ میں کسی ایسے
شخص کو نہیں جانتا جس نے بدگوئی کے قتل
کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو۔
اور اگر یہ بدگوئی اللہ تعالیٰ کی شان میں
ہو تو ایسے شخص کی توبہ سے اس کا قتل
معاف ہو جائے گا۔“

سب سکران ولا يعفى
عنه ولا بد من تقييده
بما اذا كان سكره بسبب
مرحطور باشره مختيارا
بد الاكراه ولا فمؤك لمجنون
وقال الخطابي لا أعلم احدا
خالف في وجوب قتله
واما مشله في حقه تعالى
فتعمم توبته في
اسقاط قتله -

(فتح القدير ص ۳۳ ج ۵)

ابن نجيم سمر الرائق میں تحریر کرتے ہیں:-
”چند مسائل اس سے مستثنیٰ ہیں۔ پہلا وہ
الرداء جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا
کہنے سے ہو۔ فتح القدير میں سے کہ جو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلباً
نفرت کرے وہ مرتد ہے تو گال دینے
والا بطریق اولیٰ مرتد ہے۔ پھر ہمارے
نزدیک اس گالی کے جرم کی سزا قتل ہے
اور اس کی توبہ اس کے قتل کی معافی میں

وقال ابن نجيم :-
ويستثنى منه مسائل اولي
الرداء بسببه صلى الله عليه
وسلم قال في فتح القدير
كل من ابغض رسول الله
صلى الله عليه وسلم بقلبه
كان مرتدا فالسب ببطريق
الاولى ثم يقتل حدا عندنا
فلا تقبل توبته في اسقاط

القتل قالوا هذا مذهب
 اهل الكوفة ومالك ونقل
 عن ابى بكر الصديق رضی اللہ عنہ
 قال الخطابی لا اعلم احدا
 خالف فی وجوب قتله و
 أما مثله فی حقه تعالیٰ
 فتقبل توبته فی اسقاط
 قتله - وَعَدَلَهُ الْبَزَازِی
 بَانَهُ حَقَّ تَعْلُقٍ بِدَحِّ الْعَبْدِ
 فَلَا یَسْقُطُ بِالتَّوْبَةِ كَسَاثِرِ
 حَقُوقِ الْأَدْمِیِّیْنَ وَكَحَدِّ
 الْقَذْفِ لَا یَزُولُ بِالتَّوْبَةِ
 وَصَرَّحَ بَانَ سَبِّ وَاحِدٍ
 مِنَ الْأَنْبِیَاءِ كَذَلِكَ -
 (ص ۱۲۶ ج ۵)

مؤثر نہ ہوگی۔ علماء نے فرمایا کہ اہل کوفہ
 اور امام مالک کا یہی مذہب ہے اور
 یہی حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے۔
 خطابی کا قول ہے کہ مجھے علم نہیں کہ کسی
 نے ایسے شخص کے قتل کے وجوب میں
 اختلاف کیا ہو۔ البتہ حق تعالیٰ کی شان
 میں ایسا کرنے والے کی توبہ اس کے قتل
 کی معافی میں مؤثر ہوگی۔ بزازی نے
 اس کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی
 کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حق
 العبد توبہ سے معاف نہیں ہوتا جیسے
 تمام حقوق العباد۔ اور جیسا کہ حد قذف
 (تمت کی منرا) توبہ سے ختم نہیں ہوتی بزازی
 نے اس کی بھی تصریح کی کہ انبیاء میں سے
 کسی ایک کو برا کہنے کا یہی حکم ہے۔
 فتاویٰ خیرہ میں ہے: (سوال)

”ایک بد بخت نے نبی اللہ حضرت ابراہیم
 علیہ السلام پر لعنت کی تو اس کا کیا
 حکم ہے؟ اگر وہ خود تائب ہو کر آجائے
 اور جو کچھ کہا تھا اس سے رجوع کر لے
 تو کیا اس سے ارتداد کی منرا ختم ہو

۵۔ وفي الفتاوى الخيرية :-
 سئل - فی شقی لعن نبی اللہ
 ابراہیم علیہ اسلام فما
 یترتب علیہ - وهل اذا
 جاء تائبا من قبل نفسه
 راجعا مما قال يدفع عنه

جائے گی جو قتل ہے؟ اور اس صورت
میں حکم کیا ہے؟

(جواب) اسے بطور منہ قتل کیا جائے
گا اور اس کے لئے بالکل توبہ نہیں ہے
بزازیہ اور اس کے علاوہ دیگر کتب
فتاویٰ میں صراحت ہے کہ اگر کوئی
شخص نعوذ باللہ مرتد ہو جائے تو
اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔ اسلام
کے بعد نکاح کی تجدید ہوگی۔ حج بھی
دوبارہ کرنا ہوگا۔ البتہ نماز روزے کا
اعادہ واجب نہیں۔ الایہ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یا انبیاء علیہم السلام
میں سے کسی کو بُرا کہے۔ ایسے شخص کو
حداً قتل کیا جائے گا اور اس کے
لئے توبہ نہیں، چاہے اُس کے پکڑے
جانے اور اُس کے خلاف گواہیوں کے
قائم ہو جانے کے بعد وہ توبہ کرے یا
ان خود تائب ہو کر اُسے اس کا حکم وہی
ہے جو زندیق کا کیونکہ حد جب واجب
ہوتی ہے تو پھر توبہ سے ساقط نہیں
ہوتی۔ اس مسئلہ میں کسی کے خلاف کا
تصور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ (نبی کو گالی دینا)

موجب الردۃ الٰذی ہوا للقتل
وما المحکم فیہ؟

اجاب: یقتل حدًا ولا
توبۃ لہ أصل ففی البزازیۃ
وغیرہا من کتب الفتاوی
واللفظ لہا الوارتد والعیاذ
باللہ تعالیٰ تحریر امرأتہ
ویجدد النکاح بعد
اسلامہ ویعید الحج
ولیس علیہ اعادۃ المصلوۃ
والمصوم کالکافر الا صلی
اذا استب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم او
واحدًا من الانبیاء علیہم
الصلاۃ والسلام فانہ یقتل
حدًا ولا توبۃ لہ أصل
سواء کان بعد المقدرة علیہ
بالشہادۃ او جاء تائبًا
من قبل نفسه کالمرتد ذق
فانہ حد وجب فلا یسقط
بالتوبۃ ولا یتصور فیہ حد
اؤ حد لا حد حق تعلق بہ

حق العبد فلا یسقط بالتوبة
کسائر حقوق الادمیین
وکحد القذف لا یزول
بالتوبة بخلاف ما اذا
سب الله تعالی ثم
تاب لانه حق الله تعالی
ولان النبی یشر والبشر
جنس تلحقهم المعرة
الا من اکرمه الله تعالی
والبارئ منزلة عن جمیع
المعایب وبخلاف الرداد
لانه معنی ینفرد به
المصدق لا حق فیہ لغيره
من الادمیین ولکونه بشرًا
قلنا اذا شتمه علیه السلام
سکران لا یعفی ویقتل حدًا
وهذا مذهب أبی بکر
المصدق رضی الله عنه والامام
العظم والبدیع و
اهل الکوفة والمشهور
من مذهب مالک واصحابه
قال الخطابی لا أعلم احدا

ایک ایسا حق ہے جس کے ساتھ بندے
کا حق متعلق ہے اس لئے توبہ سے یہ
حق ساقط نہ ہوگا جیسا کہ تمام حقوق
العباد کا یہی معاملہ ہے اور جیسا کہ
حد قذف توبہ سے معاف نہیں ہوتی
اس کے برخلاف اگر کسی نے اللہ تعالیٰ
کو بُرا کہا پھر توبہ کر لی تو یہاں توبہ اس
لئے قبول ہے کہ یہ حق اللہ ہے اور اس
لئے بھی کہ نبی انسان ہوتا ہے اور انسان
بجائیت انسان کے عیب دار ہو سکتا
ہے۔ الایہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ معزز
بنا کر پاک صاف رکھے باقی اللہ تعالیٰ
تو تمام معائب سے منزہ ہیں۔ اسی
طرح بُرا کنا عام الرداد سے ہٹ کر
ہے کیونکہ الرداد میں کسی دوسرے کا
حق ضائع نہیں ہوتا اس کا اپنا فعل
ہوتا ہے اور چونکہ نبی بشر ہیں اس
لئے ہمارا مذہب یہ بھی ہے کہ اگر نشہ باز
حضور علیہ السلام کو گالی دے تو اس
کی معافی نہ ہوگی بلکہ اُسے قتل کیا جائے
گا اور یہی حضرت ابوبکر صدیق کا مذہب
ہے اور یہی امام اعظم، بدری، اہل کوفہ

من المسلمین اختلف فی وجوب قتله اذا کان مسلماً وقال سحنون المالکی أجمع العلماء علی أن شاتمہ کافر وحکمہ القتل ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر قال اللہ تعالیٰ : ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلک (الآیۃ)

وروی بسندہ أنه صلی اللہ علیہ وسلم قال من سب نبیاً فاقتلوه ومن سب اصحابی فاضربوه وأمر صلی اللہ علیہ وسلم بقتل کعب بن الأشرف بلہ إخذار وکاست یؤذیه صلی اللہ علیہ وسلم وکذا أمر بقتل ابی رافع الیہودی وکذا أمر بقتل ابن خطل هذا وکان متعلقاً بأستار الکعبۃ ودلائل المسئلہ

امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا معروف مذہب ہے خطابی کا قول ہے کہ میں مسلمانوں میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کا ایسے شخص کے وجوب قتل میں کوئی اختلاف ہو جو مسلمان ہو کر بدگوئی کرے۔ سحنونؒ مالکی کا قول ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی علیہ السلام کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ بلکہ جو شخص اس کی سزا اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی۔“

اور سند کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی نبی کو گالی دے اُسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اُسے مارو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کعب بن الأشرف کو بلا آگاہ کئے قتل کر ڈالو، وہ حضورؐ کو اذیت پہنچاتا تھا۔ اسی طرح آپ نے ابورافع یہودی کے قتل کا حکم دیا۔ اسی طرح آپ نے ابن خطل کو کعبہ کے پر دوں سے لٹکے ہونے کے

تعرف فی کتاب الصارم المسلول
 علی شاتم الرسول انتہی -
 وفی الاشباہ کل کافرتاب
 فتویہ مقبولة فی الدنیا
 والآخرۃ الجماعۃ الکافر
 بسب نبی وبسب الشیخین
 أوأحدہما و بالسحر و
 الزندقۃ إلی آخر ما فیہ
 والمثلۃ مقررۃ مشہورۃ
 فی المکتب غنیۃ عن
 الطناب والحاصل فیہا
 وجوب قتل مثل هذا الشقی
 المتہود فی حق مثل هذا
 النبی الجلیل وإن کان قد لب
 وجدد السلام -

(الفتاویٰ الخیریۃ منہ والیقائن)

امام قرطبی مالکی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں :-

قال ابن المنذر أجمع عاۃ
 اهل العلم علی أن من سب
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ القتل ومقتل قال
 ذلك مالک واللیث واجد
 ”ابن المنذر کا کہنا ہے کہ عام اہل علم کا
 اجماع اس بات پر ہے کہ جو نبی صلی اللہ
 علیہ وسلم کو بُرا کہے اس کا قتل واجب
 ہے۔ امام مالک، لیث احمد بن حنبل اور
 اسحاق کا یہی قول ہے اور یہی امام

۹

واسحاق وهو مذهب
الشافعی وقد حکى عن
النعمان انه قال لا
يقتل من سب النبي صلى الله
عليه وسلم من اهل الذمة
على ما يأتى -

وروى ابن رجب قال فى
مجلس على ما قتل كعب
بن الاشرف إلا غدرًا فامر
على بضرب عنقه وقاله
آخر فى مجلس معاوية
فقام محمد بن مسلمة
فقال أيقال هذا فى
مجلسك وتسكت والله لا
أسألك تحت سقف أبدًا
ولئن علمت به لا قتلته
قال علماؤنا هذا يقتل و
لا يستتاب إن نسب الغدر
لنبي صلى الله عليه وسلم
وهو الذى فهمه على
ومحمد بن مسلمة
رضوان الله عليهما من

شافعی کا مذہب ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ
سے مروی ہے کہ جو کافر ذمی، نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو برا کہے تو اسے قتل نہیں کیا
جائے گا (البتہ اگر مسلمان ایسا کرے تو
امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی بوجہ ارتداد
اس کا قتل واجب ہے۔)

مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ
کی مجلس میں کہا کہ کعب بن الاشرف کو
بدعہدی کر کے قتل کیا گیا تھا، حضرت علیؓ نے
حکم دیا کہ اس کہنے والے کی گردن مار دی جائے
رکھو کہ کعب بن اشرف کے ساتھ کوئی معاہدہ
نہیں تھا بلکہ وہ مسلسل بدگوئی اور ایذا رسانی
کی وجہ سے مباح الدم بن گیا تھا) اسی
طرح اسی قسم کا جملہ ایک اور شخص
(ابن یامین) نے منہ سے نکالا تو (کعب
بن الاشرف کو مارنے والے) حضرت محمد
بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور حضرت معاویہؓ
سے کہا آپ کی مجلس میں یہ بات کسی جا
ہر ہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ خدا کی قسم
اب آپ کے پاس کسی عمارت کی چھت تلے
نہ آؤں گا اور اگر مجھے یہ شخص باہر مل گیا تو
اسے قتل کر ڈالوں گا۔ علماء نے فرمایا ایسے

شخص سے توبہ کے لئے بھی نہ کہا جائے گا
بلکہ قتل کر دیا جائے گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف بد عہدی کو منسوب کرے یہی وہ
بات ہے جسے حضرت علیؓ اور حضرت محمد بن مسلمہ
نے سمجھا اس لئے کہ یہ تو زندہ ہے۔

علامہ قرطبی مزید فرماتے ہیں :-

”اگر کوئی کافر تباہی کرے اور پھر جان
بچانے کے لئے اسلام لے آئے تو اُس کا
اسلام اس کے قتل کو معاف کر دے گا۔
مشہور یہی ہے کیونکہ اسلام پہلے تمام
جرائم کو ختم کر دیتا ہے، بخلاف مسلمان کے
کہ اگر وہ گالی دے کر پھر توبہ کر لے (تو قتل
معاف نہ ہوگا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد
ہے:-

”آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر
یہ لوگ باز آجائیں گے تو ان کے سارے
گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر
دیئے جائیں گے“ اور دوسرا قول یہ ہے
کہ اسلام (کافر ساب کے) قتل کو ساقط
نہ کرے گا۔ اس لئے یہ قتل نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی وجہ سے
واجب ہو چکا ہے کیونکہ اُس نے آپؐ

قائل ذلالت

ذالك خندقه -

(ص ۸۳ ج ۸)

نہا وایمنا قال :

واختلفوا اذا سبته ثم
أسلم تقيّة من القتل
فقیل یسقط اسلامه
قتله وهو المشهور من
المذهب لان الاسلام
یجبت ما قبله . بخلاف
المسلم اذا سبته ثم
تاب قال الله تعالى :

قل للذين كفروا ان
ينتهوا یغفر لهم -

ما قد سلف وقيل لا یسقط
الاسلام قتله لانه
حق للنبي صلی الله علیه
وسلم وجب لانتهاك
حرمة وقصد الحق
النقيصة والمعترة به

فلم یکن رجوعه الی
الاسلام بالذی یسقط
قتله ولا یکون
احسن حالاً من
المسلم -
(مسک ۸ ج ۸)

کی بے عزتی کی تھی اور آپ پر نقص و عیب
لگانے کا ارادہ کیا تھا اس لئے اسلام
لانے کی وجہ سے اس کا قتل معاف
نہ ہوگا اور نہ یہ کافر مسلمان سے بہتر ہوگا
بلکہ بدگوئی کی وجہ سے باوجود توبہ کے
دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔

قیاس شرعی اور عقلی وجوہات

قیاس محض عقلی بات کو نہیں کہتے۔ یہ تو معنی لوگوں نے غلط کر رکھے ہیں۔ اصل میں اشتراکِ علت سے اشتراکِ حکم کو شرعاً قیاس کہتے ہیں۔ اگر علت نقص شرعی میں مذکور ہو یا بالکل بدیہی ہو جسے ہر شخص محسوس کر سکتا ہے تو وہ قیاس قطعی و یقینی ہوتا ہے اس کا انکار حرام ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو آف کہنایا اونچی آواز سے بات کر کے جھڑکنا حرام فرمایا ہے تو اس کی علت بالکل ظاہر اور ہر شخص کی سمجھ کی ہے۔ لہذا یقینی ہے یعنی اذیت تو جہاں جہاں یہ علت پائی جاتی ہے وہ سب کام انہی آیات سے حرام قرار پاتے ہیں۔ مثلاً جوتے مارنا، ڈنڈے مارنا، کسی طرح سے ذلیل کرنا، طعن کرنا، گالی دینا سب انہی آیات سے یقیناً حرام ہیں اور ہر مسلمان اسے جانتا ہے، ہاں علت نقص قطعی میں نہ ہو یا بالکل ظاہر نہ ہو تو اجتہادی ہوگی اور اس قیاس کا حکم ظنی ہوگا۔

اول تو ماں باپ ایک جسمانی ہیں ایک روحانی اور روح جسم سے افضل ہے تو روحانی ماں باپ جسمانی سے افضل ہونے اس لئے وہ تمام احکام ان کے لئے

بھی ہوں گے جو ماں باپ کے لئے حرام وہ ان کے لئے بھی حرام۔
دوسرے اگرچہ ماں باپ بڑے محسن ہیں، پیدائش و تربیت سب انہی کی بدولت
ہے مگر تمام انبیاء کرام ان سے نائد محسن ہیں کہ ابدی جہنم سے بچا بچا کر ابدی بہشتوں
میں پہنچانے کا سامان کرتے ہیں۔ جیسے ماں باپ کو گالیاں دینا حرام ہیں سخت ترین
خطرناک جرم ہیں ایسے ہی انبیاء اور ان کے جانشین کو۔

تیسرے تمام دنیا احسن کے لئے آقائی اور جس پر احسان ہو اس کے لئے غلامی کے
قائل ہیں۔ انسان عبد الاحسان (انسان احسان کا غلام ہوتا ہے) اسی لئے
عرف عام میں محسن کے خلاف کہنے کو نمک حرام کا لقب دیا گیا ہے اس لئے ایسا
شخص جو ایسے بڑے محسنوں کو گالیاں دے سب کے نزدیک سب سے بڑا نمک حرام
سب سے بڑی سزا کا مستحق ہے۔

چوتھے سب جانتے ہیں کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے انتخاب کئے ہوئے
سب سے بڑے بزرگ ہیں، ان کی فرماں برداری فرض، ان کے احکام پہنچانے اور
جاری کرنے والوں کی فرمانبرداری ضروری۔ بجائے فرمانبرداری کے گالیاں دینا
اور بُرا کہنا اور خدائی احترامات کو پامال کرنا انتہائی جرم ہے۔

پانچویں شخص یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بزرگ حضرت
انبیاء ہیں (صلی اللہ علیہم وسلم) اور ان کے بعد ان کے احباب، ان کو بجائے
عزت دینے کے، گالیوں بڑائیوں سے ذلت دینے والا سب سے زیادہ سزا کا
مستحق ہے۔

چھٹے ہر شخص جانتا ہے کہ معمولی آدمی کی ہتک عزت بڑا جرم ہے اور ہر حکومت
میں یہ جرم قابل سزا ہوتا ہے اور جب ہتک عزت انتہائی معززین کی ہو تو
انتہائی سزائیں کا مستحق ہوتا ہے۔

ساتویں۔ سب سے ایک سوال :- اسرائیل ہو یا سادی دنیا مشرق و مغرب

شمال جنوب کی کوئی مملکت یا اقوام متحدہ یا کوئی ادارہ جس میں انسانیت کی کوئی رمت باقی ہو بلکہ دنیا بھر کے ہر ہر فرد سے یہ سوال ہے کہ اگر کوئی مسلمان رشی جیسا آپ کے نبیوں، مقتداؤں، دین کے ستونوں اور اُن کے اہل خانہ کا نام لے لے کر یہ انتہائی گندی، فحش بہتانِ محض گالیوں کی بوچھاڑ کرتا اور آپ کو اس پر طاقت و قدرت حاصل ہوتی تو آپ کو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے؟ اگر یہ انسانیت کی رمت کسی طرح اپنے لئے ایک سیکنڈ کو بھی برداشت نہیں کر سکتی تو اس وقت وہ انسانیت کہاں غائب ہو گئی؟ آخر آپ سب لوگ کس خوابِ غفلت میں ہیں؟ کیا یہی سبق آپ کے بدکردار نہیں دہرائیں گے۔ کیا اس وقت آپ خود آگ بگولہ نہ ہو جائیں گے؟

یہ خبیث حملہ اولین حملہ ہے۔ اس کے مثل حملوں کا جب تانا باندھ گے تو دنیا کا کوئی ایسا فرد نہیں کہ اس کا کوئی نہ کوئی مخالف نہ ہو یا کسی ایسے کام کے لئے کسی کو کھڑا نہ کر سکے۔

اگر اس وقت اس کو برداشت کر لیا سمجھ لیجئے کہ ہمیشہ کے لئے آپ نے اپنے اور سب کے لئے یہ بیج کاشت کر لیا۔

اور

یہ بھی یاد رکھئے کہ اول اول میں روکنا سہل ہوتا ہے جب طوفانِ حد سے گزر جاتا ہے تو وہ کسی کے قابو کا نہیں رہتا۔ آج ایک کے لئے توکل دوسرے، پیرسوں تیسرے کے لئے۔ دُعا ہوش سے سب لوگ کام لیں ورنہ پھر ساری دنیا دہم برہم ہو کر رہے گی۔

عبارات الفقهاء والائمة

(ائمہ کرام کے چند اقوال)

جلیل القدر علماء وفقهاء میں سے دس کے اقوال

علامہ آفندیٰ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :-	۱۔ وفي تنقيح الفتاوى المحامدية :-
در حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنا عام ارتداد کی طرح نہیں کہنایا	ولیس سبتہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتداد المقبول
ارتداد میں مرتد نما اپنا نجس مسم بہوتا ہے	فيه التوبة لأن الارتداد معنى ينفرد به المرتد
انسانوں میں سے کسی کا حق متعلق نہیں ہوتا اس لئے اس کی اپنی توبہ مقبول ہے۔ اس کے برخلاف جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا اس کے ساتھ ایک انسان (وہ بھی انسان کامل) کا حق متعلق ہو گیا جو صرف توبہ سے ساقط نہ ہو گا۔ جیسے تمام حقوق العباد کا ہی حال ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو برا کہا تو وہ کافر ہے اور	لا حق فيه لغيره من الادميين فقبلت توبته ومن سب النبي صلی اللہ علیہ وسلم تعلق به حق الادمي ولا يسقط بالتوبة كسائر حقوق الادميين فمن سب النبي صلی اللہ علیہ وسلم واحداً من

الانبياء صلوات الله عليهم
وسلامه فانه يكفر ويحب
قتله ثمران ثبت على
كفرة ولم يتب ولم يسلم
يقتل كفراً بدخلاف و
ان تاب واسلم فقد
اختلف فيه والمشهور
من المذهب القتل حداً
وقيل يقتل كفراً في
الصورتين -

واجب القتل ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کفر
پر باقی رہا اور توبہ کر کے اسلام قبول
نہ کیا تو اُسے کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے
گا۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اور اگر
اُس نے توبہ کر کے اسلام قبول کر لیا تو
اس میں علماء کا اختلاف ہے اور مشہور
مذہب یہ ہے کہ اُسے (بطور منرا) حداً
قتل کیا جائے گا اور ایک قول یہ
ہے کہ دونوں صورتوں میں کفر کی وجہ سے
قتل کیا جائے گا۔“

(تبيين الفتاوى الى مرتبة مثلاً)

۲۔ وفي شرح الفقه الاكبر
للصلاة على القادري :-
ثم اعلم ان المرتد يعرض
عليه الاسلام على سبيل
الذنب دون الوجوب
لأن الدعوة بلغته وفي
العبسوط وإن ارتد ثانياً
وثالثاً فكذلك يستتاب
وهو قول اكثر أهل العلم
وقال مالك وأحمد رضي الله عنهما
لا يستتاب من تكرر منه

”یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ مرتد پر اسلام
کا پیش کرنا واجب نہیں صرف مستحب
ہے۔ کیونکہ دعوت اسلام اسے پہلے پہنچ
چکی ہے۔ مبسوط میں ہے کہ اگر وہ دوسری
تیسری بار مرتد ہوا ہے تو اسی طرح توبہ کا
موقع دیا جائے گا اور اکثر اہل علم کا یہی
قول ہے اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا
قول یہ ہے کہ جس سے اتنا بار بار مرتد ہو
اس سے توبہ نہیں کروائی جائیگی جیسا کہ یہی

معاملہ زندگی کا ہے۔ احناف کی زندگی کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق ہے کہ توبہ مقبول نہیں اور ایک روایت امام شافعیؒ کے مذہب کے مطابق ہے کہ توبہ قبول ہے اور یہ سب دنیاوی احکام کے حق میں ہے باقی فیما بینہ و بین اللہ تبارک و تعالیٰ تو اختلاف مقبول ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر اترتاد کترہ ہو تو بغیر اسلام پیش کئے اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اُس نے دین کا استخفاف کیا ہے۔ ص ۱۳

نیز خلاصہ میں امام ابو یوسفؒ کا واقعہ نقل کیا گیا کہ ایک مرتبہ خلیفہ مامون کے سامنے بیان کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کدو پسند فرماتے تھے۔ ایک آدمی فوراً بولا میں اسے پسند نہیں کرتا۔ حضرت امام ابو یوسفؒ نے حکم دیا کہ تلوار اور چمڑا لایا جائے (جو قتل کے لئے منگوایا جاتا ہے) اس آدمی نے کہا میں نے جو کچھ ذکر کیا اس سے اور تمام موجبات کفر سے استغفار کرتا ہوں: اشهد ان لا الہ الا اللہ و

كالزندیق ولسا فی الذندیق روایتان فی دواية لا تقبل توبته لقول مالك رضى الله عنه وفى رواية تقبل وهو قول الشافعى رحمة الله وهذا فى حق احكام الدنيا واما فيما بينه وبين الله تعالى قبل بلذات وعن ابى يوسف رحمة الله اذا تكرر منه الا ترد اد يقتل من غير عرض الاسلام لاستخفافه بالله وفيه أيضا: فى الخلاصة روى عن ابى يوسف انه قيل بحضرة الخليفة المامون ان النبى صلى الله عليه وسلم كان يحب القرع فقال رجل انا لا احبه فأمر أبو يوسف باحضار النطع والسيف فقال الرجل استغفر الله مما ذكرته ومن جميع ما يوجب الكفر

اشھدان لا الہ الا اللہ و
 اشھدان محمدًا عبدہ و
 رسولہ فترکہ ولم یقتل۔
 وحکی أن فی زمن الخلیفۃ
 العامون سئل واحد عن قتل
 حائکا فاجاب فقال یلزمہ
 غصارة غراء ائی جاریۃ
 شابة رعناء فسمع الامامون
 ذلك و امر بضرب عنق
 المذنب حتی مات وقال
 هذا استہزاء بحکم الشرع
 وال استہزاء بحکم من
 احکام الشرع کفر۔
 وحکی أن الأمیر
 الکبیر تیمور ذات یوم
 مل وانقبض ولم یجب
 احد انیما سئل فدخل
 منحتک فاعخذ یقول
 مضاحکہ فقال دخل علی
 قاضی بلدہ کذا واخذہ فی
 شہر رمضان فقال یا حاکم
 الشرع فلان اکل صوم رمضان
 اشھدان محمدًا عبدہ و رسولہ امام البویہ^{سف}
 نے اُسے چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا۔ اسی
 قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ مامون
 کے زمانے میں ایک شخص سے پوچھا گیا
 کہ اگر کسی نے جو لہے کو قتل کیا تو کیا حکم
 ہے؟ جواب دینے والے نے (قتل کے
 حکم شرعی کا) مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ
 ایک خوبصورت تروتازہ باندی دینی ہوگی
 مامون نے یہ جواب سنا تو جواب دینے
 والے شخص کی گردن اڑانے کا حکم دیا
 جس پر عمل کیا گیا اور کہا کہ یہ شریعت کے
 احکام کا استہزاء ہے اور شریعت کے کسی
 بھی حکم کا مذاق اڑنا کفر ہے۔
 اسی طرح منقول ہے کہ امیر تیمور ایک
 روز اُداس اور دل گرفتہ تھا کسی کے
 سوال کا جواب نہ دیتا تھا۔ اس کے
 مصاحب مسخرے اس کے پاس آئے ایک
 مسخرہ تیمور کو منانے کے لئے کہنے لگا کہ وہ
 فلاں شہر میں فلاں قاضی کے پاس گیا
 اور جا کہ کہا اے قاضی شرع فلاں آدمی
 نے رمضان کا روزہ کھا لیا ہے جس کے
 گواہ میرے پاس موجود ہیں۔ وہ قاضی

ولی فیہا شہود فقال ذلک
القاضی لیث آخر تا کل
الصلوة تتخلص منها
لیضحك الامیر فقال
الامیر أما وجدتم تضحیکاً
سوی امرالدین فأمر بضربه
حتى اثنیہ -

کننے لگا کاش ایک اور اگر نماز کو کھا
جائے تو ہم دونوں عبادتوں سے چھوٹ
جائیں۔ مسخرے نے یہ لطیفہ سنایا تو
تیمور نے حکم دیا کہ اس مسخرہ کو اتنا مارو
کہ خون نکل آئے اور پھر کہا تمہیں دینی
حکم کے سوا مذاق کے لئے کوئی اور
چیز نظر نہ آئی؟

فرحمہ اللہ من عظام الدین
السلام - (شرح الفقہ الاکبر
للقرائی ص ۱۳ تا ص ۱۴)

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ہر اس شخص
پر جو دین اسلام کی تعظیم کا فریضہ
انجام دے۔

وفی روح المعانی علامہ
للآلوسی رح تحت
قوله تعالیٰ :-

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں آیت
”وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ“ کے تحت
لکھتے ہیں :-

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ
مَنْ بَعْدَ عَهْدِهِمْ وَطَعْنُوا
فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَلُمَّةَ
الْكَفْرِ - (الآیۃ)

ترجمہ آیت ”اور اگر وہ توڑ دیں اپنی
قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب
لگاویں تمہارے دین میں تو لوڑ و کفر
کے سرداروں سے۔“

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :

ومن ذلک الطعن فی
القرآن وذكر التبی صلی اللہ
علیہ وسلم وحاشا ہ بسوء
فیقتل الذمی بہ عند جمع

اس میں قرآن پر طعن لگانا اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی شان والا صفات میں برائی کے
سامعہ ذکر کرنا بھی داخل ہے، تو علماء
کی ایک جماعت کے نزدیک ذمی کافر

مستدلين بالآية سواء
 شرط انتقام من العهديه
 أمر لا وممن قال بقتله
 إذا أظهر الشتم والعياذ
 بالله (مالك والشافعي وهو
 قول الليث وأفتى به
 ابن الهمام -

(رد المحتار ج ۵)

وفي حاشية الشرنبلالية
 على درر الحکام : تنبيه :
 محل قبول توبة المرتد
 ما لم تكن ردة له بسبب
 التنبی عليه السلام أو بغضه
 كما قدمه المصنف فإن
 كان به قتل حدًا ولا
 تقبل توبته سوا جاء
 تأثبا من نفسه أو شهد
 عليه بذلك بخلاف غيره من
 المكفرات فإن الإنكار فيها
 توبة لكنه يجدد نكاحه إن
 شهد عليه مع إنكار -

(ص ۳)

کو (بھی) اس کی وجہ سے قتل کر دیا جائے
 گا۔ وہ حضرات اسی آیت سے استدلال
 کرتے ہیں۔ چاہے اس ذمی کے ساتھ
 بدگوئی کو معاہدہ میں شرط قرار دیا گیا ہو یا
 نہ، اور جو علماء ایسے کافر ذمی کے قتل
 کے ذائل ہیں ان میں امام مالکؒ اور امام
 شافعیؒ شامل ہیں۔ یہی لیث کا قول ہے
 اور ابن الہمام نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے
 ”درر الحکام کی شرح حاشیہ شرنبلالیہ
 میں ہے :-

”کہ مرتد کی توبہ قبول ہونے کا محل اس
 وقت ہے جبکہ ارتداد نبی علیہ السلام کی
 بدگوئی اور بغض پر مبنی نہ ہو جیسا کہ مصنف
 پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر ارتداد ایسا ہو تو
 پھر اس کی سزا قتل ہے اور توبہ قبول نہیں۔
 (یعنی دنیاوی احکام میں) برابر ہے کہ وہ
 خود تائب ہو کر آیا ہو یا اسکے خلاف گواہی سے
 جرم ثابت ہوا ہو۔ بخلاف دوسرے موجبات کفر
 کے کہ ان میں انکار کر دینا ہی توبہ سمجھا جاتا
 ہے۔ لیکن وہاں بھی اگر گواہ موجود
 ہوں تو انکار کے باوجود نکاح کی
 تجدید کرنی چاہیئے“

عالمگیری میں ہے کہ جعفرؑ سے پوچھا گیا کہ جو شخص انبیاء علیہم السلام کی طرف فواحش کی نسبت کرے اس کا کیا حکم ہے؟

فرمایا، کافر ہو گا کیونکہ ایسا کہنا ان کو گالی دینا اور ان کو ہلکا سمجھنا ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری ص ۳ ج ۳)

جو اللہ تعالیٰ یا اُس کے رسول کو بُرا کہے گا کافر ہو جانے کا چاہے سنجیدہ ہو اور چاہے مذاق کر رہا ہو۔ اسی طرح جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ یا اس کی آیات یا اس کے پیغمبروں یا اُس کی نازل کردہ کتابوں کا استہزاء کرے گا وہ بھی دونوں صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے“ آپ کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کیساتھ اور اُنکی آیتوں کیساتھ اور اُنکے رسول کیساتھ ہنسی کرتے تھے قراب عذر مت کرو تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے“ اور مناسب ہے کہ استہزاء کرنے والے کے صرف توبہ کرنے اور اسلام لانے پر اکتفاء نہ

ہو فی عالمگیریہ اِنَّہ سئل جعفر عن من ينسب الى الانبياء الفواحش وعزمه الى الزنا ونحوه الذي: يقوله الحشوية في يوسف عليه السلام قال يكفرونه شتم لهم واستخفاف بهم -

ولا في الشرح الكبير على المعنى الجزء العاشره ص ۵ ومن سب الله تعالى أو رسوله كفر سواء كان جازاً أو مازحاً وكذلك من استهزاء بالله سبحانه وتعالى أو بآياته أو برسله أو كتبته لقوله تعالى ولئن سألتهم ليقولن إنما كنا نخوض ونلعب قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزؤون لا تعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم“ وينبغي أن لا يكتفى من الهازي بذلك بمجرد الإسلام حتى يؤدب

أُذِّبَ بِإِزْجَرِهِ عَنْ ذَلِكَ لُذْنُهُ
إِذَا لَمْ يَكْتَفِ مَقْرَبَ
سَبِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالتَّوْبَةِ فَبُهِلَ
أُولَى -

شرح المغنی ص ۳۷

وقال العلامة المدد میر فی
الشرح المصغیر :-

على أقرب المسالك إلى
مذهب الإمام مالك
مانصة الساب لتبتي مجمع
عليه فيقتل بدون استتابة
ولا تقبل توبته ثم إن
تاب قتل حدًا ولا يعذر
الساب بجهل لونه لا يعذر
أحد في الكفر بجهل أو سكر
حرامًا أو تهوؤ كثرة
الكلام بدون ضبط، ولا
يقبل منه سبق اللسان
أو غيظ فلا يعذر إذا
سب حال الغيظ بل يقتل
أو بقوله أردت كذا

کیا جائے بلکہ اس کی ایسی تادیب کی
جائے جو اس کام سے اسے (ہمیشہ کے لئے)
روک دے۔ کیونکہ جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو برا کہے اُس کی توبہ پر اکتفا
نہیں کیا جاتا تو اس کا معاملہ بطریق اولیٰ
ایسا ہوگا۔“

علامہ درویر ماکلیؒ شرح صغیر میں
فرماتے ہیں :-

”کسی متفق علیہ نبی کو گالی دینے والا قتل کر
دیا جائے گا، نہ اُس سے توبہ طلب کی
جائے گی اور نہ اُس کی توبہ مقبول ہے۔
اگر وہ توبہ بھی کرے تب بھی اسے بطور
سزا قتل کیا جائے گا۔ یہ بُرا کہنے والا
نہ جہالت کی وجہ سے معذور ہوگا کیونکہ
کفر میں جہل کوئی عذر نہیں نہ یہ نشہ
کی وجہ سے معذور ہوگا بشرطیکہ وہ نشہ
حرام ہو، نہ لاپرواہی کی وجہ سے معذور
ہوگا کہ بلا سوچے سمجھے کثرت کلام کی
وجہ سے اس میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اسی
طرح سہقت لسانی کا عذر بھی قبول نہیں
کیا جائے گا نہ غصہ کی وجہ سے معذور
ہوگا، بلکہ اگر شدید غصہ میں گالی دے

أَحَدٌ أَنَّهُ إِذَا قِيلَ لَهُ
بِحَقِّ رَسُولِ اللَّهِ فَلَعَنَ ثُمَّ
قَالَ أُرِدْتُ الْعُقْرَبَ
أَيُّ لُؤْنَهَا مَرْسَلَةٌ لِمَنْ
تَدْرَعُهُ فَلَا يَقْبَلُ مِنْهُ وَ
يَقْتُلُ إِذْ أَنْ يَسْلَمَ السَّابِ
الْكَافِرَ أَنْ يَصْلَى فَلَا يَقْتُلُ
لَؤْنُ الْإِسْلَامِ يَجِبُ مَا
قَبْلَهُ أَمَّا السَّابِ الْمُسْلِمَ
إِذَا ادَّعَى بَغْيَ السَّبِّ ثُمَّ
أَسْلَمَ فَلَا يَسْقُطُ قَتْلُهُ
وَسَبُّ اللَّهِ كَذَلِكَ أَيْ
كَسَبَ النَّسَبِ يَقْتُلُ الْكَافِرَ
مَا لَمْ يَسْلَمْ وَفِي اسْتِثْنَاءِ
الْمُسْلِمِ خِلَافٌ هَلْ
يَسْتَتَابُ فَإِنْ تَابَ
تَرَكَهُ وَإِذَا قَتَلَ أَوْ يَقْتُلُ
وَلَوْ تَابَ وَالْمَرَّاجِعُ
الْأَوَّلُ -

تب بھی قتل کیا جائے گا۔ یا تاویل کر کے
یہ کہے کہ میری مراد تو کچھ اور تھی جیسے کسی کے
سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق
کا ذکر کیا گیا اُس نے لعنت کی اور پھر
کہنے لگا کہ میں نے تو کچھ تو پر لعنت کی تھی،
کیونکہ اسے بھی کاٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ
نے بھیجا ہے۔ ان سب صورتوں میں توبہ
قبول نہیں اور قتل لازمی ہے۔ ہاں اگر
بُرا کہنے والا کافر اصلی تھا پھر مسلمان
ہو گیا تو قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اسلام
پرانے سب گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔
باقی رہا وہ شخص جو بدگو مسلمان تھا پھر
کسی اور وجہ سے مرتد ہو گیا اور پھر
اسلام لے آیا تو اس کا قتل ساقط نہ
ہوگا۔ اور یہی حکم ہے اللہ تعالیٰ کو
بُرا کہنے والے کا کہ یہ اگر مسلمان نہ ہو
تو قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر
مسلمان ایسی حرکت کرے تو اس سے توبہ کر لے
میں اختلاف ہے کہ کیا توبہ کر لے تو قبول
کرنے کے بعد قتل معاف کر دیا جائے گا یا
توبہ کے باوجود قتل کر دیا جائے گا۔ اس
صورت میں راجح قول پہلا ہے۔“

(الشرح الصغير ج ۱ ص ۴۴۴ ج ۲ ص ۴۴۴ ج ۳ ص ۴۴۴)

۱۰ وقال ابن تیمیہؒ: اسی طرح ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :-

إذا ثبت ذلك فنقول هذه
الجناية جناية السبب
موجبها القتل، لما تقدم
من قوله صلى الله عليه وسلم:
من لكعب بن الأشرف
فانه قد آذى الله ورسوله
فعل من آذى الله و
رسوله كان حقه أن يقتل
ولما تقدم من أنه
أهدر النجى صلى الله عليه
وسلم دم المرأة السابة
مع أنها تقتل لمجرد
نقض العهد ولما تقدم من
أمره صلى الله عليه وسلم
قتل من كان يسيئه مع
امساكه عمن هو بمنزلة
في الدين ونسبه اليه
في ذناب واثناء على من
سارع في ذلك ولما
تقدم من الحديث المرفوع
ومن أقوال الصحابة أن

”جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اب ہم
کہتے ہیں کہ اس جرم بدگوئی کی سزا صرف
قتل ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ”کون کعب بن الاشرف کو
قتل کرے گا کہ اس نے اللہ اور اس
کے رسولؐ کو اذیتیں دی ہیں“ اس سے
معلوم ہوا کہ جو اللہ اور رسولؐ کو اذیت
پہنچائے گا اس کا قتل ہی برحق ہے
اور یہ واقعہ بھی پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگوئی کرنے
والی عورت کے قتل کو بلا خون قرار دیا
تھا حالانکہ صرف نقص عہد کی وجہ سے
عورت کو قتل نہیں کیا جاتا اور یہ بھی
گزر چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے بدگوئی کرنے والوں کو قتل کرنے کا
حکم ہی نہیں دیا (حالانکہ انہی کے
دوسرے ہم مذہب دوسرے لوگوں سے آپ
نے اپنا ہاتھ روکے رکھا، بلکہ لوگوں کو
اس پر آمادہ کیا، اور اس کام میں پھرتی
کرنے والوں کی آپؐ نے تعریف فرمائی
اور پیچھے حدیث مرفوعہ اور اقوال صحابہؓ

گزر چکے ہیں کہ جو کسی نبی کو بُرا کہے
اُسے قتل کر دیا جائے اور کسی غیر نبی
کو بُرا کہے اُسے کوٹھڑے لگائے جائیں۔
علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ اپنی مشہور کتاب
شرح المغنی میں لکھتے ہیں :-

”باقی رہا یہ مسئلہ کہ زندیق اور وہ شخص
جو بار بار مرتد ہو اور وہ شخص جو اللہ
رسول کو گالی دے، نیز جادوگر کی توبہ
قبول ہے یا نہیں؟ اس میں دو روایتیں
ہیں، پہلی یہ کہ توبہ قبول نہیں اور ہر
حال میں اُسے قتل کیا جائے گا اور
دوسری یہ کہ عام مرتد کی طرح توبہ کر لیں
تو توبہ قبول کر لی جائے گی۔

مصنف کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ
مرتد اگر توبہ کرے تو ایک روایت کے
مطابق اُس کی توبہ قبول ہوگی چاہے
جیسا بھی کافر ہو اور علامہ حرقی کے کلام
سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ چاہے زندیق
ہو یا نہ ہو یہی امام شافعیؒ اور غنبری کا
مذہب ہے اور حضرت علیؓ و حضرت
عبداللہؓ ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور یہی
امام احمدؒ سے ایک روایت ہے جس کو

من سب نبیاً قتل و
من سب غیر نبی جلد۔
(المصنوع ۲۹۹)

۹ وفی الشرح علی
المغنی :-

تحت مسئلہ وهل تقبل
توبة الذندیق ومن
تكررت ردتہ او من سب
الله تعالى او رسوله
او الساحر علی روایتین
احداهما لا تقبل توبته
ويقتل بكل حال والاخری
ما تقبل توبته، کخیرہ۔
مفہوم کلام الشیخ رحمہ
الله ان المرتد اذا تاب
تقبل توبته ای کافر کان
هو ظاہر کلام الخرق
سواء کان زندیقاً او لم
یکن وهذا مذہب
الشافعی والعنبري و
بروي عن علی وابن
مسعود وهو احدی

ابوبکر خذل نے اختیار کیا ہے۔ اور اسے
ہی امام احمد بن حنبل کا مذہب قرار
دیا ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی توبہ
قبول نہیں۔ نیز اس کی جواباً بار مرتد ہو
یہی امام مالک، لیث اور اسحاق کا
مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس
سلسلہ میں دونوں روایتیں ہیں۔

ابوبکر کی ترجیح کے مطابق ایسے شخص
کی توبہ مقبول نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ
کا قول ہے: ”مگر لعنت سے وہ مستثنیٰ
ہیں، جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر
دیں اور ظاہر کر دیں“ اور زندیق سے
ایسی چیز ظاہر ہی نہیں ہوتی جو اس کے
رجوع اور توبہ کو واضح کر سکے۔ کیونکہ وہ
توبہ پہلے سے اسلام ظاہر کرتا تھا اور کفر
کو چھپاتا تھا۔ اب جب اُس نے توبہ
ظاہر کی تو پہلے سے زائد کوئی نئی بات
ظاہر نہیں ہوتی اور وہ اس کا اظہار
اسلام ہے (جس کی حقیقت ظاہر ہو
چکی ہے) یہاں وہ شخص جس کا ارتداد بار
بار ہو تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح

الروایتیں عن احمد واختیار
أبي بكر الخذل وقال إنه
أولى على مذهب أبي عبدالله
والرواية الاخرى لا تقبل
توبة الزنديق ومن
تكررت دذته وهو قول
مالك والليث واسحاق و
عن أبي حنيفة روايتان -

و اختیار ابی بکر انہما لا تقبل
لقول الله تعالى ”إِنَّ الَّذِينَ
تَابُوا وَاصْلَحُوا بَيَّنَّنَا“
وَالَّذِينَ لَا يَرْجِعُونَ
بَيِّنِينَ بِهِ رَجُوعُهُ وَتَوْبَتُهُ
لأنه كان مظهرًا للإسلام
مسيرًا للكفر فإذا أظهر
التوبة لم يزد على ما كان
منه قبلها وهو اظهر
الإسلام وأما من تكررت
دذته فقد قال الله تعالى:
”أَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا
ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا
ثُمَّ أَرَادُوا كُفْرًا

يَكُنَّ اللَّهُ لِيْغْفِرَ لَهُمْ
وَلَا لِيْهْدِيْهُمْ سَبِيْلًا -
(شرح المعنى ص ۱۶)

ہے کہ ”بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر
ہو گئے، پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے
پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ
السیوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان
کو راستہ دکھائیں گے۔“

مَنْ قَالَ الصَّوْأَى فِي حَاشِيَتِهِ
عَلَى الشَّرْحِ الصَّغِيرِ
قَوْلُهُ :

اسی سابقہ عبارت کی تشریح کرتے
ہوئے امام صاوی مالکی اپنے حاشیہ
میں فرماتے ہیں :-

كَالسَّابِّ لِنَبِيٍّ، السَّبُّ
هُوَ الشَّتْمُ وَكُلُّ كَلَامٍ
قَبِيحٍ، حِينَئِذٍ فَالْقَذْفُ
وَالِإِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهِ
أَوْ إِلْحَاقُ النِّقْصِ لِلدَّخْلِ
فِي السَّبِّ وَيَحْتَلُّ قَتْلُ
السَّابِّ إِنْ كَانَ مَكْتَفًا -
قَوْلُهُ فَلَا يَعْذَرُ إِذَا سَبَّ
حَالَ الْغَيْظِ وَمَنْ هَلْهَذَا
حَرَّمَ عَلَى مَنْ يَقُولُ لِمَنْ
قَامَ بِهِ غَيْظٌ صَلَّى عَلَى
النَّبِيِّ قَوْلُهُ أَمَا لِسَابِّ
الْمُسْلِمِ الْإِضْحَاقُ فِي
الْعِبَارَةِ إِنْ يَقُولُ أَمَا

و یہ جو نبی کو ”سب“ کرنے والے کا حکم
بیان کیا جا رہا ہے اس میں سب کا
لفظ گالی کو بھی شامل ہے اور ہر
بُرائے کلام کو بھی۔ تو اب آپ پر شہمت
آپ کی شان کو ہلکا سمجھنا، آپ پر
عیب لگانا، یہ ساری صورتیں ”سب“
کے لفظ میں داخل ہیں۔ اور سب کا
حکم یہ ہے کہ اگر وہ مکلف (عاقل بالغ ہو)
تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ متن میں جو
یہ فرمایا گیا کہ غصہ میں گالی دینا عذر نہیں
اس سے مسئلہ معلوم ہو گیا کہ غصہ کی حالت
میں کسی کو درود پڑھنے کے لئے کہنا بھی جائز
نہیں (کہ کہیں وہ غصہ میں کچھ اور نہ بک دے)
متن میں مسلمان بدگو کی عبارت کا مطلب

یہ ہے کہ مسلمان اگر کسی اور وجہ سے مرتد ہو گیا۔ حالت ارتداد میں بدگوئی کی پھر اسلام لے آیا تو بھی بدگوئی کی سزا قتل معاف نہ ہوگی۔ نمن میں جو یہ فرمایا گیا کہ راجع پہلا قول ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول ہو جائے گی جیسا کہ انبیاء اور ملائکہ کی شان میں گستاخی کرنے والے کے بارے میں بھی امام شافعیؒ کا یہی مذہب ہے۔

لیکن ہمارے مذہب میں جو یہ فرق ہے کہ سب اللہ کی توبہ قبول ہے اور سب الانبیاء کی توبہ قبول نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو عقلاً عیب سے پاک ہے اس لئے توبہ قبول ہو جائے گی۔ باقی اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تو ان کا عیب سے پاک صاف ہونا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے پڑوا ہے ان کی اپنی ذات کی وجہ سے نہیں۔ اس لئے اس بارے

المسلم اذا ارتد بغير السب ثم سب من الردة ثم اسلم فلا يسقط قتل السب - قوله والمراجع الاول أى قبول توبته كما هو مذهب الشافعي حتى في سب الانبياء والصلوة، والفرق بين سب الله فيقبل وبين سب الانبياء والصلوة -

لا يقبل أن الله لما كان منزلها عن النقص له عقلا قبل من العبد التوبة بخلاف خواص عباده فاستحالة النقص عليهم من اخبار الله لا من ذواتهم فيشدد - (شرح المغير ص ۴۴، ص ۴۵ ج ۴)

میں سختی کی جائے گی اور توبہ قبول نہ ہوگی۔“



قتل مرتد کے طریقہ پر

فقہ حنفی کی تین عبارتیں

علامہ شامی مرتد کی بحث میں لکھتے ہیں کہ :-

”تمن میں مرتد کے قتل کے واجب ہونے کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے جو امام (حاکم وقت) اور غیر امام (غیر حاکم) دونوں کو شامل ہے۔ لیکن حاکم وقت کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص حاکم کی اجازت کے بغیر مرتد کو قتل کرے گا یا اس کے کسی عضو کو کاٹ دے گا (تو اسے قتل یا قطع کی سزا تو نہ ملے گی لیکن) امام اس کو تادیب کرے گا کیونکہ یہ سزا جاری کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔“

ما قال صاحب التدفی بحث المرتد :

فإن أسلم فيها وإلا قتل وقال الشامي قوله وإلا قتل أي ولو عبداً فيقتل وإن تضمن قتله إبطال حق المولى وهذا بالإجماع لا طلاق الأدلة فتح قال في المنع وأطلق فشمس الإمام غيره لكن إن قتله غيره أو قطع عضواً منه بـ إذن الإمام آذبه الإمام۔

(شامی ۲۲۷ ج ۲)

فتاویٰ عالمگیری میں مرتدین کے احکام ذکر کرتے ہوئے کہا گیا :

”اگر مرتد پر اسلام پیش کرنے سے پہلے

فی العالمگیریۃ فی احکام المرتدین :

فإن قتله قاتل قبل عرض

کوئی قاتل اُسے قتل کر دے یا اُس کے کسی عضو کو کاٹ دے تو ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے (بحوالہ فتح القدیر) اور اس پر ضمان واجب نہ ہو گا لیکن اگر امام کی اجازت کے بغیر ایسا کیا تو اُسے تادیب کی جائے گی (کہ حکومت کے اختیارات اپنے ہاتھ میں کیوں لئے؟)

فتح القدیر شرح ہدایہ میں علامہ ابن الہمام نے فرمایا :-

”کہ ہدایہ میں جوریہ لکھا ہے کہ اگر مرتد پر اسلام پیش کرنے سے پہلے کوئی قاتل اُسے قتل کر دے تو مکروہ ہے مگر قاتل پر کچھ ضمان واجب نہ ہو گا۔ اس میں مکروہ سے مراد ترک مستحب ہے اور ضمان کا واجب نہ ہونا اس لئے ہے کہ مرتد کے کفر نے اس کے قتل کو جائز کر دیا تھا اور دعوت اسلام پہلے پہنچ چکنے کے بعد دوبارہ پہنچانا واجب نہیں ہے۔ اور اس لئے بھی کہ کفر مرتد اُسے مباح الدم بنا دیتا ہے اور مرتد کے خلاف ہر جرم بلا ضمان ہے۔ اور تن میں مکروہ سے مراد مکروہ

بسلام علیہ أو قطع عضوًا منه کرہ ذلک کراہۃ تنزیہا ھکذا فی فتح القدیر وذلک ضمان علیہ لکنہ اذا فعل بغیر اذن الإمام ادب علی ما صنع کذا فی غایت البیان - (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۵۴)

مکث وقال ابن الہمام :

فی الہدایۃ فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام علیہ کرہ ولا شیئی علی المقاتل ومعنی الکراہیۃ ھنا ترک المستحب وانتفاء المضمن لأن الکفر مبیح للقتل والعرض بعد بلوغ الدعوة غیر واجب وقال ابن الہمام قولہ فإن قتله قاتل الخ لأن الکفر مبیح وکل جنایۃ علی المرتد ھدر ومعنی الکراہۃ هنا کراہۃ

تسزیهہا وعند من یقول
 بوجوب العرض کراہۃ
 تحریمہا فی شرح الطحاوی
 اذا فعل ذلک اى القتل
 اذ القطع بخیر اذ ذ
 ابہام اذ ب -
 (فتح القدیر ص ۳۱ ج ۵)

تسزیهی ہے ہاں جو لوگ دوبارہ عرض
 اسلام کے وجوب کے قائل ہیں ان کے
 نزدیک مکروہ تحریمی ہوگا۔ شرح طحاوی
 میں مذکور ہے کہ اگر کوئی مرتد کو (بلا اذن
 امام) قتل کر دے یا اس کا عضو قطع کر
 دے تو امام کی طرف سے اُسے تادیب
 سکھائی جائے گی۔

معافی ایک دھوکہ ہے

بعض اخباروں میں جلی نسرخی سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ رشدی نے معافی مانگ لی اور معلوم ہوا کہ فون پر اُس نے لکھوایا کہ میں نے ایک ناول لکھا تھا، اگر کسی کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو میں اس سے معافی مانگتا ہوں۔

حالانکہ ناول معروف ہستیوں کے نام لے لے کر گندی خلاف انسانیت گالیوں بکنے کا نام نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی یہ معافی ایک دھوکہ ہے۔ کیونکہ معافی تو اسی سے مانگی جاسکتی ہے جس کو تکلیف یا نقصان یا بے عزتی یا بد قالی کی گئی ہو تو ان حضرات میں سے کوئی زندہ نہیں، پھر کس سے معافی اور کیسی معافی ہے؟ یہ تو سب اللہ کے مقربین اُس کے برگزیدہ و منتخب ہستیاں ہیں۔ ان کی شان میں معمولی گستاخی بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، عزیزوں خاندان کے لئے، اور ان کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہی نہیں سخت تکلیف دینا ہے اور

اللہ تعالیٰ کی اذیت سے جو دنیا و آخرت کے عذابوں، وبالوں کا حملہ اپنے اوپر اپنے حمایتیوں پر، ہمنواؤں پر بلکہ ساتھ میں بہت سے عوام پر بھی عذاب کا مطالبہ کر لینا ہے۔ ان سے تمام باتوں کی توبہ جزئی اور دل کی گہرائی سے توبہ کی ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ اول تو ان سب سے معافی تک طلب نہیں کی گئی۔

دوسرے توبہ کے قاعدہ سے نہیں کی۔

تیسرے وہاں سے معافی حاصل ہی نہیں ہو سکتی تو سارے عالم کو دھوکہ دے کر اندھا بنانا ہے۔

دوسرے رشدی کے بیان میں ”اگر“ کا لفظ بتا رہا ہے کہ اب بھی اُس کے نزدیک تو کوئی بات اہانت، تذلیل و تحقیر کی واقعی نہیں ہوئی اگر کسی کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔

ذرا غور تو کیا جائے کہ توبہ خالص کی معافی اور وہ بھی صرف اس وقت کے مستنبہ کرنے والوں سے اور پھر اپنی نظر میں غیر واقعی بات کہ ”اگر“ ہو تو، یہ کیا معافی مانگنا ہے؟ یہ تمام دنیا کو دھوکہ دینے کے سوا اور کیا ہے؟ یاد رکھئے اللہ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا وہ دل کا حال خوب جانتے ہیں۔

دنیا بھر کے اربوں مسلمانوں کو جو اس سخت اضطراب کی آگ میں بھن رہے ہیں اور تڑپ تڑپ جا رہے ہیں۔ کیا اس دھوکہ سے کوئی سکون ہو سکتا ہے؟ وہ تو اس لفظ معافی کو تیر و تفنگ سے زیادہ ہلکی اور جلتی آگ پر تیل نہیں بلکہ پٹرول چھڑکنا سمجھتے ہیں۔ اور رشدی کے چند حامی لوگ ہاں میں ہاں ملانے والے اس پر کچھ کہہ اٹھیں تو کیا ان اربوں کے دل کی بھڑاس دھیمی ہو سکتی ہے؟ اگر واقعی جن کی اس قدر گندی توبین و تذلیل کی گئی ہے ان کو اور ان کے محبوبوں تمام انبیاء و رسل تمام متقی لوگ، تمام شرافت رکھنے والے، تمام انسانیت کے پتے اس سے چین پاسکتے ہیں اور کیا وہ عذابا بات الہی جو ایسے عرش ہلا دینے والے

گناہوں پر بے قرار ہو کر برس پڑتے ہیں۔ اس سے ان کی کوئی دکاوٹ ہو سکتی ہے۔

احکام الہی، ارشادات نبوی، اجماع اُمت، قیاس شرعی، عقل سلیم اور ہتکِ عزت کا قانون تمام دنیا کی قوموں اور ملکوں میں دیکھ چکے ہیں تو اس کے سوا کیا چارہ کا ممکن ہے کہ لاشی کے اپنے وجود سے زمین و آسمان کو پاک کر دیا جائے یہی اصل توبہ ہے۔

سنا ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک صاحب سے نہ ناصار ہو گیا تھا، ان کو سب انجام نظر آتے تھے اس کے باوجود خود حاضر ہوئے اور سزائے اسلامی لجم سے فنا کے گھاٹ اُتر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی توبہ وہ توبہ ہے کہ سارے مدینہ والوں پر تقسیم ہو جائے تو سب کی نجات کو کافی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ایسی ہی توبہ نصیب ہو جائے۔

خلاصہ

۱۔ اب تک قرآن حکیم کی آیاتِ طہیات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک، اجماع اُمت کے حوالوں اور جلیل القدر ائمہ فقہاء کے حوالے سے جو تحقیق پیش کی گئی۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سے واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صراحتہ یا تعریفاً بدگوئی کرنے والا شخص مرتد بھی ہے اور آپ کی ذاتِ اقدس پر تہمت لگانے والا بھی ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ مرتد کی منہ قتل ہے یعنی اس کو قتل نہ نافرص ہے۔ اس میں بھی مرد مرتد کے قتل کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ قتل کرنے کی ذمہ داری حکومت پر ہے وہ ہر طریقہ سے

ایسے مجرم کو نکال کر اُس پر قتل کی سزا جاری کرے۔ عام آدمی کے لئے قانون کے نفاذ کو اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی عام شخص نے ایسے مرتد کو قتل کر دیا تو اس پر نہ قصاص ہے نہ تلافی، کیونکہ مرتد مباح الدم (یعنی جائز القتل) ہوتا ہے۔ عام شخص کے لئے ایسا کرنا صرف خلافِ مستحب ہے جس پر حکومت کی طرف سے صرف تادیب ہوگی۔

یہ بات بھی اچھی طرح سے ثابت ہوگئی کہ ایسا مرتد اگر صحیح طرح توبہ نہ کرے تو اس کی سزا ہر حال میں قتل ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

یہ بات بھی ثوب ثابت ہوگئی کہ ایسا بدگو مرتد اگر اپنی بدگوئی اور اپنے کفر سے صحیح توبہ کر لے تب بھی اکثر علماء، فقہاء اور محدثین کے نزدیک اس کا اسلام تو قبول ہو جائے گا مگر بدگوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگانے کی وجہ سے اُس کی سزائے قتل ہرگز معاف نہ ہوگی۔ اسلام لانے کے باوجود بطور حد کے قتل کیا جائے گا (جیسا کہ عام انسانوں کو لگائی جانے والی تہمت پر حدِ قذف کہ وہ بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتی)۔ احناف کے اکثر جلیل القدر علماء کا یہی مذہب ہے۔

البتہ بعض علماء کے نزدیک اگر وہ صحیح طور پر توبہ کر لے (جس طرح توبہ کرنی چاہیے) تو اسلام قبول کرنے کے علاوہ اس کی سزائے قتل معاف ہو سکتی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک شافعی اور ایک حنفی عالم کی عبارتیں پیش ہیں۔ تطویل کے پیش نظر ترجمہ نہیں کیا گیا :-

من قال بسقوط وجوب قتل السَّابِّ إذا تاب

عَلَيْهِ قَالَ الْقَاضِي أَبُو بَحْيٍ زَكْرِيَّا الْإِنصَارِيُّ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ تَلْمِيزُ ابْنِ

حَجَرَ وَابْنَ الْهَمَامِ وَاسْتَاذَ الشُّعْرَانِيَّ فِي فِتَاوَاهُ -

سُئِلَ عَنْ سَبِّ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَابَ هَلِ الْفَتْوَى عَلَى قَتْلِهِ حَدًّا كَمَا مَرَّحَ بِهِ صَاحِبُ الشَّفَاءِ نَقْلًا عَنْ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ أَوْ عَلَى خِلَافِهِ فَأُجَابَ أَنَّ الْفَتْوَى عَلَى عَدَمِ قَتْلِهِ كَمَا جَزَمَ بِهِ الْأَصْحَابُ فِي سَبِّ غَيْرِ قَذْفٍ وَرَحَّجَهُ الْغَزَالِيُّ وَنَقَلَهُ ابْنُ الْمُقَرَّى عَنْ تَصْحِيفٍ فِي سَبِّ هُوَ قَذْفٌ لَوْنِ الْإِسْلَامِ يَجِبُ مَا قَبْلَهُ - وَنَقَلَ قَتْلَهُ عَنْ أَصْحَابِ الشَّافِعِيِّ وَهُمْ بَنُ هَمٍّ مُتَّفِقُونَ عَلَى عَدَمِ قَتْلِهِ فِي الشَّقِّ الْأَوَّلِ وَجُمْهُورُهُمْ مُرْجِعُونَ لَهُ فِي الثَّانِي -

(فتاوى شيخ الإسلام ابن تيمية)

عَلَيْهِ وَتَكَلَّمَ ابْنُ عَابِدِينَ فِي حَاشِيَتِهِ عَلَى الذِّكْرِ وَقَالَ فِي آخِرِ كَلَامِهِ : وَقَدْ اسْتَوْفَيْتُ الْكَلَامَ عَلَى ذَلِكَ فِي كِتَابِ سَمِيَّتِهِ تَنْبِيْهِ الْوَلَاةِ وَالْحُكَّامِ عَلَى أَحْكَامِ شَأْنِهِ خَيْرِ الْأَنْامِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ -

(شامی ص ۲۳ ج ۴)

وَفِي رِسَالَتِ ابْنِ عَابِدِينَ فِي الرِّسَالَةِ الْمَذْكُورَةِ :-

ثُمَّ أَعْلَمَ أَنَّ الذَّمَّ تَحْدُرُ لَنَا مِنْ مَسْئَلَةِ السَّابِّ إِنْ لِلْحَنْفِيَّةِ فِيهَا ثَلَاثَةُ أَقْوَالٍ -

قَوْلُ الْأَوَّلِ | إِنَّهُ تَقْبَلُ تَوْبَتُهُ وَيَنْدَرِي عَنْهُ الْقَتْلُ بِهَا

وأنه يستتاب كما هو رواية الوليد عن مالك وهو المنقول
عن أبي حنيفة وأصحابه كما صرح بذلك علماء المذاهب
الثلاثة كالقاضي عياض في الشفا وذكر أن الإمام الطبري
نقله عنه أيضاً وكذا صرح به شيخ الإسلام ابن تيمية و
كذا شيخ الإسلام التقي السبكي وهو الموافق لما صرح به
المحنفية كالإمام أبي يوسف في كتابه الخراج من أنه
إن لم يتب قتل حيث علق قتله على عدم التوبة
فدل على أنه لا يقتل بعدها ولما صرح به في التنف
ونقلوه في عدة كتب عن شرح الطحاوي من أنه مرتد
وحكمه حكم المرتد ويقتل به ما يفعل بالمرتد ولما
صرح به في الحاوي من أنه ليس له توبة سوى
تجديد الإسلام وهو الموافق أيضاً لإطلاق عبادات
المتون كافة وهي الموضوعات لنقل المذاهب
وهذا بإطلاقه شامل لما قبل الرفع إلى الحاكم
لما بعده -

والقول الثاني | ما ذكره في البزازية اخذاً من الشفاء
والصارم المسلول من أنه لا تقبل
توبته مطلقاً قبل الرفع ولا بعده وهو مذهب المالكية
والحنابلة وتبعه على ذلك العلامة خسرو في الدرر
والمحقق ابن الهمام في فتح القدير، وابن نجيم في البحر
وإثباته والتمرقاشي في التنوير والمنح والشيخ خير الدين
في فتاواه وغيرهم -

والقول الثالث

ما ذكره المحقق أبو السعود آفندي
العمادي من التفصيل وهو أنه
تقبل توبته قبل رفعه إلى الحاكم لا بعده وتبعية عليه
الشيخ علاء الدين في الدد المختار وجعله محل القولين
الأولين وقد علمت أنه لا يمكن التوفيق به للمبينة
الكلية بين القولين وأن القول الثاني أنكره كثير من
الحنفية وقالوا إن صاحب البزازية تابع فيه مذهب
الغير وكذا أنكره أهل عصر صاحب البحر وعلمت أيضا
أن الذي عليه كلام المحقق أبي السعود آخر وهو أن
مذهبنا قبول التوبة وعدم القتل ولو بعد رفعه إلى الحاكم
وهذا هو القول الأول بعينه ففيه رد على صاحب البزازية
ومن تبعة وإنما جعلناه قوله ثالثا بناء على ما افادك أول
كلامه تنزلا وارتخاء للعنان -

فياخي | هذه الأقوال الثلاثة بين يديك قد أوضحتها
لك وعرضتها عليك فاختر منها لنفسك ما يذجيك
عند حلول رمسك وأنصف من نفسك حتى تميز عشهم من
سرحنهما، والذي يغلب على في هذا الموضع الخطر والأمر
العسر واختاره لخاصته نفسى وأرضيه ولا الزم احدا أن يقدر في فيه على
حب ما ظهر لفكرى الفاتر ونظرى القاصر هو العمل بما ثبت نقله عن أبي
حنيفة وأصحابه لا مورد الخ (رسائل ابن عابدين ص ۳۳۳)

له وبمثله صرح ابن عابدين في شرح عقود رسم المفتى ص
(بمشورة من الشيخ المفتى محمد رفيع العثمانى دام ظله) ۱۳ محمود -

توبہ کا طریقہ

تمام تحقیقات آپ سب کے سامنے رکھ دی ہیں۔ نرم بھی گرم بھی اُمت کے بہت سے علماء دین کے نزدیک تو ان آیات و احادیث کی وجہ سے توبہ بھی معتبر نہیں۔ سوائے اپنے وجود سے دُنیا کو پاک کر دینے کے کوئی علاج نہیں ہے لیکن بعض حضرات نے توبہ کی اجازت دی ہے مگر یہ یاد رہے کہ ہر جرم کی توبہ اسی کے درجہ کی ہوتی ہے اگر آج کے سب مسلمان بھی ان پر رحم کے لئے تیار ہوں اور وہ بھی دل سے احساس کہ چکے ہوں تو رحم کے لئے تیار ہو جانے کی کم الکم علماء کے قول پر کچھ گنجائش ہے کہ جرم کے موافق توبہ کی جو جس کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔ چونکہ یہاں جرم بہت سے ہیں اس لئے ان کی توبہ اس مرتبہ کی ہوگی۔

۱۔ آیات، احادیث، اجماع اور قیاس سب سے معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا کہنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے فوراً اسلام کی تجدید کرنی لازم ہے۔ سربراہ آوردہ علماء و عوام کے مجمع میں باقاعدہ اسلام کی تجدید کرنی ہوگی اور اس کا اسی قدر اعلان جس قدر ان حرکتوں کا اعلان ہوا ضروری ہوگا۔ ایسا نہ ہو اس سے پہلے موت آجائے اور ہمیشہ کو جہنم میں رہنا ہو۔

۲۔ ان سب باتوں پر اسلام ختم ہونے سے نکاح بھی ختم ہو گیا۔ اب فوراً اسلام لاتے ہی نکاح کی بھی تجدید کرائیں اور اس کا اعلان اسی اعلان کی طرح ہو۔

۳۔ توبہ نام ہے تین باتوں کا : (i) گذشتہ پر انتہائی شرمندگی ہو۔ (ii) اس وقت انتہائی عاجزی اور گریہ و زاری سے خدا تعالیٰ سے

معافی مانگی جائے۔ (iii) آئندہ کے لئے ان سب باتوں کے نہ کرنے کا پختہ عہد کیا جائے۔

بلکہ ان کی تلافی کے لئے ان سب کے محاسن بزرگی اعلیٰ مرتبوں کو اسی عام ترین اعلان سے تقریر و تحریر سے ظاہر کرتے رہا کریں اور گزشتہ کی غلطیاں طشت از بام کریں تو توبہ کی تکمیل ہو جائے۔

۴۔ امر اول کے لئے یعنی گزشتہ پر شرمندگی کے لئے ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ہر بات کا بے دلیل، بے مشاہدہ، بے ثبوت، جھوٹ، بہتان ہونا اور بھٹکنے والوں کی حرکت کا انکشاف اسی زور شور سے انہی تمام اخبارات میں آنا ضروری ہے جن میں یہ سب باتیں آج تک طبع ہوتی رہیں۔

۵۔ جب تک یہ کتاب دنیا میں موجود رہے گی، پڑھی جاتی رہے گی، اس کا رہنا، پڑھا جانا، ان پر شرمندگی، اُن کا بیہودہ، غلط، جھوٹ ہونا ختم نہ ہوگا۔ جس طرح ہو سکے اُس کے ہر ہر نسخہ کو علی الاعلان ہر جگہ جلوا یا کریں اور مصنف یہ اعلان کرے کہ سب اس کو جلادیں ورنہ کم از کم اس سے میرے نام کے درق کو جلادیں۔ عام اعلان سب اخباروں کو دیا جائے۔ اس طرح توبہ کا پہلا بجز مکمل ہوگا۔ پھر دوسرا، تیسرا، چوتھا اور ان کا اعلان دنیا بھر میں ہو۔

۶۔ فوراً ان تمام باتوں کا بے ثبوت، بے اصل، جھوٹ، کافرانہ ایجادات قرار دینے کے مضامین کی اس قدر بھر مار ہو جس قدر ان باتوں کی ہو چکی ہے۔

یہ توبہ ہو جائے تو رشیدی صاحب ہمارے جگڑی بھائی بن جائیں گے کہ حضورؐ نے

فرمایا ہے: **التائب من الذنب کمن لا ذنب له**۔ ”گناہ سے توبہ کر لینے والے ایسا ہے جیسا اُس کا کوئی گناہ نہیں“ بس توبہ خالص و مکمل ہو تو ان بعض علماء کے نزدیک پاک ہو سکتے ہیں (جن کی عبارات آخر میں ہم نے درج کی ہیں)۔

ضمیمہ ۷

قائد ایران کے مثالی اقدامات

سات نکات

علامہ خمینی نے عظیم الشان اقدامات کر کے ساری دنیا کی آنکھیں کھول دیں کہ اس سے زیادہ دنیا بھر میں کوئی اور تجربہ نہیں ہو سکتا۔

۱۔ ایسے مجرم کو قتل کرنے والے کے لئے وہ عظیم انعامات مقرر کئے کہ آج تک پوری دنیا میں کسی نے اتنے انعامات مقرر نہیں کئے ہوں گے۔ اگر اس کا قاتل ایران کا باشندہ ہو تو پچاس لاکھ ڈالر (۵۰۰۰۰۰) اور اگر دوسرے ملک کا باشندہ ہو تو دس لاکھ حکومت ایران پیش کرے گی۔

علامہ خمینی کا انعام ساری دنیا کے انعامات سے بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی اندرونی حقیقت اور بھی بہت بڑی شان کا انعام بنتا ہے کہ خمینی صاحب تقریباً ساری زندگی ایسے مذہب سے وابستہ رہے ہیں جو ایسی گالیوں کو بہترین ذخیرہ قرار دیتے ہیں تو جو شخص زندگی بھر ان گالیوں سے مانوس رہا آج اس سے بھی جو گالیاں برداشت نہ ہو سکیں اور اس قدر غیظ و غضب ان کو بردہ کرارہ پر آیا کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ انعام کی پیش کش پر مجبور ہو گئے تو اس سے اندازہ لگایا جائے کہ غیر مانوس لوگوں کو ان گالیوں سے جو دین نہیں، شرافت نہیں، انسانیت کی رمت تک سے خالی ہونے کی دلیل ہیں، کس قدر ان کو غیظ و غضب ہوا ہو گا اور ان کی غیرت ایمانی وغیرت شرافت و انسانیت کے اضطراب کا کیا عالم ہو سکتا ہے؟

۲۔ خمینی صاحب نے تمام دنیا کی حکومتوں کو چیلنج دے دیا ہے کہ اگر ان میں

انسانیت کا ذرا سا بھی کوئی حصہ باقی ہے تو اپنی پوری طاقت و قوت کا مظاہرہ کریں ورنہ اپنے آپ کو انسانیت کے طبقہ سے الگ قرار دیں۔

۳۲ حکومت ایران نے اقوام متحدہ کو جھنجھوڑ ڈالا ہے کہ کیا اقوام متحدہ دنیا کے سب سے بڑے مجرم کو یوں آزاد چھوڑنے سے اقوام متحدہ رہ سکتی ہے؟ کیا یہ دعویٰ بلا دلیل قابل تسلیم ہو سکتا ہے۔ آخر اقوام متحدہ کی غیرت و حمیت کی کوئی دم باقی ہے یا بالکل غول غول رہ گئی ہے۔

۳۳ علامہ خمینی نے اپنے ملک اپنی قوم اور اپنے مذہب کو یہ درس عظیم دیا ہے کہ وہ آنکھوں سے پٹی ہٹائیں اور ایسی غلیظ گندی انسانیت سوز، غیرت و حمیت، شرافت و دیانت کا جنازہ نکلنے والی باتوں سے سخت احتراز کریں ورنہ سوچ لیں کہ اُن کے قاتل بھی اسی قدر انعامات کے حق دار ہوں گے۔ ممکن ہے قہضاء قدرت انتقام لے لے۔ وقت ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے زندگی ہی میں ہر فرد اس سے بچ جائے۔ گزشتہ سے توبہ اُٹھدہ عہد پختہ کر لیں۔

۳۴ قیامت تک کے لئے ساری دنیا کو بتا دیا ہے کہ ایسا مجرم کوئی بھی ہو کہیں کا باشندہ بھی ہو وہ قتل کا اور اس کا قاتل ایسے انعام کا مستحق ہے اس سے اس کے جرم کا اندازہ کر لیں۔

۳۵ تمام حکومتوں اور قیامت تک آنے والی حکومتوں کو دکھلادیا ہے کہ یہ مجرم انسانیت کا بدترین مجرم ہے۔ ہر حکومت اس سے متعلق اس کا قانون بنا کر اپنی انسانیت کا ثبوت دے کہ ایسے مجرم اللہ تعالیٰ کی زمین کو اپنے وجود سے ناپاک نہ کر سکیں۔ اگر حکومتیں ایسا قانون نہ بنائیں گی تو وہ ایسے مجرموں کی صف میں کھڑی ہونے کے قابل ہوں گی واہ واہ۔

عہ اس کا دائرہ تو آید و مرزاں چنین کنند
۷۔ جو حکومت و واداری برتے گی وہ بھی خود اس جرم کی مجرم قرار پائے گی۔
خود سزا کی مستحق ہوگی۔

ضمیمہ ۲

اسرائیل کا دنیا بھر کو الٹی میٹم

سات نکات

اسرائیل نام کی حکومت نے اس کو پناہ دے کر انتہائی شرمناک خطرناک انسانیت کے مخالف کام کیا ہے۔

۱۔ اسرائیل نے حمایت کر کے علی الاعلان اعتراف کر لیا ہے کہ اس کے اندر اسی کا پابھتہ ہے، نام صرف سلمان رشدی کا ہے اس کو تو صرف بیوقوف بنایا گیا ہے، اندر سے سادہ اکام اسرائیل کا ہے۔

۲۔ اسرائیل نے ساری دنیا کی حکومتوں کو الٹی میٹم دے دیا ہے کہ اس گندے غیر انسانی جرائم کے حامی کے دنیا بھر میں محافظ ہم ہیں جس کا جی چاہے ہم سے مقابلہ کر لے۔ ہم اُس کے برابر حامی ہی رہیں گے۔ خصوصاً دنیا بھر کے عربوں مسلمانوں اور اُن کی حکومتوں کو اور ہر انسانیت رکھنے والی حکومت کو جنگ کا الٹی میٹم ہے کہ کوئی ہے جو اس کو لے سکے۔

۳۔ کیا اسرائیل کو معلوم نہیں کہ مجرم کی حمایت مجرم کی پرورش بلکہ اور حوصلہ دینے کے برابر ہے۔ یہ بات خود اُسے سادہ دنیا میں بدنام

کرنے کے لئے کافی ہے۔

۷۱ کیا پوری حکومت میں کوئی انسان انسانیت سوز فحش گالیوں سے بیقرار ہونے والا نہیں ہے سب خلاف انسانیت مزاج کے مالک ہیں۔

۷۲ کیا اسرائیل کو معلوم نہیں کہ دُنیا کے معزز ترین بہرگوں کی تذلیل سے عرش تک لرز اٹھتا ہے اور پھر تمام مجرموں اور اُن کے حمایتیوں پر انتقام قدرت نازل ہو سکتا ہے۔

۷۳ کیا اسرائیل نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی غیرت، حیا، شرم، حمایتِ حق کا ولولہ نہیں رہا ہے کہ اُس نے علی الاعلان الٹی میڈم دے دیا ہے۔

۷۴ کیا اسرائیل نے اسی سے اس کی تائید نہیں کر دی ہے جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب یہودیوں کو اسلام کی روزِ روز کی فتوحات برداشت نہ ہو سکیں تو اپنی عورتوں کو منافق بنا کر مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے نکاح میں داخل کیا اور یہ پھوٹ ڈالنے کا کام کیا کہ جانشین داماد تھا، سبب غاصب ظالم ڈاکو ہیں اور اسی سے ایک فرقہ جنم لے گیا جس کا ڈیڑھ ہزار سال تک کوئی اور حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔ تو یہ حملہ بھی اسی طرح کا ہے، یہ بھی صدیوں تک برابر کام کر سکتا ہے۔ اس سے اس حربہ کی حمایت بھی ثابت ہو گئی۔

اسرائیل یاد رکھے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ دجال کے ساتھ سارے یہودیوں کا قلع قمع ہو گا۔ کوئی نام کا یہودی بھی نہ رہ سکے گا۔ دُنیا و آخرت دونوں جہان کی تباہی ان کے لئے آ رہی ہے۔ اچھا ہو کہ وہ ہوش سنبھال لیں۔

استفتاء کے نمبر اور جوابات

۱۔ یہ شخص مرتد ہے جیسا کہ آیات و احادیث اور اجماع و قیاس وغیرہ سے ثابت ہو چکا ہے اور جو کافر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے وہ حضورؐ کے زمانے تک منافق اور بعد میں زندیق کہلاتا ہے (دیکھیں آیت ۲۲ اجماع کی بحث اور حوالہ ۹) اس لئے یہ شخص مرتد بھی ہے اور زندیق بھی۔

۲۔ تمام آیات، احادیث، اجماع، قیاس، عقل اور فقہاء و علماء کی عبادات سب سے ثابت ہے کہ اس کے ناپاک وجود سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک کرنا ضروری ہے۔

۳۔ جس کو قدرت ہو، جب قدرت ہو وہ منرا نافذ کرے۔ یہ ہر مسلم حکومت کا فرض ہے یا کوئی غازی علم دین پیدا ہو جائے۔

۴۔ جس کو قدرت ہو فوراً منرا نافذ کرے، قدرت نہ ہو تو قدرت حاصل کرے۔ جیسا کہ احادیث پاک کے حصہ میں گزر چکا ہے کہ بغیر مقدمہ چلائے ایسے گستاخوں کو منرا دی گئی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مقدمہ چلائے ایسے گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (دیکھیں نابینا کی باندی کا واقعہ کعب بن الاشرف، ابن خطل وغیرہ کا واقعہ)۔

۵۔ رشدی نے جو معافی مانگی وہ دھوکہ ہے، جیسا کہ اسی عنوان سے لکھا جا چکا ہے اور توبہ کا صحیح طریقہ بھی گزر چکا ہے جس کی صرف بعض علماء کے نزدیک گنجائش ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

۶۔ پبلشرز اور ملوث اداروں کے ساتھ قطع تعلق اگر مثل منرا کے ہو یعنی

مسلمان بائیکاٹ کر دیں تو ضروری ہے اور قلبی محبت ہر کافر سے حرام ہے اور جو چیز قلبی تعلق کا قریبی ذریعہ ہوگی وہ بھی حرام اور جو بعید ذریعہ ہوگی وہ مکروہ ہے۔

کفر کی حمایت اور اس کو سراہنا خود کفر ہے۔ ہر مسلمان کے ذمہ ہے کہ جتنی قوت و طاقت ہو ان حرکتوں کو، ان حرکت والوں کو، ان کے اسباب و ذرائع کو ملیا میٹ کر دیں۔ اور جس کو اس کی قدرت نہ ہو اس کو زبان سے اس کی خرابی اور برائی کا بیان کرنا واجب ہے اور جس کو زبان سے کہنے میں جان مال کا خطرہ ہو اس کو دل میں بُرا جاننا واجب ہے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں یہی تفصیل آئی ہے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد محمود اشرف عفی عنہ الملاء من شیخ
الفقیہ المفی جمیل احمد السہانوی مد اللہ ظلہ العالی
۱۸ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ





﴿ فہرست آیات ﴾

آیت	سورۃ	آیت #
الف		
ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الی قولہ فقد افتری اثما عظیما	النساء	۴۷
ان الذین کفروا من اهل الکتاب الی قولہ اولئک ہم شر البریہ	البینۃ	۶
القیافہ فی جہنم کل کفار عنید	ق	۲۴
ان الذین کفروا وماتوا وہم کفار۔ الی قولہ، ولا ہم ینظرون	البقرہ	۱۲۱
ان الذین کفروا وماتوا وہم کفار فلن یقبل الی قولہ وما لہم من ناصرین	آل عمران	۹۱

۱۰۵	الکھف	اولئک الذین کفروا بآیات ربهم الی قوله واتخذوا آیتی ورسلی هزواً
۱۵۱	النساء	ان الذین یکفرون باللہ ورسله الی قوله عذابا مهینا
۱۰۱	النساء	ان الکفرین کانوا الکم عدوا مبینا
	الزمر	ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً
۴	النور	الذین یرمون المحصنت ثم لم یأتوا بأربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة الخ
۲	الملک	الذی خلق الموت والحیوة لیبلوکم ایکم احسن عملاً
۳۳	المائدہ	انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسوله الی قوله عذاب عظیم
۳۴	المائدہ	الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیهم الی قوله غفور رحیم

۲	النور	الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلده-الى قوله ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر-
۱۳	الحجرات	ان اكرمكم عند الله اتقاكم
۱۹	النور	ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة الى قوله في الدنيا والآخرة
۲۳	النور	ان الذين يرمون المحصنت الغافلات الى قوله ولهم عذاب عظيم
۷	البينه	ان الذين آمنوا وعملوا الصلحت اولئك هم خير البرية
۶	البينه	ان الذين كفروا من اهم الكتاب والمشركين في نار جهنم خالدون فيها اولئك هم شر البرية
۲۸	التوبة	انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا

۲	النور	الزانية والزانی فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة
۳۵	النساء	الرجال قوامون على النساء
۱۷۶	المائدة	ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها ولد
۱۱	النساء	آبائكم وابنائكم لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا فريضة من الله ان الله كان عليما حكيما
۵۹	النساء	اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم
۶	الحجرات	ان جائكم فاسق ببناء فتيبوا
۶	الاحزاب	النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امهاتهم
۲۶	النور	الخبشيات للخبيثين الى قوله لهم مغفرة ورزق كريم

۲۳	النور	ان الذين يرمون المحصنت الى قوله ولهم عذاب عظيم
۵۸	الاحزاب	ان الذين يوذون الله ورسوله الى قوله بهتاناً وثامناً مبيناً
۱۰	البروج	ان الذين فتنوا المومنين والمومنات ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق
۱۱	النور	ان الذين جاءوا بالا فك الى قوله له عذاب عظيم
۶۳	التوبه	الم يعلموا انه من يحادد الله الى قوله ذلك الخزي العظيم
۲۰ ۲۱	المجادله	ان الذين يحادون الله الى قوله لا غلبن انا ورسلي
۳۳	الاحزاب	انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا

		ب
۳۰	النمل	بسم الله الرحمن الرحيم
		ث
۱	الانعام	ثم الذين كفروا بربهم يعدلون
		ج
۴۰	التورى	جزاء سيئة سيئة مثلها
		ح
۳	المائدة	حرمت عليكم الميتة والدم- الى قوله، وان تستقسموا بالازلام ذلكم فسق
		ف
۲۲	البقره	فلا تعجلوا لله اندادا وانتم تعلمون
۷۹	البقره	فويل للذين يكتبون الكتب الى قوله، وويل لهم مما يكسبون

۳	النور	فاذلم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون
۹۲	المائدة	فان توليتم فاعلموا انما على رسولنا البلغ المبين
۱۱	النساء	فان كن نساء فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف
۱۱	النساء	فان كان له اخوة فلامه السدس
۱۱	النساء	فان لم يكن له ولد وورثه ابوه فلامه الثلث
۲	الحشر	فاعتبروا يا اولي الابصار
		ق
۱۵۱	الانعام	قل تعالوا اتل ما حرم عليكم الا تشركوا به شيئاً الا قوله لعلمكم تتقون

۶۹	یونس	قل ان الذين يفترون الى قوله بما كانوا يكفرون
۱۲۳	التوبه	قاتلوا الذين يلونكم من الكفار
۶۵ ۶۶	التوبه	قل ا بالله واياته الى قوله قد كفرتم بعد ايمانكم
۲۹	التوبه	قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر الى قومه وهم ضغرون
۵، ۱۳	التوبه	قاتلوهم يعذبهم الله الى قوله ويتوب الله على من يشاء
		ل
۶	التحريم	لا يعصون الله ما امرهم
۱۳	الاعلى	لا يموت فيها ولا يحيى
۱۷	المائد	لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم
۷۳	المائد	لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة وما من اله الا اله واحد

۱۳	النور	لولا جاؤا عليه باربعة شهداء الى قوله هم الكفرون
۴۳	النساء	لا تقربوا الصلوة وانتم سكرى
۱۳	النور	لولا جاؤا عليه باربعة شهداء فاذلم ياتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكذبون
۶۱	آل عمران	لعنة الله على الكذبين
		م
۱۶۱	الانعام	من جاء بالحسنة فله عشر امثالها
۷	الحشر	ما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتھوا
۷	الحشر	ما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتھوا

۱۱۵	النساء	من يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا
		و
۵۶	الذاريات	وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون
۳۶	النساء	واعبدوا الله ولا تشركوا به شياء
۱۱۶	النساء	ومن يشرك بالله فقد ضل ضللاً بعيداً
۸۸	الانعام	ولوا شركوا الحبط عنهم ما كانوا يعملون
۶۵	الزمر	ولقد اوحى اليك والى الذين من قبلك الى قوله من الخسرين
۱۳۶	النساء	ومن يكفر بالله وملئكة وكتبه ورسله واليوم الاخر فقد ضل ضللاً بعيداً

۵۵	الحج	وان الله لهاد الذين آمنوا الى قوله او ياتيهم عذاب يوم عقيم
۲۱۷	البقره	ومن يرتدد منكم عن دينه الى قوله هم فيها خلدون
۱۰۸	البقره	ومن يتبدل الكفر بالايمان فقد ضل سواء السبيل
۶۹	التوبه	وعد الله المنافقين والمنفقت الى قوله اولئك هم الخسرون
۵۱	النساء	ويقولون للذين كفروا الى قوله فلن تجد له نصيرا
۶۸	العنكبوت	ومن اظلم ممن افترى الى قوله في جهنم مثوى للكافرين
۷۸	آل عمران	وان منهم لفريقا يلوون السنتهم بالكتب الى قوله وهم يعلمون
۹۳	النساء	ومن يقتل مؤمنا متعمدا الى قوله عذابا عظيما

۱۵۱	الانعام	ولا تقتلوا النفس التي حرم الله الا بالحق
۵۳	المائدة	ومن اجل ذلك كتبنا على بنى اسرائيل الى قوله فكانما احى الناس جميعا
۱۹۵	البقره	ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة
۳۲	الاسراء	ولا تقربوا الزنا انه كان فاحشة ساء سبيلا
۴	النور	والذين يرمون المحصنت ثم لم ياتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة
۲۷۵	البقره	واحل الله البيع وحرم الربو
۱۸۸	البقره	ولا تاكلوا امرالكم بينكم بالباطل، الى قوله، وانتم تعلمون
۳۸	المائدة	والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما الى قوله، والله عزيز حكيم

۱۵	النساء	والتي ياتين الفاحشة من نسائكم الى قوله، اربعة منكم
۴	النور	والذين يرمون المحصنت ثم لم ياتوا باربعة شهداء
۱۳	الحجرات	وجعلنكم شعوبا وقبائل لتعارفوا
۳۲	الاسراء	ولا تقربوا الزنى انه كان فاحشة وساء سبيلا
۲۳	النور	ان الذين يرمون المحصنت الغفلات الى قوله ولهم عذاب عظيم
۸	المنافقون	ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين
۹۲	المائدة	واطيعوا الله واطيعوا الرسول واحذروا
۷۰	الاسراء	ولقد كرمتنا بني آدم
۸۰	النساء	ومن يطع الرسول فقد اطاع الله
۲۲۸	البقرة	وللرجال عليهن درجة

۳۳	النساء	ولا تنوآما فضل الله به بعضكم على بعض
۳۴	النساء	والتي تخافون نشوزهن الى قوله فلا تبغوا عليهن سبيلا
۵۰	القصص	ومن اظلم ممن اتبع هواه
۲۱۶	البقره	وعسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم
۲۸۲	البقره	واستشهدوا شهيدين من رجالكم الى قوله فتذكرا هذاهما الاخرى
۱۲	النساء	ولكم نصف ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن ولد فان كان لهن ولد فلكم الربع مما تركن
۱۲	النساء	ولهن الربع مما تركتم ان لم يكن لكم ولد فان كان لكم ولد فلهن الثمن

۱۷۶	النساء	وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين
۱۱	النساء	ولا بويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد
۱۲	النساء	وان كان رجل يورث كللة الى قوله فهم شركاء في الثلث
۴،۳	النجم	وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى
۳۶	الاحزاب	وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم
۶۱ ۶۲	التوبة	ومنهم الذين يؤذون النبي ويقولون هو اذن قل اذن خير لكم
۱۱۵	النساء	ومن يشاقق الرسول الى قوله وساءت مصيرا

۱۳	الانفال	ومن يشاقق الله رسوله فان الله شديد العقاب
۴،۳	الحشر	ولولا ان كتب الله عليهم الجلاء الى قوله شديد العقاب
		ی
۴۱	المائدہ	ياايها الرسول لا يحزنك الذين يسارعون في الكفر من الذين قالوا امنا بافواهم ولم تؤمن قلوبهم
۷۳ ۷۴	التوبه	ياايها النبي جاهد الكفار والمنفقين الى قوله وهموا بمالم ينالوا
۹۰ ۹۱	المائدہ	ياايها الذين آمنوا انما الخمر والميسر الى قوله فهل انتم منتهون
۲۱۹	البقره	يسئلونك عن الخمر والميسر الى قوله واثمهما اكبر من نفعهما
۲۷۶	البقره	يمحق الله الربوا ويربي الصدقت

۹۰	المائدہ	یا ایہا الذین آمنوا انما الخمر
۹۱		والمیسر الی قوله فهل انتم منتهون
۱۱	النساء	یوصیکم اللہ فی اولادکم للذكر مثل حظ الانثین
۷۳	التوبہ	یا ایہا النبی جاهد الکفار او المنفقین واغلظ علیہم وما وہم جہنم وبئس المصیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ



ادارہ اشرف التخیلی جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

۳۹۱ کمران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون : 7448060-5422213